

معارفِ حرم



محقق: شیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ
تقریب: شیخ محمد شفیع استعد مدینہ منورہ



فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ

۴۲۲ مٹیامحل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون آفس: ۲۲۷۹۹۹۸ ۲۲۶۵۳۰۶ رہائش: ۲۲۶۲۳۸۶

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
صَلُّوا بِمَا كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ أَصْلَحَ النَّاسُ

نمازِ محمدیہ

جس میں مسائل نماز کو قرآن مجید احادیث مبارکہ
اور آثارِ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مدلل کیا گیا ہے

تالیف
شیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ
تقدیم شیخ محمد شفیق اسعد مدینہ منورہ

فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ

۳۳ منیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
فون آفس: ۲۲۶۱۹۹۸ ۲۲۶۵۳۰۶ رہائش: ۲۲۶۲۳۸۱



شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے

تَفْصِیْلَات

نام کتاب _____ نمازِ سیمبر

مصنف _____ شیخ محمد الیاس فیصل مدینہ منورہ

تقدیم _____ شیخ محمد شفیق اسعد مدینہ منورہ

ناشر _____ فرید بک ڈپو، دہلی

کتابت _____ معین الدین برسونی، پورنیہ، مقیم دیوبند

سن اشاعت _____ ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء

تعداد _____ ۱۱۰۰

قیمت _____ ۸۰ روپے

باہتمام _____ الحاج محمد ناصر خان

تصحیح: _____ محمد مہدی القاسمی

پیشکش:

دارالقلعہ والنظر

شمسی و ایاجلیشور، ضلع مہوٹری (ضلع کٹہہ)

مُشْتَمَلَاتُ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۱۲	۱۶	فضیلت	۶۹
۲	زعماء امت کی آراء	۱۳	۱۷	فرائض وضو	۷۰
۳	مقدمہ	۲۰	۱۸	سنن	۷۱
۴	طہارت کا بیان	۵۰	۱۹	نواقض وضو	۷۵
۵	پانی کی اقسام اور حکم	۵۰	۲۰	موزوں پر مسح کا بیان	۷۹
۶	آداب استنجاء	۵۳	۲۱	جراہوں پر مسح کا بیان	۸۱
۷	بچے کا پیشاب	۵۸	۲۲	تیمم کا بیان	۸۷
۸	بچی کا پیشاب	۵۹	۲۳	اوقات نماز	۸۹
۹	غسل کا بیان	۶۰	۲۴	ظہر کا مسنون وقت	۹۰
۱۰	غسل کا مسنون طریقہ	۶۰	۲۵	عصر کا	۹۲
۱۱	فرائض غسل	۶۱	۲۶	مغرب کا	۹۳
۱۲	منی سے متعلقہ مسائل	۶۲	۲۷	عشاء کا	۹۴
۱۳	حیض	۶۷	۲۸	فجر کا	۹۴
۱۴	نفاس	۶۹	۲۹	اوقات مکروہہ	۹۶
۱۵	وضو کا بیان	۶۹	۳۰	اذان کا بیان	۹۸
			۳۱	فضیلت و اہمیت	۹۸

۱۲۳	ہاتھوں کو اٹھانا	۵۰	۹۸	تاریخ اذان
۱۲۶	ہاتھ باندھنے کا طریقہ	۵۱	۹۹	کلمات اذان
۱۳۰	شمار	۵۲	۱۰۰	اذان میں شیعہ اضافہ
۱۳۲	تعوذ	۵۳	۱۰۲	اہل بدعت کا اضافہ
۱۳۳	تسمیہ	۵۴	۱۰۷	مسنون کلمات
۱۳۵	سورۃ فاتحہ	۵۵	۱۰۹	اذان کا جواب
			۱۰۹	اذان کی دعا
۱۳۸	منفرد فاتحہ پڑھے	۵۶	۱۱۰	اقامت کا بیان
۱۳۹	مقتدی فاتحہ نہ پڑھے	۵۷		
۱۴۰	بارہ دلائل	۵۸	۱۱۰	مسنون کلمات
۱۶۷	چند بنیادی حقائق	۵۹	۱۱۲	اقامت کا جواب
۱۶۸	خلاصہ کلام	۶۰	۱۱۴	انگوٹھے چومنا
۱۷۱	آمین	۶۱	۱۱۵	نماز کا مسنون طریقہ
۱۷۸	سورۃ	۶۲	۱۱۸	کپڑے پہننا
۱۸۰	ظہر و عصر میں آہستہ قرات	۶۳	۱۱۹	سر ڈھانپنا
۱۸۱	رفع یدین	۶۴	۱۱۹	قبلہ رو ہونا
			۱۲۱	قیام
۱۸۱	دس دلائل	۶۵	۱۲۲	نیت
۲۰۱	چند بنیادی حقائق	۶۶	۱۲۲	تکبیر

مُشْتَمَلَاتُ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۱۲	۱۶	فضیلت	۶۹
۲	زعماریت کی آراء	۱۳	۱۷	فرائض وضو	۷۰
۳	مقدمہ	۲۰	۱۸	سنن	۷۱
۴	طہارت کا بیان	۵۰	۱۹	نواقض وضو	۷۵
۵	پانی کی اقسام اور حکم	۵۰	۲۰	موزوں پر مسح کا بیان	۷۹
۶	آداب استنجار	۵۳	۲۱	جراہوں پر مسح کا بیان	۸۱
۷	بچے کا پیشاب	۵۸	۲۲	تیمم کا بیان	۸۷
۸	بچی کا پیشاب	۵۹	۲۳	اوقات نماز	۸۹
۹	غسل کا بیان	۶۰	۲۴	ظہر کا مسنون وقت	۹۰
۱۰	غسل کا مسنون طریقہ	۶۰	۲۵	عصر کا	۹۲
۱۱	فرائض غسل	۶۱	۲۶	مغرب کا	۹۳
۱۲	منی سے متعلقہ مسائل	۶۲	۲۷	عشاء کا	۹۴
۱۳	حیض	۶۷	۲۸	فجر کا	۹۴
۱۴	نفاس	۶۹	۲۹	اوقات مکروہہ	۹۶
۱۵	وضو کا بیان	۶۹	۳۰	اذان کا بیان	۹۸
			۳۱	فضیلت و اہمیت	۹۸

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۲۳	ہاتھوں کو اٹھانا	۵۰	۹۸	تاریخ اذان	۳۲
۱۲۶	ہاتھ باندھنے کا طریقہ	۵۱	۹۹	کلمات اذان	۳۳
۱۳۰	شمار	۵۲	۱۰۰	اذان میں شیعہ اضافہ	۳۴
۱۳۲	تعوذ	۵۳	۱۰۴	اہل بدعت کا اضافہ	۳۵
۱۳۳	تسمیہ	۵۴	۱۰۷	مسنون کلمات	۳۶
۱۳۵	سورۃ فاتحہ	۵۵	۱۰۹	اذان کا جواب	۳۷
			۱۰۹	اذان کی دُعا	۳۸
۱۳۸	منفرد فاتحہ پڑھے	۵۶	۱۱۰	اقامت کا بیان	۳۹
۱۳۹	مقتدی فاتحہ نہ پڑھے	۵۷			
۱۴۰	بارہ دلائل	۵۸	۱۱۰	مسنون کلمات	۴۰
۱۶۷	چند بنیادی حقائق	۵۹	۱۱۲	اقامت کا جواب	۴۱
۱۶۸	خلاصہ کلام	۶۰	۱۱۴	انگوٹھے چومنا	۴۲
۱۷۱	آمین	۶۱	۱۱۵	نماز کا مسنون طریقہ	۴۳
۱۷۸	سورۃ	۶۲	۱۱۸	کپڑے پہننا	۴۴
۱۸۰	ظہر و عصر میں آہستہ قرات	۶۳	۱۱۹	سر ڈھانپنا	۴۵
۱۸۱	رفع یدین	۶۴	۱۱۹	قبلہ رو ہونا	۴۶
			۱۲۱	قیام	۴۷
۱۸۱	دس دلائل	۶۵	۱۲۲	نیت	۴۸
۲۰۱	چند بنیادی حقائق	۶۶	۱۲۲	تجکیر	۴۹

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۲۰	امام کا متوجہ ہونا	۸۴	۲۰۲	نتائج	۶۷
۲۲۰	مسنون تسبیحات	۸۵	۲۰۳	رکوع	۶۸
۲۲۲	دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا	۸۶			
۲۲۶	سجدہ سہو کا طریقہ	۸۷	۲۰۴	رکوع کی کیفیت	۶۹
			۲۰۵	رکوع کی تسبیح	۷۰
۲۳۰	سجدہ سہو کی چند صورتیں	۸۸	۲۰۵	تسمیع و تحمید	۷۱
۲۳۱	نماز میں گفتگو	۸۹	۲۰۷	سجدہ	۷۲
۲۳۲	شرائط نماز	۹۰			
۲۳۲	فرائض نماز	۹۱	۲۰۷	سجدہ کی تسبیح	۷۳
۲۳۵	واجبات نماز	۹۲	۲۰۸	اعضاء سجدہ	۷۴
۲۳۶	نماز کی سنتیں	۹۳	۲۰۹	جلسہ	۷۵
۲۳۷	مکروہات نماز	۹۴	۲۰۹	قیام یا جلسہ استراحت	۷۶
۲۴۰	فضیلت جماعت	۹۵	۲۱۲	قعدہ	۷۷
۲۴۲	جماعت چھوڑنے کی وعید	۹۶	۲۱۳	تشہد	۷۸
۲۴۳	معیار امامت	۹۷	۲۱۴	انگلی کا اشارہ	۷۹
۲۴۳	صف بندی	۹۸	۲۱۶	قیام	۸۰
۲۴۴	صف اول کی اہمیت	۹۹	۲۱۶	درود شریف	۸۱
۲۴۵	امام کی اقتدار	۱۰۰	۲۱۸	دُعا	۸۲
۲۴۷	سترہ کا بیان	۱۰۱	۲۱۹	سلام	۸۳

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۸۳	تراویح کی تعریف	۱۲۰	۲۲۹	نقشہ رکعات نماز	۱۰۲
۲۸۳	تراویح عہد نبوی میں	۱۲۱	۲۵۰	ظہر کی رکعات	۱۰۳
۲۸۵	عہد صدیقی	۱۲۲	۲۵۲	عصر کی رکعات	۱۰۴
۲۸۵	عہد فاروقی	۱۲۳	۲۵۲	مغرب کی رکعات	۱۰۵
۲۹۱	عہد عثمانی	۱۲۴	۲۵۳	عشاء کی رکعات	۱۰۶
۲۹۲	عہد علی	۱۲۵	۲۵۵	وجوب وتر	۱۰۷
۲۹۴	اجماع اسلاف امت	۱۲۶	۲۵۶	قضاء وتر	۱۰۸
۲۹۷	تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ	۱۲۷	۲۵۸	رکعات وتر	۱۰۹
۲۹۷	مسجد حرام میں	۱۲۸	۲۶۰	دعا کے قنوت	۱۱۰
۲۹۸	مسجد نبوی میں	۱۲۹	۲۶۳	رکوع سے پہلے قنوت	۱۱۱
۳۰۳	دو سوال	۱۳۰	۲۶۷	قعدہ اولیٰ اور سلام	۱۱۲
۳۰۵	مخلصانہ نصیحت	۱۳۱	۲۶۹	رکعات فجر	۱۱۳
۳۰۵	شبہات کا ازالہ	۱۳۲	۲۶۹	سنن فجر کی ادائیگی	۱۱۴
۳۱۲	شب قدر	۱۳۳	۲۷۳	جمعہ کی فضیلت	۱۱۵
۳۱۳	نماز تہجد	۱۳۴			
۳۱۶	نماز اشراق	۱۳۵	۲۷۴	جمعہ نہ پڑھنے کی سزا	۱۱۶
۳۱۸	مغرب و عشاء کے درمیان نوافل	۱۳۶	۲۷۵	خطبہ مسنونہ	۱۱۷
۳۱۹	بیٹھ کر نوافل پڑھنا	۱۳۷	۲۷۷	رکعات جمعہ	۱۱۸
۳۲۰	نماز عیدین	۱۳۸	۲۸۱	مسنون قنوت	۱۱۹

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۳۳۸	نماز حاجت	۱۵۱	۳۲۰	طریقہ نماز عیدین
۳۳۹	نماز تسبیح	۱۵۲	۳۲۱	چار تکبیریں
۳۴۰	نماز استخارہ	۱۵۳	۳۲۱	عمل نبوی
۳۴۱	نماز توبہ	۱۵۴	۳۲۲	اجماع امت
۳۴۳	نماز جنازہ	۱۵۵	۳۲۳	محفل تکبیرات
			۳۲۴	خطبہ عیدین
۳۴۴	آخری لمحات کا مسنون عمل	۱۵۶	۳۲۵	مسافر کی نماز
۳۴۴	موت کے بعد کا مسنون عمل	۱۵۷		
۳۴۶	طریقہ نماز جنازہ	۱۵۸	۳۲۶	مسافت قصر
۳۴۹	رفع یدین	۱۵۹	۳۲۸	مدت قصر
۳۵۰	غائبانہ نماز جنازہ	۱۶۰	۳۲۹	جمع بین الصلاتین
۳۵۲	خاتمہ	۱۶۱	۳۳۴	گرہن کی نماز
۳۵۴	مصادر و مراجع	۱۶۲	۳۳۶	نماز استسفار

نماز پر مشتمل

مسائل نماز سے متعلق ایک معروف و مشہور کتاب ہے جو متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ آج تک فقہ حنفی کی ترتیب پر اتنی مفصل اور مدلل نماز کے موضوع پر کوئی کتاب منظر عام پر میرے علم میں نہیں آئی ہے جسے صحیح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مزین و مریض کی گئی ہو لیکن اُسے آج تک کتابت و طباعت اور صحت کے اعتبار سے وہ مقام عطا نہیں کیا گیا جس کی مستحق ہے۔ الحمد للہ آج سے تین سال قبل میرے مخلص دوستوں اور بہی خواہوں نے اس کی افادیت و اہمیت کو محسوس کیا اور کتابت کی خامیاں دور کر کے جلی کتابت، مناسب سائز، دیدہ زیب ٹائٹل اور بہترین کاغذ پر طباعت کرا کر مضبوط اور ٹھوس بائنڈنگ میں منظر عام پر لانے کی مجھ سے خواہش ظاہر کی اور اس کا سہرا میرے ہی سر رکھنا چاہا۔ لیکن میں عدیم الفرستی اور محدود اسباب کا غدر کرتا رہا۔ بار بار اصرار اور دوستوں کی حوصلہ افزائی کے وعدے نے میرے لئے کوئی غدر نہ چھوڑا۔ بالآخر اس بار گراں گواپنے دو دش ناتواں پر رکھنے کا عزم مصمم کر لیا۔ ابھی ادھورا ہی کام ہو پایا تھا کہ کثرت مشاغل کی وجہ سے دن بدن تاخیر ہو رہی تھی اور دوسری طرف ممبروں کا بار بار مطالبہ بھی جاری تھا اس لئے میں نے مذکورہ کتاب کو برائے اشاعت ”فرید بک ڈپو دہلی“ کے حوالے کر دیا ہے اور فرید صاحب سے درخواست کی ہے کہ براہ کرم آپ معیاری انداز میں شائع کریں جو آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ انھوں نے درخواست منظور کر لی ہے۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس کتاب کو بھائی فرید اور ان کے اہل خانہ کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

نوٹ: ہم نے ایک ایک سطر پڑھ کر تمام اغلاط صحیح کی ہیں، اپنے اس دعویٰ میں ہم کہاں تک سچے ہیں اس کی تصدیق آپ کتاب کے مطالعہ اور قدیم ایڈیشن سے تقابل کرنے کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔

محمد مہدی القاسمی
دارالقلم والنظر، دہلی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَعْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نماز پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ایڈیشن کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی کہ مختلف طبقوں میں اس کے مفید اثرات مرتب ہوئے۔ چونکہ نماز کی ادائیگی کے وقت جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مفہوم ذہن میں ہو تو نماز میں خشوع و خضوع کا پیدا ہونا ایک یقینی امر ہے جو کہ نماز کی روح ہے۔

نیز اس کتاب کو پڑھنے سے اہل سنت و جماعت کا یہ یقین مزید پختہ ہو گیا کہ ان کی نماز کا طریقہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہے۔

آج کل ایک ایسا گردہ بھی معرض وجود میں آ گیا ہے جن کے مذہبی افکار کا خلاصہ نماز کے چند اختلافی مسائل کو ہوا دینا ہے۔ ان کے ہاں سنت کا ایک نرا لامعیار ہے کہ جو کام وہ خود کریں اسے سنت کا عنوان دیتے ہیں اور ہر اس کام کو خلاف سنت گردانتے ہیں جو ہر اہل اسلام پیرا ہیں ان میں اکثریتی طبقہ تو سادہ لوح ان پڑھ عوام کا ہے جو اس انداز فکر کے حامل کسی بھی امام مسجد یا واعظ کے مقلد ہیں۔ جب کہ دوسرا طبقہ وہ ہے جو ابتدائی قسم کی سطحی معلومات رکھتا ہے اور بعض مصنفین و واعظین کی تقلید کی وجہ سے اس زعم میں مبتلا ہے کہ یہی طرز فکر حدیث سے ثابت ہے ان میں تیسرا طبقہ اس مسلک کے ذمہ دار لوگوں پر مشتمل ہے جو اپنے مسلک کے بانی و اکابرین کی تعلیمات اور ان کے وضع کردہ امتیازی اصولوں کو حرف آخر سمجھتا ہے اور اس ساری صورت حال کو عوام کی نظروں سے اوجھل رکھنے کے لئے یہ لوگ حدیث کے ساتھ اپنی

وابستگی کا اظہار کرتے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ دوسرے تمام مسلمان حدیث پر عمل نہیں کرتے۔

اس صورت حال کے پیش نظر قرآن و حدیث اور آثار صحابہ کی روشنی میں نماز کے اہم مسائل کو مرتب کر دیا گیا تاکہ اس مغالطہ کا ازالہ ہو جائے۔ الحمد للہ کہ اول الذکر دونوں طبقوں پر اس کتاب کا مثبت اور مفید اثر ہوا نیز انہیں اپنے موقف کی کمزوری کا احساس بھی ہوا۔ موجودہ ایڈیشن میں اس طرز فکر کے بانی و زعماء کی بعض تحقیقات بھی شامل کر دی گئی ہیں تاکہ تیسرا طبقہ بھی ان حقائق کا بغور جائزہ لے اور امت اسلامیہ کو مزید منتشر ہونے سے بچانے کی فکر کرے اور اتحاد بین المسلمین کی مساعی میں شریک ہو۔

اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت شامل حال ہوئی کہ یہ ایڈیشن مفید اضافوں اور نئی کتابت و طباعت کے ساتھ منظر عام پر آیا۔ اس کتاب کا انفرادی مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ باجماعت نماز کے بعد چند احادیث کا سننا سنانا بھی بہت مفید رہے گا۔

آخر میں تمام مخلصین اور خصوصاً محترمی مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس ایڈیشن کی اشاعت میں دلچسپی لی، نیر محترمی شبیر یعقوب صاحب اور محترمی محمد زاہد حسین صاحب کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کتاب کے انگریزی و بنگالی ترجمہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے جس کا آغاز انہوں نے ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مزید نافع اور زاد آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین

محمد الیاس فیصل: ریاض الجنۃ، مسجد نبوی، مدینہ منورہ

۱۶ رجب ۱۴۲۵ھ بروز جمعہ سات بجکر پینتیس منٹ

پیش لفظ

حمد و ثنا ہے اپنے حقیقی معبود کے لئے اور درود و سلام ہے اس کے آخری رسول کے لئے ایک عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اردو زبان میں نماز کے مسائل کے ساتھ دلائل کا ذکر بھی آجائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے جس نے اس عظیم موضوع ”نماز پیغمبر“ پر لکھنے کی سعادت بخشی۔ اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس پر بھروسہ کر کے یہ کام شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہماری نمازوں میں خشوع کی کیفیت پیدا فرمائے (آمین) کہ اس میں کامیابی کا راز ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ (المؤمنون)

لہذا نماز کے ہر رکن کی ادائیگی میں یہ خیال مستحضر رہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں یہ عمل کر رہا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جو میری نماز کو دیکھ رہا ہے۔

آئندہ صفحات میں پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون نماز کو پیش کیا گیا ہے۔ عربی عبارت کے ترجمہ میں حتی الوسع محاورہ کا اہتمام کیا گیا ہے تاکہ مفہوم بآسانی واضح ہو قارئین سے درخواست ہے کہ کتاب کو استفادہ کی نظر سے پڑھیں، کتاب کے محاسن اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں، اگر کوئی غلطی دیکھیں تو اسے میری کم مائیگی کا نتیجہ سمجھیں اور مجھے مطلع کر دیں۔

آخر میں مولانا محمد شفیق اسعد صاحب خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے فراہمی کتب اور جمع مواد میں قابل قدر تعاون کیا۔ نیز میاں ریاض الحق فاروق صاحب، جناب شمس الحق صدیق صاحب اور دیگر جن حضرات نے کسی بھی مرحلہ پر تعاون کیا، یاد عاؤں میں یاد رکھا۔ سب شکریہ کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مخلصانہ مساعی کو قبول فرمائے، فلاح دایرین کا ذریعہ بنائے اور توفیق عمل سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین الحمد للہ رب العالمین۔

تقریر مولانا احمد علی سراج صاحب وزارت الاوقاف والشئون الاسلامیہ کویت کن عالمی اسلامی اقتصادی کونسل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادَةِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ !
جواں سال محترم محمد الیاس فیصل صاحب نے ”نماز پیمر“ کے نام سے یہ کتاب لکھی ہے میں
نے مدینہ منورہ اور خاص کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھ کر جستہ جستہ مقامات سے کتاب
کا مطالعہ کیا۔

یہ کتاب صَلُّوْا کَمَا رَأٰیْتُمْوُنِیْ اُصَلِّیْ۔ یعنی مسنون نماز کی علمی تصویر ہے اور دلائل شرعیہ
سے مزین ہے؛ اسلوب عام فہم، بامحاورہ اور تحقیقی ہے۔ دوران نماز ہر برکن کی ادائیگی کے
وقت عمل پیمر صلی اللہ علیہ وسلم اور مفہوم حدیث ذہن میں ہو تو خشوع خضوع والی نماز پڑھنے میں
مدد ملے گی جو کہ نماز کی روح ہے۔ کتاب میں حضرات احناف کے دلائل کو یکجا جمع کیا گیا ہے۔
نماز کے اہم مسائل کو دلائل کی روشنی میں جاننے کے لئے کتاب کی افادیت مسلم ہے
مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ خواص عوام اس کتاب سے مستفید ہوں گے۔

فاضل نوجوان مولانا محمد الیاس فیصل صاحب کا یہ عملی ذوق اور دینی خدمت بلاشبہ
لائق تحسین ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے۔ مسلمانوں کی اس
سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور فلاح دارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

احمد علی سراج

پی ایچ ڈی، مدینہ یونیورسٹی و سابق مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ تَجْمَعِينَ اَمَّا بَعْدُ !

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مدینہ منورہ کے طیب و طاہر ماحول میں ہمارے رفیق محترم الیاس فیصل صاحب کو اسلام کے اہم ترین رکن "نماز" کے تمام مسائل پر قرآن حدیث کی روشنی میں فاضلانہ بحث کی عظیم سعادت بخشی۔

سے اس سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشہ خدائے بخشندہ

ناچیز نے مؤلف محترم کے حسب فرمان اہم مباحث کا مطالعہ کیا بلا ریب تالیف کو اپنی نوعیت میں باوجود مختصر ہونے کے "مسائل نماز" پر جامعیت کے اعتبار سے ایک گنج گرا نمایہ پایا۔ جو قرآن و حدیث کی موتیوں سے جگمگا رہا ہے۔ انداز بیاں عام فہم، زبان سلیس، ترتیب دلکش اور مآخذ مستند ہیں، یوں تو علمائے کرام نے اس مقدس موضوع پر ہر دور میں بے شمار کتابیں لکھی ہیں لیکن ایسی کتاب کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو استدلالی ذوق رکھنے والوں کے لئے باعث اطمینان و تشفی ہو۔

کتاب کے آغاز میں بیش بہا مقدمہ ہے جو بنیادی امور پر مشتمل ہے۔ اصول اربعہ (کتاب سنت و اجماع و قیاس) فقہ پر سیر حاصل تبصرہ، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام اجتہاد و تقلید پر جامع مانع بحث سے مزین ہے۔ کتاب کا جو بھی منصفانہ مطالعہ کرے گا (بالخصوص فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، وتر، تراویح) وہ مؤلف محترم کی علمی گہرائی، وسیع مطالعہ، منصفانہ رویہ کا اعتراف کرے گا، درحقیقت یہ کتاب طلبہ اور علماء دونوں کے لئے سفر و حضر میں "وَحْیٌ جَلِیْسٌ حَنِی الزَّمَانِ کِتَابٌ" کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس خدمت کو شرف پذیرائی عطا فرما کر اپنے خزانہائے رحمت سے دنیا و آخرت کی غنایات خاصہ سے سرفرازی بخشے۔

سید شیر علی شاہ مدینہ منورہ

رائے گرامی حضرت مولانا محمد ادریس انصاری حنا سرپرست ادارہ تبلیغ الاسلام

میں نے محترم محمد الیاس فیصل کی کتاب نماز پیمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خوب ذوق و شوق سے پڑھا اور تنقیدی نظر سے بھی اس کا مطالعہ کیا۔ کتاب واقعی اسم بامسمیٰ ہے جس میں نماز مسنون کے تمام ارکان کی تشریح دلائل کے ساتھ کی گئی ہے۔ نماز کے موضوع پر بہت سے حضرات نے لکھا ہے مگر اس دور میں اتنی سلیس مدلل اور جامع کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔ یہ کتاب ہر علم دوست کے لئے قیمتی سرمایہ اور حضرات احناف کے لئے گوہر گراں مایہ ہے۔ حتیٰ کہ جو غیر مقلد حضرات تلاش حق کی نیت سے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے ان پر روز روشن کی طرح حق واضح ہو جائے گا۔ خواہ فاتحہ خلف الامام رفع یدین آمین بالجہر کی بحث ہو یا تسمیہ بالجہر کی۔

الغرض یہ کتاب پاکستان و ہندوستان کے تعلیمی اداروں میں شامل نصاب ہونی چاہیے آخر میں مصنف کتاب کو مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازے کہ دنیا میں اس کی افادیت عام ہو اور آخرت میں سبب مغفرت و ذریعہ نجات ہو۔ آمین ثم آمین

محمد ادریس الانصاری
ادارہ تبلیغ الاسلام، صادق آباد
۳ جنوری ۱۹۸۲ء

رأے گرامی حضرت اقدس مولانا محمد زاہد اکیسینی صاحب

احقر نے مولانا محمد الیاس فیصل صاحب کی کتاب متعلقہ نماز کا جستہ جستہ مطالعہ کیا مولانا نے بڑی عرق ریزی سے حوالہ جات تلاش فرما کر اس موضوع کو مکمل فرمایا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

مولانا محمد الیاس فیصل صاحب کی یہ محنت خصوصی طور پر دینی طلباء کے لئے قابل قدر ہے جو آپ نے مسائل نماز کو ارشادات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے مدلل کرنے کے بارہ میں فرمائی ہے۔ آپ کا یہ مقدمہ الکتاب فقہ حنفی کی عظمت اور اس کی اہمیت پر واضح دلائل سے مزین ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اہل اسلام کو اس سے زیادہ بہرہ ور فرمائے۔ آمین
احقر محمد زاہد اکیسینی غفرلہ

رأے گرامی خطیب اسلام حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب

مرکزی جامع مسجد اسلام آباد

نماز پیمر، مولفہ محمد الیاس فیصل مؤلف کی طرف سے ہدیہ ملی۔ پوری کتاب کو جگہ جگہ سے پڑھا، ہر کتاب کو پورا پڑھا جائے یا چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھا جائے۔ کتاب کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔

غریز محترم السید مولانا محمد الیاس فیصل نے اس کتاب میں خوب محنت کی۔ مسلک اہل سنت کے مطابق نماز کو صحیح احادیث سے ثابت کیا۔ انداز بہت پیارا اور دلنشیں ہے۔ مجھے یہ کتاب پسند آئی دل سے مؤلف کے لئے دعائیں نکلیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

والسلام

محمد عبد اللہ

تقریظ مولانا مقبول احمد صاحب صدر اسلامک شریعت کونسل برطانیہ

عزیز گرامی مولانا محمد الیاس فیصل سلمہ نے وقت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے نہایت محنت اور عرق ریزی سے ایک علمی شاہکار ”نمازِ پیغمبرؐ“ کے نام سے ترتیب دیا ہے۔
بحمد اللہ یہ کتاب اپنی جگہ جہاں وقت کی ایک پکار ہے وہاں علمی سرمایہ اور ایک نہایت ہی مستند مجموعہ ہے۔

اس میں ہر مسئلہ پر تحقیق و تبلیغ پیش کی گئی ہے۔ استدلال کی قوت کو ہر جگہ ملحوظ رکھا گیا ہے قابل بحث مسائل کو نہایت متانت اور سنجیدگی سے نکھار کر پیش کیا گیا ہے۔ زبان علمی ہونے کے باوجود سلیس ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ، اس علمی سرچشمہ سے سیراب ہو سکیں گے دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم اس کتاب کو عوام و خواص کے لئے نافع اور فاضل مؤلف کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

(یہ کلمات حرم مکی میں بیٹھ کر لکھے گئے)

۲۶ شعبان ۱۴۰۳ھ

مقبول احمد

(۱) خطیب و مفتی مرکزی جامع مسجد کلاں سکوسکاٹ لینڈ

(۲) صدر اسلامک شریعت کونسل برطانیہ

کچھ کتاب کے بارے میں

ضرورت کتاب :- ایک عرصہ سے اردو زبان میں ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ جس میں نماز مسنون سے متعلق آیات و احادیث کو یکجا جمع کر دیا جائے تاکہ :-
۱۔ عوام و خواص کے ذہن میں پیدا ہونے والے اور پیدا کئے جانے والے شبہات رفع ہو سکیں۔

۲۔ نماز کے اہم مسائل اور دلائل سے ہر نمازی واقف ہو سکے۔
۳۔ نماز کے ہر رکن کی ادائیگی کے وقت جب ذہن میں یہ تصور ہو کہ پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ایسا کر رہا ہوں تو خشوع و خضوع میں اضافہ ہوگا۔
انداز کتاب :- کتاب کا انداز خالص علمی ہے، ہر مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل کا بھی ذکر ہے کتاب کی ترتیب میں تفسیر و حدیث و دیگر علوم کی تقریباً ایک صد کتب سے مدد لی گئی ہے۔ بعض اختلافی مسائل کی تشریح و توضیح اور دلائل کا موازنہ حاشیہ میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ حدیث کی کتاب کا حوالہ دیتے وقت صفحہ نمبر درج کرنے کے بجائے متعلقہ باب کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ مختلف ایڈیشنوں میں بوقت رجوع آسانی ہو۔ عربی عبارات کا ترجمہ با محاورہ کیا گیا ہے، قاری کی آسانی کے لئے مضامین کے اصلی و فرعی عنوانات قائم کر دیئے گئے ہیں اور ہر پرچہ کو نمبر وار بیان کیا گیا ہے۔

مشمولات کتاب :- کتاب کا آغاز پانی سے متعلق مسائل سے ہوتا ہے پھر وضو اور غسل کے مسائل، اوقات نماز، اذان، نماز کے اہم مسائل اور صلوٰات خمسہ کے علاوہ دیگر فرض کفایہ، مسنون، و نقل نمازوں کا ذکر بھی آگیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اپنے موضوع میں کافی حد تک جامع ہے۔

احادیث کتاب سے متعلق ایک تجزیہ ایک تنبیہ

اس کتاب میں کل اکیس قرآنی آیات اور تین سو دس احادیث و آثار وارد ہیں، جن میں سے ایک سو سینتالیس احادیث صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف کی ہیں جبکہ اٹھاسی احادیث صحاح ستہ کی دوسری چار کتب (سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) سے لی گئی ہیں اور باقی پچترہ، احادیث دیگر معتبر کتب حدیث، موطا امام مالک، سنن بیہقی اور طحاوی وغیرہ) سے نقل کی گئی ہیں، گویا نصف سے زائد احادیث تو صحیح بخاری و صحیح مسلم کی ہیں، اور بقیہ احادیث کو نقل کرنے میں بھی صحت و ثبوت کا اہتمام کیا گیا ہے، بلکہ بیشتر احادیث کے ساتھ حضرات محدثین کا تبصرہ بھی نقل کر دیا گیا ہے، کہ یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے۔ اس تحقیق و تجزیہ کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے دوران احادیث کی صحت و ثبوت کے بارہ میں قاری کا ذہن مطمئن ہوگا، دوسرا بعض لوگوں کی اس غلط فہمی کا مداوا بھی ہوگا جو انہوں نے احادیث نبویہ کے بارہ میں پھیلا رکھی ہے کہ بلا تحقیق ہر اس حدیث کو ضعیف کہہ دیتے ہیں، جو ان کے مرنومہ موقف کے خلاف ہو۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

فرض مسلم

ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے کہ عقیدہ توحید و رسالت کو صحیح معنی و مفہوم کے ساتھ اپنائے رہے، نیز زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق اسلامی تعلیمات سیکھے اور اپنی زندگی کو اس نظام الہی کے مطابق گزارے، دوسروں کو اس کی دعوت دے، اور اس نظام کے عملی قیام اور غلبہ کے لئے انفرادی و اجتماعی کوشش کرتا رہے۔

زندگی کے رہنما اصول

یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ مسلمان کی یہ پوری زندگی کن اصولوں کی پابند ہو۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُطِيعُوا أَمْرًا مِنْكُمْ
فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ٥ (النساء ٥٩)

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے اہل اختیار کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لیا کرو، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ

اس آیت کے ذیل میں امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ ”دین کی سمجھ رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ شریعت کی چار بنیادیں ہیں۔ نمبر ۱: قرآن کریم، نمبر ۲: سنت مطہرہ، نمبر ۳: اجماع، نمبر ۴: قیاس، اَطِيعُوا اللَّهَ سے مراد قرآن کریم ہے۔ اَطِيعُوا الرَّسُولَ سے سنت مطہرہ ہے۔ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے اور ”فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ“ سے معلوم ہوا کہ قیاس حجت شرعیہ ہے لہ

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں

وَاتَّفَقَ جَمَهُورُ الْعُلَمَاءِ أَنَّ هَذِهِ هِيَ أَصُولُ الدَّلِيلَةِ وَإِنْ خَالَفَ بَعْضُهُمْ فِي الْإِجْمَاعِ وَالْقِيَاسِ لَا أَنَّهُ شُدُّوْذِيَّةٌ
جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بنیادی دلائل یہی چار ہیں گو کہ اجماع و قیاس میں بعض کو اختلاف ہے، لیکن اس اختلاف کی حیثیت شد و ذ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔“

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں

حضرات غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تقلید شخصی کے عنوان کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

عام رائے کے مطابق دین کے اصول چار ہیں۔ قرآن و حدیث اجماع امت، قیاس مجتہد سب مقدم قرآن شریف ہے پھر عَلٰی سَبِيلِ الْمَرَاتِبِ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے علم لغت

قواعد صرف و نحو و علم معانی بیان، اصول فقہ، وغیرہ ذریعے ہیں جو مسئلہ قرآن وحدیث سے بطریق مذکورہ ہماری سمجھ ناص میں نہ مل سکے۔ تو بس مسئلہ پر تمام امت کا اجماع ہوگا وہ قابل عمل ہے اور جو مسئلہ اس طرح بھی نہ مل سکے اس میں کسی مجتہد کا قیاس دبشرائط اصول فقہ جن کا ذکر آگے آتا ہے قابل عمل ہوگا۔ لہ

ذیل میں اختصار کے ساتھ ہر ہر دلیل کی تشریح کی جاتی ہے۔

①- قرآن

یہ وہ ضابطہ حیات ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی دنیوی و اخروی کامیابی کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا۔ جن لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کو اس کے مطابق گزارا انھیں متیقن کا لقب دیا گیا۔

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔ (البقرہ ۲۰)

یہ کتاب کہ جس میں کوئی شبہ نہیں۔ متیقن کے لئے ہدایت ہے۔

مسلمان کی زندگی کے تمام معاملات میں قرآن کریم کو اولین اور بنیادی حیثیت حاصل ہے

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ۔ (شوریٰ ۱۰۱)

اور جس چیز میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔

②- حدیث شریف

حدیث سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و معمولات ہیں نیز حضرات صحابہ کے وہ اعمال جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہوئے ہوں اور آپ نے اس پر کسی قسم

وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (النجم ۴۲)

اور وہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں نہیں کرتے، ان کا تو تمام تر کلام وحی ہی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

وحی قرآن اور وحی حدیث میں یہ فرق ہے کہ قرآن کریم کے مفہایم والفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں، جب کہ حدیث میں صرف مفہوم و معنی کی وحی ہوتی تھی جس کا اظہار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و معمولات سے ہوتا تھا۔ مختصر الفاظ میں قرآن کو وحی جلی اور حدیث کو وحی خفی کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں بعض مسائل کا ذکر تفصیلاً ہے۔ بعض کا اجمالاً اور بعض مسائل وضاحت سے بیان ہوئے ہیں جب کہ بعض کا ذکر اشارات میں ہوا ہے تو حدیث میں قرآنی علوم و معارف کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل ۴۴)

اور ہم نے آپ پر یہ نصیحت نامہ اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو کھول کر ظاہر کر دیں جو ان کے پاس بھیجا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حدیث شریف کے دلیل و حجت ہونے کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ (الحشر ۷)

اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لیا کریں اور جس سے وہ تمہیں روک دیں رک

جایا کریں۔

الغرض معلوم ہوا کہ قرآن و سنت ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں یہی وجہ ہے کہ مسلمان قرآن کے ساتھ سنت کو بھی حجت و دلیل مانتا ہے کہ اسی عقیدہ میں اس کی ہدایت و نجات کا راز ہے اور قرآن و سنت میں سے کسی ایک کی صحت کا انکار گمراہی اور تباہی کا باعث ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا، كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّتِي (حاکم)
میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جن کو تمھارے رکھنے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں
ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری سنت۔

(۳) اجماع

علماء و فقہاء اہل سنت کا کسی مسئلہ میں متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے، واضح رہے اجماع کا
مرتبہ قرآن و سنت کے بعد ہے۔ اجماع کا تعلق ایسے نئے مسائل سے ہے جن کے اصول و قواعد
قرآن و سنت میں ذکر ہوں، لیکن تفصیلات اور کیفیت کا تعین نہ ہو یا پھر ایک ہی مسئلہ کی
کیفیت میں مختلف قسم کے نصوص وارد ہوں اور ناسخ منسوخ کا تعین نہ ہو تو شواہد و قرائن
کی روشنی میں علماء اہل سنت ایک جانب کو متعین کر دیتے ہیں، جیسے تکبیرات جنازہ کی تعداد
میں اختلاف تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں چار تکبیروں پر حضرات صحابہؓ کا اجماع
ہو گیا۔

(الف) اجماع کی حجیت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ تُولِهِ مَا نُوَلِّيْ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ (النساء، ۱۱۵)

اور جو کوئی بعد اس کے کہ اس پر ہدایت کی راہ کھل چکی ہے، رسول کی مخالفت
کرے گا اور مؤمنین کے رستہ کے علاوہ کسی اور رستہ کی پیروی کرے گا، ہم اسے کرنے
دیں گے جو کچھ وہ کرتا ہے اور پھر ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

(ب) ارشاد نبوی ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ..... أَنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعہ پر ہوتا ہے جو جماعت سے نکل گیا، وہ جہنم میں ڈال دیا گیا۔
 (ج) ابن قیم فرماتے ہیں:-

وَكَمْ يَزُلُ أَيْمَةُ الْإِسْلَامِ عَلَى تَقْدِيمِ الْكِتَابِ عَلَى السُّنَّةِ،
 وَالسُّنَّةُ عَلَى الْإِجْمَاعِ، وَجَعَلَ الْإِجْمَاعُ فِي الْمَرْتَبَةِ الثَّالِثَةِ لَهُ
 ہمیشہ سے تمام ائمہ اسلام کا یہی مذہب رہا ہے کہ قرآن کا درجہ سنت سے پہلے ہے
 اور سنت کا مقام اجماع پر مقدم ہے اور اجماع تیسرے نمبر پر ہے۔
 (د) خود علامہ وحید الزمانؒ لکھتے ہیں:-

وَالْإِجْمَاعُ الْقَطْعِيُّ حُجَّةٌ وَمُنْكَرٌ كَافِرٌ لَهُ
 کہ اجماع قطعی حجت اور دلیل ہے اور جو شخص اس کو حجت نہ مانے وہ کافر ہے۔

④ قیاس (چوتھی بنیاد)

دو چیزوں میں ظاہری یا معنوی برابری کرنے کو قیاس کہتے ہیں۔ وہ یوں کہ ایک نیا مسئلہ یا اس کی کوئی نئی صورت و کیفیت پیدا ہو جائے جس کا ذکر قرآن و سنت میں نہیں ہے البتہ اس کے مشابہ ایک اور مسئلہ مذکور ہے۔ تو اس نئے مسئلہ کو اس سابقہ مسئلہ پر قیاس کر کے اس پر بھی وہی حکم لگائیں گے جیسے کوئی نیا نشہ آور مشروب یا کھانا تیار کیا گیا ہو تو اس کا تذکرہ

شراب نشہ آور ہے لہذا یہ مشروب بھی حرام ہے چونکہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ گویا نئی نشہ آور چیز کو سابقہ نشہ آور چیز پر قیاس کر کے اس پر بھی وہی حکم لگا دیا گیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی نئے حکم کو ثابت کرنے کا نام قیاس نہیں بلکہ قرآن و سنت میں پہلے سے موجود حکم کو ظاہر کرنے کا نام قیاس ہے۔ حضرات فقہاء کی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ قیاس منظر حکم ہے مثبت حکم نہیں ہے۔

۲۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قیاس کا براہ راست تعلق قرآن و سنت سے ہے۔

۳۔ نیز معلوم ہوا کہ جو مسائل قرآن و سنت و اجماع سے ثابت ہیں ان میں قیاس نہیں چلتا

(الف) دلیل قرآنی: قرآن کریم میں قیاس کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے کہ فَإِنْ تَنَادَعْتُمْ

فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ۔ الآیۃ (النساء، ۵۹)

پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی

طرف لوٹا لیا کرو۔

اس کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں کہ "اس سے مراد یہ ہے کہ نئے پیش آنے والے مسئلہ کو قرآن سے ثابت شدہ مسئلہ کی طرف لوٹانا، جب دونوں میں مناسبت و مشابہت ہو، لہذا ثابت ہوا کہ قیاس حجت شرعیہ ہے۔"

(ب) دلیل نبوی: عہد نبوی میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ نے بوقت ضرورت قیاس کیا۔ اختصار کے پیش نظر ذیل میں ایک ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو خشم کا ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ "میرا مسلمان باپ بوڑھا ہے، سفر کی طاقت نہیں رکھتا

اولاد میں سب سے بڑے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا، اگر تمہارے والد پر کوئی قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کر دیتے تو کیا یہ قرض اس کی طرف سے ادا ہو جاتا؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر اس کی طرف سے حج بھی ادا کر لو۔ (نسائی)

(اس مثال میں آپؐ نے حج بدل کی ادائیگی کو قرض کی ادائیگی پر قیاس کیا باہمی مشابہت کی وجہ سے)

۲۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو پوچھا: اگر کوئی فیصلہ کرنا پڑا تو کیسے کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔

اگر کتاب اللہ میں نہ ملا تو پھر؟ سنت رسولؐ سے فیصلہ کروں گا۔

اگر سنت رسولؐ اللہ میں نہ ملا تو پھر؟ اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کر کے فیصلہ کروں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ترتیب اور اس جواب سے خوش ہو کر حضرت معاذؓ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے رسول اللہ کے نمائندہ کو ایسی چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(ج) دلیل اجماعی: ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

الصَّحَابَةُ أَوَّلُ مَنْ قَاسُوا وَاجْتَهَدُوا فَالصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
مَثَلُوا الْوَقَائِعَ بِنُظَائِرِهَا وَشَبَّهُوا بِأَمْثَالِهَا وَرَدُّوا بِبَعْضِهَا إِلَى
بَعْضٍ فِي أَحْكَامِهَا وَفَتَحُوا لِلْعُلَمَاءِ بَابَ الْاجْتِهَادِ وَنَهَجُوا لَهُمْ طَرِيقَهُ
حضرات صحابہؓ نے سب سے پہلے قیاس اور اجتہاد کیا، ملتے جلتے واقعات کے حکم کو ایک

دوسرے کی طرف لوٹا دیا اور علماء کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھول دیا اور اجتہاد کا طریق کار متعین کر دیا۔
گذشتہ سطور سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ قرآن کریم سنت نبوی، اجماع امت اور قیاس فقہیہ، بالترتیب دلائل شرعیہ ہیں۔ ان سب کے باوجود بعض معتزلہ، بعض شیعہ، بعض ظاہریہ (اور اس دور میں ان کے افکار کے علمبردار) قیاس کو دلیل نہیں مانتے۔ ابن خلدونؒ نے اس مسئلہ میں جمہور اہل اسلام سے علیحدہ راہ اختیار کرنے والے جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہی ہیں۔

(الف) علم فقہ کا تعارف: دلائل شرعیہ کے مختصر ذکر کے بعد:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ سطور میں علم فقہ کا مختصر تعارف کر دیا جائے۔ نیز فقہ حنفیؒ کا انداز ترتیب و تدوین، فقہ حنفی کے علمی مآخذ اور امام ابو حنیفہ کا بلند پایہ علمی مقام واضح کیا جائے۔ اس سے بہت سی غلط فہمیوں کو ختم کرنے میں مدد ملے گی چونکہ بعض سطحی علم اور ظاہری انداز فکر رکھنے والے لوگ مختلف غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔

گذشتہ صفحات سے معلوم ہو گیا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک شرعی دلائل قرآن و سنت، اجماع و قیاس ہیں۔ مسلمان کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل و احکام کو انہی دلائل کی روشنی میں مرتب و مدون کر دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان دلائل کا ذکر بھی موجود ہے اس مرتب و مدون مجموعہ کا نام علم فقہ ہے۔ فقہ کی تعریف سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔

الْفَقْهُ عِلْمٌ بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ مِنْ أَدْلَتِهَا التَّفْصِيلِيَّةِ.

(فوائد الرحموت شرح مسلم الثبوت)

کہ دلائل تفصیلیہ (قرآن، سنت، اجماع، قیاس) سے مسائل شرعیہ کو جاننا فقہ ہے، اس تفصیل کے بعد یہ غلط فہمی رفع ہو گئی کہ فقہ کوئی الگ اور زائد چیز ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ مشہور غیر مقلد عالم جناب وحید الزمانؒ نے علم فقہ کو تمام علوم سے

اعلیٰ وافضل قرار دیا ہے۔ وہ اپنی فقہ کی مشہور کتاب نزول الابرار کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”وَبَعْدُ فَإِنَّ أَعْلَى الْعُلُومِ قَدَرًا وَأَجَلًا عَزًّا وَفَخْرًا عِلْمُ الْفَقْهِ

الْمُسْتَنْبِطِ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَإِنَّهُ عَنِ مَكَايِدِ الشَّيْطَانِ جُسَّةٌ لَهُ

کہ علم فقہ تمام علوم میں اعلیٰ و ارفع اور عظیم المرتبت علم ہے جو قرآن و سنت سے مستنبط و ماخوذ ہے اسلئے کہ یہ علم شیطانی تدبیروں کے مقابلہ میں ڈھال کا کام دیتا ہے۔

(ب) فقہ حنفی کا انداز ترتیب و تدوین:

امام ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہاء حنفیہؒ نے فقہ کی تدوین میں جس سہری ترتیب کو بطور اصول پیش نظر رکھا ہے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ

”سب سے پہلے میں قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہوں جو چیز قرآن کریم میں نہ ملے اس کو سنت سے اور ان آثار سے لیتا ہوں جو سند صحیح کے ساتھ منقول ہیں۔ اگر کتاب سنت میں کوئی مسئلہ نہ ملے تو حضرات صحابہؓ کے اقوال کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ان کے اقوال سے باہر نہیں جاتا، حضرات صحابہؓ کے بعد جب تابعین کی باری آتی ہے۔ تو مجھے بھی اختیار ہے کہ میں اجتہاد کروں۔“

کتب ابو جعفر الی ابی حنیفہ: وَيَقُولُ بَلَّغْنِي أَنَّكَ تَقْدِمُ الْقِيَاسَ عَلَى الْحَدِيثِ

فَرَدَّ عَلَيْهِ قَائِلًا لَيْسَ الْأَمْرُ كَمَا بَلَغَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّمَا أَعْمَلُ أَوَّلًا

بِكِتَابِ اللَّهِ، ثُمَّ بِسُنَّةِ رَسُولِهِ ثُمَّ بِأَقْضِيَةِ الْخُلَفَاءِ الْأَسْبَعَةِ ثُمَّ

بِأَقْضِيَةِ بَقِيَّةِ الصَّحَابَةِ - ثُمَّ قَيْسٌ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا اخْتَلَفُوا. ۳۰

عباسی خلیفہ ابو جعفر نے امام ابو حنیفہؒ کو لکھا ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں؟“ امام نے جواب میں لکھا ”اے امیر المومنین آپ کو جو افواہ پہنچی ہے وہ حقیقت نہیں۔ میں اولاً کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں۔ پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتا ہوں پھر خلفاء اربعہ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اگر پھر بھی مطلوبہ حکم نہ ملے تو بقیہ صحابہؓ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اس کے بعد والے مرحلہ میں اگر اختلاف ہو تو پھر میں قیاس سے کام لیتا ہوں۔

اس قسم کے ایک اور پروپیگنڈہ کو رد کرتے ہوئے امامؒ فرماتے ہیں۔
 كَذَبَ وَاللّٰهِ، وَافْتَرَى عَلَيْنَا مَنْ يَقُولُ عَنَّا اِنَّا نَقْدِمُ الْقِيَاسَ عَلَى
 النَّصِّ وَهَلْ يَحْتَاجُ بَعْدَ النَّصِّ اِلَى قِيَاسٍ؟^۱
 اللہ کی قسم وہ جھوٹ کہتا ہے اور ہم پر بہتان باندھتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہم نص پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں اور نص کے بعد پھر قیاس کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟
 اس طرح امام ابو حنیفہؒ اور وہ کو بھی اسی انداز کی دعوت دیتے ہیں اور کتاب سنت کی موجودگی میں رائے زنی سے روکتے ہیں۔

وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ بِرَأْيِهِ مَعَ كِتَابِ اللَّهِ وَلَا مَعَ سُنَّةِ رَسُولِهِ
 وَلَا مَعَ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ وَأَمَّا مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ فَتَخَيَّرُوا مِنْ أَقْوَابِهِمْ
 أَقْرَبَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ أَوْ إِلَى السُّنَّةِ وَتَجْتَهِدُوا وَمَا جَاوَزَ ذَلِكَ
 فَأَلْجَأْتَهُمْ بِالرَّءْيِ لِمَنْ عَرَفَ الْإِخْتِلَافَ وَقَاسَى بِهِ
 کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کتاب اللہ، سنت رسولؐ اور اجماع صحابہؓ کی موجودگی میں اپنی

رائے سے کوئی بات کہے، البتہ جب حضرات صحابہؓ سے مختلف اقوال منقول ہوں تو ہم وہ قول منتخب کرنے کی کوشش کریں گے جو قرآن و سنت کے زیادہ قریب ہو اور ان کے علاوہ (تابعین کے) اختلاف کی صورت میں اجتہاد کیا جائے گا۔ جو اجتہاد کا اہل ہو۔

اس تفصیل سے فقہ حنفی کا انداز اور طریق کار بالکل واضح ہو گیا اور ان افواہوں کی حقیقت بھی سامنے آگئی جو امت مسلمہ میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے کے لئے پھیلانی گئیں ہیں۔

فقہ حنفی کے علمی ماخذ

کوفہ میں پندرہ سو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تشریف لائے جن کے علوم کوفہ میں پھیلے۔ اس طرح کوفہ مرکز علوم کتاب و سنت بن گیا۔ ابن سعد نے طبقات میں جن مشہور حضرات صحابہؓ کے نام ذکر کئے ہیں۔ ان حضرات میں: علی رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعد بن زید رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، ابوقنادہ رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ انصاری رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، برابر بن عاذب رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان سب حضرات کے علوم کوفہ اور گرد و نواح میں پھیلے جب کہ اہل کوفہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی رنگ خوب چڑھا۔ کوفہ کے سات بڑے علماء و فقہار آپ ہی کے شاگرد ہیں جن میں حضرت علقمہ بن قیس نخعی المتوفی ۶۲ھ سب سے نمایاں ہیں۔ حضرت علقمہ کے بعد یہ علمی قیادت حضرت ابراہیم نخعی کے سپرد ہوئی جنہیں علماء و فقہار کوفہ کی زبان کا لقب دیا گیا حضرت ابراہیمؒ کے بعد حضرت حماد اس منصب پر فائز ہوئے تا آنکہ ۱۵۱ھ میں امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی اسلوب کو عروج پر پہنچا دیا۔ کوفہ کے اہم علمی مرکز ہونے کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ امام حاکم نے اپنی کتاب "معرفۃ الحدیث" میں مشہور علماء تابعین و تبع تابعین کا ذکر کیا ہے، جو اس

قابل ہیں کہ مشرق و مغرب سے آکر ان سے علوم حدیث پڑھا جائے۔ اس میں مدینہ منورہ کے
۲۱ مکہ مکرمہ کے ۲۱ اور کوفہ کے ۲۱ علماء کا ذکر کیا ہے۔ ۱۷

امام ابو حنیفہ کا علمی مقام

(الف) گذشتہ سطور سے کوفہ کی علمی مرکزیت واضح ہوئی، نیز کہ اس میں کس قدر جلیل القدر علماء
موجود تھے۔ امام بخاریؒ کے استاذ یحییٰ بن آدمؒ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے شہر کے علوم حدیث
کا پورا ذخیرہ جمع کر لیا تھا اور اس میں آپ کی مخصوص توجہ ان احادیث کی طرف ہوتی تھی جن کا
تعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی سے ہوتا۔ ۱۸

(ب) خود امام ابو یوسفؒ اپنا ذاتی تجربہ نقل کرتے ہیں کہ جب امام ابو حنیفہؒ کسی مسئلہ کا حکم
بتا دیتے تو میں کوفہ کے دیگر علماء کے پاس جاتا کہ اس حکم میں ان کے پاس کیا دلیل ہے؟ اگر
دو تین حدیثیں مزید مل جاتیں اور حضرت امام کی خدمت میں عرض کرتا تو آپ فرماتے کہ فلاں
حدیث صحیح نہیں، فلاں حدیث غیر معروف ہے اور اس لئے میں نے ان کا ذکر نہیں کیا تھا، ایک
دفعہ میں نے عرض کیا کہ آپ کو ان تفصیلات کا کیسے علم ہے، حالانکہ یہ تو آپ کے فتویٰ کی تائید
میں ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ اصل میں کوفہ کے علم کا مجموعہ میرے پاس ہے۔ ۱۹

(ج) امام ابو حنیفہؒ نے صرف اہل کوفہ کے علوم پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ
منورہ کے علماء سے بھی استفادہ کیا خصوصاً سفر ہائے حج کے دوران، واضح رہے کہ آپ نے
زندگی میں ۵۵ دفعہ حج کیا۔ ۲۰

۱۷ محمد عوامۃ اثر الحدیث الشریف ص ۸۷ مطبوعہ محمد ہاشم

۱۸ ص ۸۶ ص ۸۸

۱۹ اثر الحدیث الشریف ص ۸۸ مطبوعہ محمد ہاشم

۲۰ محمد عوامۃ: اثر الحدیث الشریف ص ۸۵ ص ۸۹ مطبوعہ محمد ہاشم

(۵) یہی وجہ ہے کہ علامہ صاغی نے عقود الجمان میں اور ابن حجر نے "الانحزات لحسان" میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ کو شمار کیا گیا تو ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔
علم حدیث میں امامؒ کے اس بلند پایہ مقام کے ذیل میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہ کی حقیقت بھی بیان کر دی جائے کہ "امام ابو حنیفہؒ کو سترہ احادیث یاد تھیں"۔
۱۔ جو شخص دیانت دارانہ طور پر امام کی حیات اور ان کی تعلیمات کو پڑھے وہ اس شبہ کی کثافت کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔

۲۔ امام کے شاگردوں نے پندرہ مسانید مرتب کئے ہیں جن میں خاص طور پر امام صاحب کی مرویات جمع کی گئی ہیں۔ گو کہ اس مناسبت سے بعض دیگر حضرات کی مرویات بھی شامل کر لی گئی ہیں پھر خوارزمیؒ نے ۶۶۵ھ ان تمام مسانید کو یکجا کر کے اس مجموعہ کا نام "جامع المسانید" رکھا اور وہ طبع شدہ ہے۔

۳۔ امامؒ کے اساتذہ کی تعداد ۴۰۰۰ چار ہزار ہے اگر ہر استاد سے ایک ایک حدیث بھی حاصل کی ہو تو آپ کی مرویات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ (الزامی جواب)
امام کے مجتہد ہونے پر امت کا اجماع ہے، یہ کیونکر ممکن ہے کہ علماء امت ایک ایسے شخص کو مجتہد مان لیں جس کا علمی سرمایہ ۱۷ احادیث ہوں۔

امام ابو حنیفہؒ کی علمی و فقہی مجلس مشاورت

اس عظیم مجلس مشاورت کی تفصیلات ڈاکٹر سبائیؒ نے السنۃ میں ابو زہرہؒ نے کتاب "ابو حنیفہؒ" میں اور ڈاکٹر مصطفیٰؒ نے "الائمۃ الاربعۃ" میں بیان کی ہیں، مختصراً یہ کہ امام ابو حنیفہؒ نے تدوین فقہ میں اپنے ذاتی علوم پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ چالیس چوٹی کے علماء پر مشتمل ایک مجلس قائم کی، جس میں ہر ہر مسئلہ پر تفصیلی گفتگو ہوتی اور پھر آخر میں جو حکم دلائل سے

ثابت ہو جاتا اس کو لکھا جاتا۔ حتیٰ کہ بھی ایک مسئلہ پر نین میں دن بحث و محیس ہوئی رہی، پیر
اس قدر احتیاط تھی کہ اگر ایک رکن بھی موجود نہ ہوتا تو اس کا انتظار کیا جاتا اور اس سے
مشورہ کر کے مسئلہ کو آخری شکل دی جاتی اس مجلس میں اس دور کے بڑے بڑے مفسرین
محدثین و فقہاء شامل تھے۔

آخر میں اس جملہ پر ہم اس موضوع کو مکمل کرتے ہیں کہ جس فقہ حنفی کی بنیاد قرآن
و سنت اجماع و قیاس ہوں جس کی تدوین میں ایسے جلیل القدر علماء شامل ہوں، ہر ہر مسئلہ میں
اس قدر غور و خوض و احتیاط سے کام لیا گیا ہو اور خیر القرون میں جس کی تدوین مکمل ہوئی ہو جسے
اللہ رب العزت نے مشرق و مغرب عرب و عجم میں شرف قبولیت سے نوازا ہو، وہ اپنی افادیت
اور بقا میں کسی تصدیق و تحسین کسی حمد و ثناء کی محتاج نہیں اور نہ ہی کسی کی تائید یا تردید سے اس
کے جمال میں کچھ فرق آئے گا۔

اجتہاد و تقلید

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انتہائی اختصار کے ساتھ اس اہم مسئلہ کی توضیح کر دی جائے
سب سے پہلے اجتہاد کی تعریف، اجتہاد کی شرائط، تقلید کی تعریف، عوام کا مسئلہ؟ قرآن و سنت
اجماع امت، دلائل عقلیہ اور اسلاف امت کے ارشادات کی روشنی میں اس مسئلہ کا معتدل
حل اور بصورت دیگر راہ اعتدال چھوڑنے کے مفاسد کا ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

اجتہاد کی تعریف

لغت میں اجتہاد کا مادہ "ج، د، ہ" ہے ج کے پیش اور زبر کے ساتھ طاقت، کوشش

۱۔ البوزہرہ "الوجہیفہ" ص ۲۱۳ دار الفکر العربی

السباعی "السنة ومكانتها" ص ۴۴ المکتب الاسلامی

الشبکیة "الائمة الاربعة" ص ۶۵ دار الکتب المصری

علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں۔

الْإِجْتِهَادُ بَذْلُ الْوُسْعِ فِي طَلَبِ الْأَمْرِ وَالْمُرَادِ بِهِ رَدُّ الْقَضِيَّةِ مِنْ

طَرِيقِ الْقِيَاسِ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ۱

اجتہاد کہتے ہیں کہ کسی چیز کی تلاش میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنا اور اس سے مراد

یہ ہے کہ کسی مسئلہ کو قیاس کے واسطے سے کتاب و سنت کی طرف لوٹانا۔

امام غزالیؒ اصطلاحی تعریف کرتے ہیں کہ

الْإِجْتِهَادُ بَذْلُ الْمُجْتَهِدِ وَسَعَهُ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ بِأَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ ۲

احکام شریعت کا علم حاصل کرنے کے لئے مجتہد کا اپنی توانائیوں کو صرف کرنا اجتہاد

کہلاتا ہے۔

اجتہاد کی شرائط

اس موضوع پر بہت سے علماء و اسلاف امت نے تفصیلاً بحث کی ہے۔ علامہ مدنیؒ

نے احکام میں امام غزالیؒ نے المستصفیٰ میں ابن خلدونؒ نے مقدمہ میں شرائط اجتہاد کا ذکر کیا

ہے۔

یہ ایک انتہائی اہم پہلو ہے، جسے بعض لوگ نظر انداز کئے ہوئے ہیں، حالانکہ جس

عالم و فقیہ میں اجتہاد کی تمام شرائط موجود ہوں وہی اس کا اہل ہے، جیسے کہ نماز کی شرائط میں

سے ایک شرط با وضو ہونا ہے اگر کوئی شخص بلا وضو نماز پڑھے تو ایسی نماز صحیح اور مقبول تو

کجا؟ الٹا اس کی تباہی کا باعث ہوگی، یوں ہی معاملہ ہے اس شخص کا جو اجتہاد کے سمندر میں

۱۔ الزبیدی تاج العروس ج ۲ ص ۳۳۰

۲۔ المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۷۸ مکتبۃ البجندی مصر

ذیل میں علامہ شوکانی کی بیان کردہ شرائط اجتہاد کو مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔

شرط اول: مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ علوم عربیہ صرف، نحو، بلاغت وغیرہ پر عبور رکھتا ہو، عربی زبان کے نشیب و فراز، اسلوب بیان سے واقف ہو، چونکہ قرآن و سنت جو کہ اجتہاد کی بنیاد ہیں عربی زبان میں ہیں (ملخص) اے

شرط دوم: علوم قرآن میں مہارت رکھتا ہو، خصوصاً تفسیر منقول، اسباب نزول، علم نسخ و منسوخ سے بخوبی واقف ہو۔ ۷

مشرط سوم: علوم حدیث پر دسترس ہو، علوم حدیث کی اصطلاحات، علم اسماء الرجال سے واقف ہو اور اپنے زمانہ کے وسائل کے مطابق اسے ان تمام احادیث کا علم ہو جو متعلقہ مسائل میں وارد ہوئی ہیں۔

شرط چہارم: جن مسائل پر علماء رامت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ان سے واقف ہوو۔
اور یہ سب اس لئے کہ اگر اس کو یہی معلوم نہ ہو کہ کونسا حکم قرآن و سنت میں منصوص
ہے کونسا نہیں؟ نیز کس کس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو چکا ہے تو خطرہ ہے۔ وہ منصوص اور متفقہ
مسائل میں بھی اجتہاد کرنے لگے۔ حالانکہ اجتہاد کا تعلق صرف ایسے مسائل کے ساتھ ہے جو قرآن
و سنت و اجماع میں وضاحت و صراحت کے ساتھ مذکور نہ ہوں، علاوہ ازیں اگر وہ قرآن و
سنت کا صحیح فہم نہیں رکھتا تو یقیناً اجتہاد میں غلطی کرے گا۔ کہیں ضعیف احادیث کو بنیاد بنائے گا۔

لے شوکانی ارشاد الفحول ص ۲۵۱ (المقصد السادس فی الاجتهاد)

२५०—

۲۵۱ ص

ρ_1 ρ_2 ρ_3 ρ_4 ρ_5 ρ_6 ρ_7 ρ_8 ρ_9

تو کہیں منسوخ احکام پر فتویٰ دے گا۔

شرط پنجم: اجتہاد واستنباط کے اصول وقواعد جانتا ہو یعنی علم اصول فقہ کا ماہر ہو۔
امام غزالی اور ابن خلدونؒ نے مجتہد کے لئے اس علم کی خصوصی اہمیت کا تذکرہ کیا ہے چونکہ اجتہاد واستنباط کے ساتھ اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔

شرط ششم: اجتہاد چونکہ علمی فقہی اور عقلی کاوش کا نام ہے لہذا ضروری ہے کہ مجتہد اعلیٰ درجہ کا ذہین اور عقلی و فکری صلاحیتوں کا مالک ہو، نیز متقی و پرہیزگار ہو کہ اس کے اجتہاد میں خواہش پرستی کا عمل دخل نہ ہو۔

تقلید کی تعریف

تقلید کی مختلف تعریفات کی جاتی ہیں کچھ تعریفات میں لغوی معنی کا غلبہ ہوتا ہے اور کچھ تعریفات میں مصنف کے ذاتی افکار کا دخل ہوتا ہے۔ حضرات مقلدین جس عقیدہ کے ساتھ مجتہد کی تقلید کرتے ہیں اس کی صحیح ترجمانی سید محمد موسیٰ کی تعریف سے ہوتی ہے۔

التَّقْلِيدُ أَنْ يَتَّعَمِدَ الْإِنْسَانُ فِي فَهْمِ الْحُكْمِ مِنَ الدَّلِيلِ عَلَى غَيْرِهِ
لَا عَلَى نَفْسِهِ لَمْ۔

دوسرے شخص نے جو مسئلہ دلیل کے ساتھ سمجھا ہے اس پر اعتماد کر کے اسے مان لینا اور خود یہ (اجتہادی) کاوش نہ کرنا۔

اس تعریف میں تقلید کا صحیح تصور پیش کیا گیا ہے کہ نمبر ۱ تقلید یقیناً کسی مجتہد کی ہوگی۔ نمبر ۲ اور صحیح مجتہد وہی ہے جو دلائل شرعیہ کی روشنی میں اجتہاد کرے۔ نمبر ۳ مقلد میں چونکہ اجتہاد کی شرائط نہیں لہذا وہ مجتہد کی تحقیق پر اعتماد کر لیتا ہے۔

(۱) عوام کو تہلیل کا حکم: جو شخص عالم ہیں اسے چاہئے کہ عالم سے پوچھ لیا کرے، جو شخص مجتہد نہیں یقیناً اسے مجتہد سے پوچھ کر عمل کرنا چاہئے۔ ارشاد ربانی ہے۔

دلیل نمبر ۱۔ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)

اگر تم خود نہیں جانتے تو ان لوگوں سے پوچھ لیا کرو جو جانتے ہیں۔

علامہ آمدی الاحکام میں فرماتے ہیں: یہ خطاب ہر ہر مکلف کو ہے۔ لہذا جو چیز بھی کسی کو معلوم نہ ہو وہ دوسرے سے سوال کرے۔ لہ

ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ: "علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت سے مراد عوام

ہیں۔ لہ

دلیل نمبر ۲: ارشاد نبوی ہے: عَنْ جَائِزٍ وَفِيهِ إِلَّا سَأَلُوا أَذْلَمُ

يَعْلَمُونَ فَإِنَّهَا شَفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالِ۔ (ابوداؤد)

دلیل نمبر ۳: ج: اجماع امت

اس بات پر علماء امت کا اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے کہ عوام اور ہر غیر مجتہد تقلید

کرے۔

علامہ آمدی فرماتے ہیں کہ: "الْعَامِّي وَمَنْ لَيْسَ لَهُ أَهْلِيَّةُ الْاجْتِهَادِ وَإِنْ

كَانَ مُحَصِّلًا بَعْضَ الْعُلُومِ الْمُعْتَبَرَةِ فِي الْاجْتِهَادِ، يَلْزَمُهُ اتِّبَاعُ

قَوْلِ الْمُجْتَهِدِينَ وَالْأَخْذُ بِقَوْلِهِ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ الْأَصُولِيِّينَ، وَمَنْعَ

ذَلِكَ بَعْضُ الْمُعْتَرِزَةِ الْبَعْدِ ادِّيَيْنِ، وَالْمُخْتَارُ أَنَّهَا هُوَ الْمَذْهَبُ

الْأَوَّلُ يُدَلُّ عَلَيْهِ النَّصُّ وَالْإِجْمَاعُ وَالْمَعْقُولُ..... أَمَّا الْإِجْمَاعُ

فَهَوَانَهُ لَمْ تَزَلِ الْعَامَّةُ فِي نَزَمِنِ الصَّحَابَةِ وَالْأَبْعَيْنِ قَبْلَ حَدُوثِ
الْمُخَالِفِينَ يَسْتَفْتُونَ الْمُجْتَهِدِينَ وَيَتَّبِعُونَ هَمَّ فِي الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ
وَالْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ يُبَادِرُونَ إِلَى إِبَابَةِ سُؤَالِهِمْ مِنْ غَيْرِ إِشَارَةٍ إِلَى
ذِكْرِ الدَّلِيلِ، وَلَا يَنْهَوْنَهُمْ عَنْ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ فَكَانَ إِجْمَاعًا عَلَى
جَوَابِ إِتِّبَاعِ الْعَامِّيِّ لِلْمُجْتَهِدِ مُطْلَقًا ۞

کہ عام آدمی اور ہر وہ شخص جس میں اجتہاد کی اہلیت نہیں گو کہ وہ اجتہاد سے متعلقہ بعض
علوم کو جانتا بھی ہو اس کو مجتہدین کی اتباع اور ان کے فتویٰ پر عمل کرنا لازم ہے محقق علماء اصول
کا یہی نظریہ ہے۔ البتہ بغداد کے بعض معتزلہ ایسی تقلید سے روکتے ہیں۔ ان میں پہلا نظریہ صحیح
ہے جو قرآن و سنت اجماع امت اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہے ...

اجماع امت یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ اور تابعین کے زمانہ میں عوام مجتہدین سے مسائل
پوچھتے اور احکام شرعیہ میں ان کی پیروی کرتے اور علماء بلا تردد ان کے سوالات کا جواب دیتے
اور عوام کو مسئلہ بتاتے وقت وہ دلیل کا ذکر ضروری نہ سمجھتے اور عوام کو اس انداز پر پوچھتے
اور عمل کرنے سے نہ روکتے تھے، تو یہ اجماع ہے کہ بغیر کسی قید کے عوام مجتہد کی اتباع کر سکتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ کا ارشاد

وَالَّذِي عَلَيْهِ جَمَاهِيرُ الْأُمَّةِ أَنَّ الْإِجْتِهَادَ جَائِزٌ فِي الْجُمْلَةِ وَالْمَقْلِيدُ
جَائِزٌ فِي الْجُمْلَةِ لَا يُوجِبُونَ الْإِجْتِهَادَ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ وَيَحَرِّمُونَ الْإِجْتِهَادَ
وَإِنَّ الْإِجْتِهَادَ جَائِزٌ لِلْقَادِرِ عَلَى الْإِجْتِهَادِ وَالْمَقْلِيدُ جَائِزٌ لِلْعَاجِزِ عَنِ
الْإِجْتِهَادِ، فَأَمَّا الْقَادِرُ عَلَى الْإِجْتِهَادِ فَهَلْ يَجُوزُ لَهُ الْمَقْلِيدُ هَذَا
فِي خِلَافٍ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَجُوزُ حَيْثُ عَجَزَ عَنِ الْإِجْتِهَادِ أَمَا لَتَكَاثُرًا

الْأَرَلَةُ دَامًا لَصِيْقِ الْوَقْتِ عَنِ الْإِجْتِهَادِ أَوْ لِعَدَمِ ظُهُورِ دَلِيلٍ لَهُ،
فَإِنَّهُ مِنْ حَيْثُ عَجَزَ سَقَطَ عَنْهُ وَجُوبُ مَا عَجَزَ عَنْهُ وَانْتَقَلَ إِلَى بَدَلِهِ
وَهُوَ التَّقْلِيدُ كَمَا لَوْ عَجَزَ عَنِ الطَّهَارَةِ بِالنِّسَاءِ لَهُ

جمہور علماء امت کا یہی مسلک ہے کہ اجتہاد اور تقلید اپنی اپنی جگہ جائز ہے ہر شخص پر
اجتہاد واجب اور تقلید حرام نہیں، اور ہر شخص پر تقلید واجب اور اجتہاد حرام نہیں، بلکہ جو شخص
اجتہاد کا اہل ہے اس کے لئے اجتہاد جائز ہے۔ اور جو شخص اجتہاد کا اہل نہیں اس
کے لئے تقلید جائز ہے۔ اب یہ کہ جو شخص اجتہاد کا اہل ہے وہ تقلید کر سکتا
ہے یا نہیں، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیح مسلک یہی ہے کہ اس کے لئے بھی تقلید جائز
ہے چونکہ عملاً اس نے اجتہاد نہیں کیا یا تو اس لئے کہ متعلقہ مسئلہ میں وارد شدہ دلائل برابر ہیں
یا قلت وقت کی وجہ سے وہ اجتہاد نہ کر سکا یا اس کو ایک مسئلہ میں خاص دلیل نہیں ملی بہر حال
جب وہ عملاً اجتہاد سے عاجز ہو تو جو چیز اس پر واجب تھی (اجتہاد) وہ ساقط ہو گئی اور اب
وہ اس کے متبادل پر عمل کرے گا اور وہ تقلید ہے جیسے کہ کوئی شخص پانی کے ساتھ وضو
کرنے سے عاجز ہو جائے تو تیمم کرے۔

شاہ ولی اللہ کا ارشاد

حضرت شاہ صاحب عقد الحید میں فرماتے ہیں کہ تقلید دو طرح کی ہے ایک واجب
ہے اور دوسری حرام ہے۔

تقلید واجب یہ ہے کہ جو شخص کتاب و سنت کے علوم سے واقف نہیں، وہ نہ تو
خود مسائل کا حکم تلاش کر سکتا ہے اور نہ ہی استنباط کر سکتا ہے۔ ایسے شخص کی ذمہ داری
یہ ہے کہ وہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ اس مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعلیمات ہیں؟
اور پھر اس پر عمل کرے چاہے یہ مسئلہ کسی نص میں صراحتہً مذکور ہو، یا استنباط شدہ ہو، یا کسی منصوص

حکم پر فیاس کیا گیا ہو۔ اس طرح درحقیقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر ہی عمل پیرا ہے اور اس کیفیت کے صحیح ہونے پر ہر صدی کے علماء کا اتفاق ہے اور اس تقلید صحیح کی علامت یہ ہے کہ مجتہد کے قول پر عمل کرنا مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ سنت کے مطابق ہو اسلئے اگر کہیں یہ مسئلہ سنت کے خلاف نکل جائے تو سنت پر عمل کیا جائے گا اور حضرات ائمہ نے اس کا حکم دیا ہے۔

اور تقلید حرام یہ ہے کہ مجتہد کو یہ سمجھنا کہ وہ ایسے مقام پر فائز ہے کہ غلطی کر ہی نہیں سکتا حتیٰ کہ اگر کوئی حدیث صحیح اس کے مخالف ہو تو پھر بھی مجتہد کی بات کو نہ چھوڑے لہ علامہ وحید الزمانؒ کا ارشاد:

علامہ موصوف بھی عوام کے لئے نفس تقلید کو لازمی قرار دیتے ہیں ہاں اگر کسی مسئلہ میں نصوص کی مخالفت لازم آتی ہو تو ایسے موقعہ پر عمل نہ کرے۔ وہ لکھتے ہیں۔

وَلَا بُدَّ لِلْعَامِّ مِنْ تَقْلِيدِ مُجْتَهِدٍ أَوْ مُفْتًى يَكُونُ
کہ عام آدمی (غیر مجتہد) کے لئے کسی مجتہد یا بڑے عالم کی تقلید ضروری ہے۔

خلاصہ کلام

گذشتہ سطور میں دلائل شرعیہ کی روشنی میں اجتہاد و تقلید کی حقیقت واضح ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

- ۱۔ اجتہاد کرنا دلائل شریعت سے ثابت ہے۔
- ۲۔ جس شخص میں اجتہاد کی شرائط موجود ہوں وہی اجتہاد کا اہل ہے۔
- ۳۔ جو شخص قرآن و سنت سے ناواقف ہیں وہ لازماً مجتہدین پر اعتماد کر کے انکی تقلید

کرے۔

۴۔ جس نے اجتہاد سے متعلقہ کچھ علوم حاصل کئے ہوں مگر مجتہد کی تمام شرائط اس میں نہ ہوں۔ وہ بھی لازماً مجتہدین کی تقلید کرے۔

۵۔ اگر کوئی شخص درجہ اجتہاد کو پہنچ بھی چکا ہو مگر اجتہاد نہ کر سکے تو اس کے لئے بھی تقلید جائز ہے۔

۶۔ عام علماء اور عوام کو مجتہدین کی تقلید سے روکنا معتزلہ کا مذہب ہے۔
۷۔ مجتہد پر اعتماد کر کے اس کی تقلید اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ جو کچھ بتاتا ہے قرآن و سنت کی روشنی میں بتاتا ہے۔
ترک تقلید اور اس کے علمبردار:

گذشتہ صفحات میں دلائل کی روشنی سے واضح کر دیا گیا کہ جو شخص اجتہاد کا اہل ہے اس کے لئے اجتہاد کرنا جائز ہے اور جو اجتہاد کا اہل نہیں ہے اس کے لئے تقلید واجب ہے لیکن اس سب کے باوجود ایک طبقہ اس بات پر مصر ہے کہ جو شخص اجتہاد کا اہل نہیں ہے وہ بھی اجتہاد کرے اور تقلید حرام ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس نظریہ کی حقیقت اور اس کے مقاصد بیان کرنے سے پہلے اس کی تاریخ بیان کر دی جائے۔
۱۔ جمہور علماء امت کے مقابلہ میں معتزلہ اس نظریہ کے علمبردار تھے۔ ۱۔

۲۔ ابن حزم ظاہری کا بھی یہی کہنا تھا ہر عام و خاص اجتہاد کرے اور تقلید مطلقاً حرام ہے۔ ۲۔

۳۔ پھر اس نظریہ کے علمبردار شوکانی اور صنعانی ہیں۔ ۳۔

۱۔ آمدی الاحکام ج ۲ ص ۲۵۰ دار الفکر

۲۔ ابن حزم ۔ ج ۲ ص ۱۶۶ مطبعة السعادة مصر

۳۔ شوکانی "القول المفید" اور دیگر تالیفات۔

۴۔ ظاہر یہ، اور مستتر لہ کے اس طریقے کے علمبردار ہندوپاک میں غیر مقلدین کے نام سے

معروف ہیں۔

عدم تقلید اور اس کی حقیقت

شرائط اجتہاد کے بغیر کسی کا اجتہاد کرنا ایسے ہی ہے جیسے نماز کی شرائط پوری کئے بغیر بلا وضو نماز پڑھنا اور اجتہاد کی اہلیت کے بغیر اجتہاد کرنے کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی جاہل کو وزیر تعلیم اور کسی ان پڑھ کو سپریم کورٹ کا جج بنادینا۔ ایسا ہونا عملاً ناممکن ہے۔ اس لئے دیکھتے ہیں کہ دعوائے عدم تقلید کے باوجود ہر شخص مقلد ہے اور اپنے طبقہ کے عام علماء و ائمہ مساجد کے اقوال کی تقلید کرتا ہے۔

اب اہل سنت و الجماعت اور اس طبقہ کی تقلید میں فرق صرف یہ ہے کہ اہل سنت امام ابوحنیفہؒ اور اس پایہ کے علماء فقہاء و مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں، جن کے امام و مجتہد ہونے پر امت کا اجماع ہے جن کا تعلق خیر القرون سے ہے اور یہ تو ایسے علماء کی تقلید کرتے ہیں جن میں شرائط اجتہاد ہی پوری نہیں جس میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ عام عالم اور امام مسجد جو اجتہاد کا اہل نہیں وہ اجتہاد کرتا ہے اور عوام بھی ایسے شخص کی تقلید کرتے ہیں نہ تو یہ اجتہاد صحیح ہے اور نہ ہی تقلید صحیح ہے ایسے اجتہاد و تقلید کی بابت سید موسیٰ فرماتے ہیں۔

وَأَمَّا اعْتِمَادُ الشَّخْصِ عَلَى نَفْسِهِ وَفَهْمِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ أَهْلًا
لِلْاجْتِهَادِ كَمَا هُوَ أَتَى بَعْضُ النَّاسِ الْيَقِينُ، فَالْخَذُّ بِالنَّشْهَةِ وَاعْتِمَادُ
عَلَى الْهَوَىٰ وَلَيْسَ بِتَقْلِيدٍ وَلَا اجْتِهَادٍ يَلِ

جو شخص اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو اور اپنی ذات اور اپنی سمجھ پر اعتماد کر بیٹھے جیسے کہ آج کل بعض لوگ کرتے ہیں نہ تو یہ تقلید صحیح ہے نہ اجتہاد بلکہ یہ اپنی شہوت کی اتباع اور خواہش پرستی ہے۔

عدم تقلید کے مفاسد

تاریخ کے ہر طالب علم پر یہ حقیقت واضح ہے کہ جس طبقہ نے بھی "قرآن و سنت اجماع و قیاس" کی بابت اہل سنت والجماعت کے منہج کو اختیار کرنے کے بجائے اپنی ذاتی سوچ ذاتی عقل و فہم کو اپنا منہج بنایا۔ ان سے مختلف فتنے نمودار ہوئے۔ اگر معتزلہ نے اپنی عقل پر زیادہ بھروسہ کیا تو کیسے کیسے فتنے نمودار ہوئے۔ اسی طرح اسی منہج کو جب ہندوپاک میں اپنایا گیا تو حسب سابق اس تجربے کے بھی وہی نتائج برآمد ہوئے جسے اس طبقہ فکر کے بانی مخلص زعماء نے محسوس کیا اور برقت اس کی نشاندہی کر دی ذیل میں چند حضرات کے تجربات و ارشادات کو نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالویؒ کا پچیس سالہ تجربہ (مشہور غیر مقلد عالم)

پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق، اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، کفر ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دیندار کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جا رہے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کا بے باک تجزیہ

ایک دفعہ امام غزالیؒ زائد بن احمد کی مجلس میں حاضر ہوئے تو یہ حدیث سنی۔
 «مَنْ حُسِّنَ إِسْلَامُهُ تَزَكَّى مَالًا يَعْجِيهِ» اور فرمایا کہ فی الحال یہی کافی ہے

عقل مند لوگوں کا حال تھا۔ جب کہ آج کل جاہلوں کا ایک گروہ ہے جس کی حدیث دانی کا بیشتر حصہ اس سے عبارت ہے کہ حضرات محدثین و مجتہدین کے اختلافی مسائل میں سے عبادات پر زیادہ زور دیتے ہیں، لیکن روزمرہ زندگی کے معاملات کو یکسر نظر انداز کئے ہوئے ہیں ان کی اتباع کا دار و مدار ان اختلافی مسائل کو ہوا دینے پر ہے۔ اسی لئے یہ لوگ اہل حدیث کے اصل رستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں انھیں معاملات سے متعلق احادیث کا کچھ فہم نہیں ہے ان کی علمی استعداد کا یہ عالم ہے کہ قواعد حدیث کے مطابق وہ حدیث سے ایک مسئلہ کا استنباط بھی نہیں کر سکتے۔ اسی لئے ان کو حدیث پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی اور توفیق کیونکر ہو وہ شیطن کے مکر و فریب کے سبب حدیث پر عمل کرنے اور اس کی اتباع کی بجائے زبانی دعوؤں پر اکتفا کرتے ہیں (کہ ہم اہل حدیث ہیں) ان کے خیال میں دین کا خلاصہ یہی ہے گویا وہ مسلمانوں میں سے پیچھے رہ جانے والے طبقہ کے ساتھ رہ جانا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو بارہا آزمایا ہے ان کے ہر چھوٹے بڑے کا یہی و طیسرہ ہے۔ میں نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ خلص مسلمانوں کے رستہ پر چلتا ہو یا نیک لوگوں کی پیروی کا خواہاں ہو بلکہ ان کو دیکھا ہے کہ کمبختی دنیا کو جمع کرنے میں لگن ہیں، مال جاہ کے لالچی ہیں۔ اس سلسلہ میں انھیں حلال و حرام کی بھی کوئی تیز نہیں ہے۔ ان کا دل اسلام کی چاشنی سے محروم ہے، مسلمانوں کے مسائل و معاملات میں پتھر دل واقع ہوئے ہیں جیسے کوئی کم عقل سرکش ہوتا ہے۔

اَمَلْتُمْ شَحًّا تَأْمَلْتُمْ فَلَاحَ لِيْ اَنْ لَيْسَ فِيْهِمْ فَلَاحُ۔

میں نے ان سے بہت امیدیں وابستہ کی تھیں، پھر غور و خوض کے بعد واضح ہو گیا کہ ان میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

اور جس قوم کے قول و عمل میں تضاد ہو وہ کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے۔ یہ مخلوق کی بہترین ہستی کی باتیں کرتے ہیں لیکن یہ خود مخلوق کے بدترین لوگ ہیں جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے

نوٹھیل جواب دیئے ہیں، لیکن جب خود انھیں وہ کام کرنے پر قدرت ہو جائی ہے تو پھر کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر دل کھول کر وہ کام کرتے ہیں۔

عَجِبْتُ مِنْ شَيْخِي وَمِنْ نُهُلِهِ

وَمِنْ ذِكْرِ النَّاسِ وَأَهْوَالِهَا

يَكُونُ أَنْ يَشْرَبَ فِي فَضْلَةٍ

وَيَسْرِقُ الْفِضْلَةَ أَنْ نَالَهَا

مجھے اپنے شیخ اس کے تقوے اور جہنم کی سختیوں کے تذکرہ پر تعجب ہوتا ہے وہ چاندی کے گلاس میں پانی پینے کو مکروہ گردانتا ہے لیکن موقع مل جائے تو چاندی کے اس برتن کو چوری کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ کیسے اپنے آپ کو یکے موحد (توحیدی) کہتے ہیں اور دوسروں کو مشرک و بدعتی قرار دیتے ہیں۔ نیز یہ بہت متعصب ہیں اور دینی امور میں غلو سے کام لیتے ہیں ان کی ساری محنت اور وقت بے مقصد کاموں میں ضائع ہو رہا ہے۔ یہ خود تنگی میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی پریشان کر رکھا ہے۔ یہ اصول قانون کو چھوڑ بیٹھے ہیں، لہذا صحیح بات قبول کرنے کی استعداد چھن گئی ہے۔ انھوں نے رسالت سے اعراض کیا ہے۔ لہذا گمراہی کے گہرے گڑھے میں جا گرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو دیکھنا ایسے ہی تکلیف دہ ہے جیسے آنکھ میں تنکا پڑ جائے یا گلے میں کانٹا پھنس جائے یا نفسیاتی تکلیف ہو یا روح بیمار ہو۔ گویا دل و دماغ کو کوفت ہوتی ہے ان سے انصاف کا سلوک کرو گے تو ان کی طبائع اس کو برداشت نہ کریں گی اور اگر ان سے انصاف کی امید رکھو تو یونہی ہے جیسے ثریا ستارہ کو ہاتھ لگانا۔ ان کے دل الٹے ہیں، ان کا مقصد ان کی نظروں سے اوجھل ہے، یہ خیالات کی دنیا میں رہتے ہیں اسی لئے محروم رہتے ہیں۔ یہ اپنی علمی گہرائی کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ کثرت ہذیان کے سبب ان کے منہ سے جھاگ بہنے لگی ہے۔ بخدا ان کے پاؤں بھی علم کے قطرہ سے تر نہیں ہوئے۔ نہ ہی ان کی عقل اس

لور سے ان کے دل چمکے ہیں۔ کاپیوں کی پیشانی ان کے علمی رشد و ہدایت پر خوش ہونے کے بجائے ان کے قلم کی سیاہی سے روئی ہے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ دین نہیں بلکہ زمین میں ایک بہت بڑا فتنہ و فساد ہے اگر یہ لوگ اپنے قول و عمل میں مخلص ہوتے، انھیں علم نافع کی طلب ہوتی، اللہ کا ڈر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا ہوتی تو دنیا کی میل کچل جمع نہ کرتے اور نیکیوں کا لبادہ اوڑھ کر ان کی جیسی شکل و صورت بنا کر واقف اور جاہل طبقہ کو اپنے دام میں نہ پھنساتے، مسلمانوں کا مال نا جائز طریقہ سے نہ کھاتے، دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتے، قرآن پر عمل کرنے کے بجائے محض اس کا نام لینے پر اور علم حدیث کی رسمی و سطحی حیثیت پر اکتفا نہ کرتے، اپنے قیمتی وقت اور صلاحیتوں کو نیک کاموں میں خرچ کرتے شب و روز دنیا داروں کی صحبت میں نہ گزارتے، زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا مرکز و محور نہ بناتے، اور اگر تقریر و افتاء کے میدان میں اترتے تو اس کا حق ادا کرتے جیسا کہ ان سے پہلے کے اہل حدیثوں اور موحدین نے اپنے زمانہ میں عملاً کر کے دکھایا ہے۔ لہذا صرف ایسے لوگوں کو قرآن و سنت کی اتباع اور اس کی طرف دعوت دینے کا حق حاصل تھا اور قرآن و حدیث بھی صرف ایسے لوگوں کے لئے آگ سے بچاؤ کا سامان ہے نہ کہ ان جعلی لوگوں کے لئے جن کا قرآن و حدیث کے ساتھ تعلق صرف دعوے کی حد تک ہے اور ان کا کتاب و سنت والا نعرہ صرف ریاکاری ہے۔

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَنْ اَنَاسَ
تَشِيخُوْا قَبْلَ اَنْ يَّشِيخُوْا

اِحْدَوْدُكُوبُوا وَانْعَمُوا رِيَاءً
فَاَحْذَرُ هُمْ اِنَّهُمْ فَخُوْخٌ

ہم ایسے لوگوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جو بوڑھے بزرگ ہونے سے پہلے ہی تکلف

اپنے آپ کو بوجھ بھاریاں ہیں۔ وہ دوسروں کو اپنے بوجھ بھاریاں سے بھرے ہو کر چلتے ہیں۔ ان لوگوں سے بچ کر رہنا ان کے کبڑے ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کنڈی کا سر اشکار پکڑنے کے لئے مڑا ہوا ہوتا ہے۔

خدا کی قسم جس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا خوف ہے وہ اس قسم کی جرأت نہیں کرتا، واضح رہے کہ کوئی بھی منصف مزاج ان کے کردار کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دین کے روپ میں دنیا جمع کرنے والوں کی شر سے محفوظ رکھے اور ہمیں مدائنت، منافقت اور جاہلوں کی صحبت سے بچائے رکھے۔

نوٹ: نماز پیمبر کی گذشتہ اشاعت میں نواب صاحب کے اس تجزیہ کا خلاصہ پیش کیا گیا تھا، بعض مخلص غیر مقلد دوستوں کو خیال گذرا کہ شاید نواب صاحب کا اصل مضمون کچھ مختلف ہو لہذا اب قائم و قوم کے باہمی تاثرات و تبصرہ کو حرف بحرف نقل کر دیا ہے گویا ان مخلصین کے ارشاد کی تعمیل میں عربی تحریر کو اردو اسلوب میں منتقل کرنے کی جسارت کی ہے۔ معذرت خواہ ہوں جن حضرات کو غیر مقلدین کے قریب بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے، یا وہ ان کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں انھیں ان حقائق کے سمجھنے میں بہت آسانی ہوگی۔

۳۔ قاضی عبدالواحد صاحب خانپوری (مشہور غیر مقلد عالم)

پس اس زمانے میں جھوٹے اہل حدیث مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجار الرسول سے جاہل ہیں۔ وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوتے ہیں، شیعہ و روافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنا و قہ کا تھے اسلام کی طرف اس طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل

ملاحظہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؑ اور حسین رضی اللہ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دے دیں۔ اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلائیں کچھ پرواہ نہیں، اس طرح ان جہال بدعتی کا ذب اہل حدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کر کے تقلید کا رد کر لے اور سلف کی ہتک کرے۔ مثل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بدعتی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چین بچیں بھی نہیں ہوتے۔ اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو مستنبہ کریں۔ ہرگز نہیں سنتے۔ ”سُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَشْبَهَهُ اللَّيْلَةُ بِالْبَارِحَةِ“ اور سر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہل السنۃ و الجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و متکبر ہو گئے ہیں۔

(نوٹ) ان مشاہدات و تاثرات میں بعض سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں، کمال امانت کی وجہ سے حرف بہ حرف نقل کر دیئے گئے ہیں۔

محمد شفیع اسعد فاضل مدینہ منورہ ریسٹنٹ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَحْمَةِ الْعَالَمِينَ
 مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَعَلَى آلِهِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَأَصْحَابِهِ
 وَمَنْ تَبِعَهُمْ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ - آمَّا بَعْدُ !

طہارت کا بیان

① پانی یا مٹی کے ساتھ شرعی طریقہ پر صفائی و نظافت کو طہارت کہتے ہیں: جیسے،
 وضو، غسل، تیمم۔

پانی کی اقسام: پانی تین طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ عام پانی ۲۔ ناپاک پانی ۳۔ استعمال شدہ پانی

② عام پانی اور اس کا حکم: اس سے مراد ہر وہ پانی ہے جس کی رنگت، ذائقہ اور بو طبعی
 حالت پر ہو، جیسے سمندر، دریا، نہر، چشمہ، کنویں اور بارش کا پانی۔ یہ پانی پاک ہے اور اس سے
 پاکی حاصل کی جاسکتی ہے۔

(۱) ارشاد ربانی ہے: «وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ كُفُوبَكُمْ» (انفال ۱۱)

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تم پر پانی اتارا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاک کر دے

وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا۔ (فرقان ۴۸)

(ب) ارشاد نبوی ہے: ”هُوَ الطَّهُورُ مَاءٌ كَافٍ“ (ترمذی)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:
”سمندر کا پانی پاک ہے۔“

(۳) (۱) ناپاک پانی :- اس سے مراد وہ پانی ہے جو اپنی طبعی حالت پر نہ ہو، بلکہ اس کا رنگ، ذائقہ یا بو بدل گئی ہو اور اس پر علماء امت کا اجماع ہے، علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔
الْإِجْمَاعُ عَلَى أَنَّ الْمُغَيَّرَ بِالنَّجَاسَةِ رِيحًا أَوْ لَوْنًا أَوْ طَعْمًا نَجَسٌ۔ لہ
(نیل الأوطار ج ۱ ص ۳۵)

نجاست کی وجہ سے جس پانی کی بو، رنگ یا ذائقہ بدل جائے اس کے ناپاک ہونے پر

لہ جب پانی زیادہ مقدار میں ہو، جیسے نہر، دریا، یا بڑا حوض تو وہاں یہ تبدیلی ہی بنیاد ٹھہرے گی، لیکن اگر پانی تھوڑی مقدار میں ہو۔ جیسے بالٹی، بسکے وغیرہ کا پانی تو ذرا سی نجاست گرنے سے بھی ناپاک ہو جائے گا۔ گو کسی وصف میں تبدیلی نہ ہوئی ہو۔ ارشاد نبوی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقِظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمٍ فَلَا يَغْمِسُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ۔
(مسلم فکراہۃ غمس المتوضئ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی صبح کو بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں ڈالنے سے پہلے تین دفعہ دھوئے چونکہ اسے معلوم نہیں کہ سوتے میں ہاتھ کہاں کہاں لگتا رہا۔

معلوم ہوا کہ تھوڑا پانی اس قدر معمولی نجاست سے بھی ناپاک ہو جاتا ہے جس کا ہاتھ پر لگا ہونا محتمل ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے پانی کا کوئی وصف نہیں بدلتا۔

(۴) (۱) استعمال شدہ پانی: یہ وہ پانی ہے جسے ایک دفعہ وضو یا غسل کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔ یہ بذات خود پاک ہے لیکن اس سے دوبارہ پاکی حاصل نہیں ہو سکتی فقہاء کی اصطلاح میں اسے طاہر غیر مطہر کہتے ہیں۔

(ب) عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقْدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَهُ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا.

(بخاری الغسل والوضوء فی المنحضب)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ میں پانی منگوایا اس میں اپنا دست مبارک اور چہرہ النور دھویا۔ اسی میں کلی کی، پھر ان (ابو موسیٰ و بلال رضی اللہ عنہما) سے فرمایا کہ اس میں سے کچھ پی لو، اور باقی اپنے چہرہ اور گریباں پر بہا لو۔

(ج) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الذَّاكِمِ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ قَالَ يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا.

(مسلم النہی عن الاغتسال)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی بھی شخص ٹھہرے پانی میں غسل جنابت نہ کرے۔“

لوگوں نے پوچھا، ابو ہریرہؓ پھر کیا کرے؟ فرمایا ”ضرورت کا پانی باہر نکال لے۔“ پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ استعمال شدہ پانی پاک ہے، اس کو پینا، یا جسم پر بہانا درست ہے۔ جب کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استعمال شدہ پانی دوبارہ استعمال کے قابل نہیں رہتا۔ یعنی طاہر تو ہے مطہر نہیں۔

آداب استنجا

- (۵) بیت النخلار میں ایسے اوراق وغیرہ نہ لے جائیے جن میں اللہ کا نام یا مستبرک کلام ہو۔
(۶) نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ صحراییں ہو تو ساتھیوں سے دور چلا جائے آبادی میں ہو تو بیت النخلار استعمال کرے۔

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا أَرَادَ السَّيْرَ انْطَلَقَ حَتَّى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ. (ابوداؤد کتاب الطہارۃ)
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے
اتنی دور نکل جاتے کہ سب کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔

- (۷) بیت النخلار میں بایاں پاؤں داخل کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھئے۔
” بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ “
عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ
مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ (بخاری) مایقول عند الخلاء

(مسلم) مایقول إذا أراد الخلاء
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ
تھی کہ آپ بیت النخلار جانے سے پہلے یہ دعا پڑھتے۔

- اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں، خبیث شیاطین اور خبیث عادات سے۔
(۸) بیت النخلار سے نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکال کر کہے۔ غُضْرَانَاكَ۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ عُفْرَانُكَ. (ترمذی) مَا يَقُولُ إِذَا خَرَجَ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ
یہ تھی کہ آپ بیت الخلاء سے نکل کر کہتے۔

اے اللہ تیری مغفرت کا طالب ہوں۔
(۹) غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے۔ ہاں اگر غسل خانہ میں علیحدہ جگہ بنائی ہو تو حرج
نہیں، چونکہ اس میں وساوس کا اندیشہ نہیں رہتا۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحْبِهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ
فِيهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوُضُوءِ مِنْهُ. (ابوداؤد: البول في المستحب)
عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز
تم میں سے کوئی بھی حمام میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں وضو کرے چونکہ اکثر وساوس کا
سبب ہی ہے۔

(۱۰) ۵۔ ٹھہرے ہوئے یا جاری پانی میں پیشاب نہ کرے۔
عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الزَّائِدِ مُسْلِمَ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ
(بخاری: الماء الدائم)

وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ فِي الْمَاءِ الْجَارِي - (طبرانی)
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے پانی میں
پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جاری پانی میں پیشاب کرنے سے بھی منع فرمایا۔
(۱۱) ۶۔ راستہ میں لٹا سایہ والی جگہ میں پیشاب نہ کرے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّعَانِينَ قَالُوا وَمَا اللَّعَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ ظَلَمَهُمْ -

مسلم: کراہۃ التبرز فی الطريق۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دو جگہوں سے بچو جو لعنت کا سبب ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون سی ہیں؟ ارشاد فرمایا جو شخص رستہ یا سایہ میں رفع حاجت کرے

(۱۲) ۷۔ جانور کے بل میں پیشاب نہ کرے۔ مبادا کہ سوراخ میں موجود جانور کو تکلیف ہو تو وہ اس کو تکلیف دے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْجُبْحِ... الحديث

(ابوداؤد النہی عن البول فی الجحر)

(۱۳) ۸۔ اس حالت میں بات چیت نہ کرے حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہ دے۔ اگر چھینک آئے تو الحمد للہ دل میں کہے، اگر دعا پڑھنا بھول جائے تو بھی دل میں پڑھے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ - (حسن صحيح)

(ترمذی: کراہیۃ رد السلام)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت میں تھے ایک گزرنے والے نے سلام کیا۔ آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَيْنِ عَنْ

عَوْرَتِيْهِمَا يَتَّخِذَانِ اِنْ اَللّٰهُ يَمُوتْ عَلٰى ذٰلِكَ.....

(ابوداؤد کراہیۃ الکلام)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب دو آدمی ستر کھولے رفع حاجت کی حالت میں باہم گفتگو کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس حالت میں گفتگو کرنا غضب الہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے لہذا اس بری عادت سے بچنا چاہیے۔

(۱۴) ۹۔ اپنے جسم اور کپڑوں کو نجاست سے بچائے رکھے۔ چونکہ اس سے نہ بچنا عذاب قبر کا باعث ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ اَمَّا اَنْهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِىْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَهْشَىْ بِالنِّمِيْمَةِ وَاَمَّا الْاُخْرٰى فَكَانَ لَا يَسْتَرُوْهُ مِنْ بَوْلِهِ..... (مسلم: الدلیل علی نجاسة البول)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں پر سے ہوا تو آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں عذاب میں مبتلا ہیں اور عذاب کا سبب کوئی بڑی چیز نہیں۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا جب کہ دوسرا چغل خور تھا۔

(۱۵) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدٍ قَالَ قِيلَ لِسَلْمَانَ قَدْ عَلِمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلُّ شَيْءٍ عِوَضًا لِّاَلْفِ نَفْسٍ فَقَالَ سَلْمَانُ اَجَلٌ لَّقَدْ نَهَا نَا اَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَايِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ اَنْ نَّسْتَجِىَ بِالْيَمِيْنِ اَوْ اَنْ نَّسْتَجِىَ بِاَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَّسْتَجِىَ بِرَجِيْعٍ اَوْ بِعُظْمٍ۔

(مسلم: الاستطابة)

حضرت عبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، تمہارے بی نے تو تمہیں ہر چیز کی تعلیم دی ہے۔ حتیٰ کہ بول و براز کی بھی۔ حضرت سلمان نے فرمایا، ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رفع حاجت میں قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنے سے روکا ہے، دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے روکا ہے۔ تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنے سے روکا ہے اور لیڈ یا ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے روکا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ)

- (۱۶) ۱۰۔ قبلہ کا احترام کرے کہ اس حالت میں نہ تو اس طرف منہ کرے نہ پشت۔
(۱۷) ۱۱۔ استنجا بائیں ہاتھ سے کرے چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

دایاں ہاتھ تو صاف ستھرے کاموں کے لئے ہے۔

عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذِكْرًا بِيَمِينِهِ وَلَا يَسْتَنْجِي بِيَمِينِهِ ... الْحَدِيث

بخاری: لا یمسك ذكره بيمينه

مسلم: حبه للتيامن

حضرت قتادہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ رفع حاجت کے وقت اپنے عضو کو دایاں ہاتھ نہ لگائے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔
(۱۸) ۱۲۔ تین ڈھیلے استعمال کرے یا جن سے صفائی حاصل ہو سکے اور پھر پانی کو مزید نفاقت کے لئے استعمال کرے۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ۝ التوبة ۱۰۸

اس بستی میں ایسے لوگ ہیں جو نفاقت کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب صاف ستھرا رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے پوچھا کہ

طہارت کی بابت تمہارا خاص عمل کیا ہے تو اہتوں نے کہا کہ ہم ڈھیلے کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں۔

(۱۹) ۱۳۔ ہڈی اور گو بر لید وغیرہ کو صفائی کے لئے استعمال نہ کرے۔

(۲۰) بچہ کا پیشاب ناپاک ہے۔

دودھ پیتے بچہ کا پیشاب ناپاک ہے اور اس پر اسلاف امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے لہذا اس کو دھونا ضروری ہے۔

قَالَ النَّوَوِيُّ، اَعْلَمَ أَنَّ هَذَا الْخِلَافَ إِنَّمَا هُوَ فِي كَيْفِيَّةِ تَطْهِيرِ الشَّيْءِ الَّذِي بَالَ عَلَيْهِ الصَّبِيُّ وَلَا خِلَافَ فِي نَجَاسَتِهِ وَتَدْنِ نَقْلَ بَعْضِ أَصْحَابِنَا أَجْمَاعَ الْعُلَمَاءِ عَلَى نَجَاسَتِهِ بَوْلَ الصَّبِيِّ۔

(شرح مسلم للنووی، باب حکم بول طفل الرضيع)

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جس چیز پر بچہ نے پیشاب کیا ہے اس کو پاک کرنے کی کیفیت میں تو اختلاف واقع ہوا ہے، لیکن اس کے ناپاک ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں اور بعض علماء نے بچہ کے پیشاب کی نجاست پر اجماع امت نقل کیا ہے۔

(۲۱) اگر بچہ کی کپڑے پر پیشاب کر دے تو اس کو پاک کرنے کے لئے زیادہ اہتمام سے دھونا چاہیے جب کہ بچہ کے پیشاب کو دھونے میں اتنے زیادہ مبالغہ کی ضرورت نہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَعْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرِّضِيعِ يُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ وَيُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ۔

(طحاوی: حکم بول الغلام والجارية)

۱۷۔ بچہ کے پیشاب سے کپڑے کو پاک کرنے کے بارے میں جتنی روایات آئی ہیں ان میں مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ نمبر فصبہ علیہ (پانی بہایا) نمبر فاتبعہ بالماء (پانی بہایا) (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیتے بچے کی بابت فرمایا: بچگی کا پیشاب مبالغہ سے دھویا جائے گا اور بچہ کے پیشاب کو ہلکا سا دھونا کافی ہے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نمبر ۳۲ نضح نمبر ۴۲۔ یرش۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ پانی بہانے کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب اس چیز کو دھونے میں زیادہ مبالغہ نہ کیا ہو۔ اسی طرح احادیث میں نضح اور یرش کا معنی بھی دھونا ہے نمبر ۳۲۔ نضح، بمعنی دھونا، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ آةٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِحْدَا أَنَا يُصِيبُ ثَوْبُهَا مِنْ دَمِ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهِ۔

قَالَ تَحْتَهُ، ثُمَّ تَقْرِصُهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ تَنْضِجُهُ ثُمَّ تَغْسِلُ فِيهِ۔

(مسلم: بَابُ نَجَاسَةِ الدَّمِ وَكَيْفِيَةِ غَسْلِهِ)

(قال النووي: تنضجه أي تغسله)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں نضح کا معنی ہے دھونا کہ جب ایک عورت نے حیض کے خون کی بابت پوچھا تو آپؐ نے اسے دھونے کا حکم دیا ہے۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ وَالْخَطَّابِيُّ فِي رِوَايَةِ أَسْمَاءَ بَانَ مَعْنَى النَّضِجِ الْغَسْلُ۔

علامہ ابن حجر اور علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ والی روایت میں نضح کا معنی دھونا ہے

۴۲۔ یرش بمعنی دھونا

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أُمَّ آةٍ سَأَلَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ يُصِيبُهُ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَنِيئُهُ، ثُمَّ اقْرِصِيهِ بِالْمَاءِ، ثُمَّ رَشِيهِ صَلَّى

فِيهِ۔ (ترمذی، مَا جَاءَ فِي غَسْلِ دَمِ الْحَيْضِ مِنَ الثَّوْبِ)

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ يَرْضَعُ فَبَالَ فِي حَجْرٍ فَدَعَا بِمَاءٍ
فَصَبَّهُ عَلَيْهِ. (مسلم، حکم بول الطفل الرضيع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دودھ
پیتا بچہ لایا گیا جس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگوایا اور اس پر بہا دیا۔
(۲۲) اس مسئلہ پر بھی علمائے امت کا اجماع ہے کہ جب بچہ کھانے پینے لگ جائے تو اس کے
پیشاب کو بقیہ نجاستوں کی طرح اچھی طرح دھویا جائے۔

قَالَ النَّوَوِيُّ، أَمَّا إِذَا أَكَلَ الطَّعَامَ عَلَى جِهَةِ التَّغْذِيَةِ فَإِنَّهُ يُحِبُّ
الْعُسْلُ بِإِخْلَافٍ. (شرح مسلم)

کہ بچہ جب غذا کے طور پر کھانا کھانے لگ جائے تو اس کے پیشاب کو دھونا ہی واجب ہے
اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

غسل کا بیان

غسل کا مسنون طریقہ

(۲۳)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسُحُ
بِمِمْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ قَرْنَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ
ثُمَّ يَأْخُذُ الْمَاءَ فَيَدْخُلُ أَصَابِعَهُ فِي أَصُولِ الشَّعْرِ حَتَّى إِذَا رَأَى
أَنْ قَدْ اسْتَبْرَأَ حَفَنَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ ثُمَّ أَقَامَ عَلَى
سَائِرِ جَسَدِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا: ثُمَّ يُغْلِلُ

بَيِّدَكَ شَعْرَكَ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّه قَدْ رَوَى بِشْرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ
الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ -

(مسلم: صِفَةُ غُسْلِ الْجَنَابَةِ بُخَارِي: تَخْلِيلُ الشَّعْرِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت فرماتے
ہیں تو ابتداءً ہاتھ دھوتے ہیں پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے مقام مخصوص
کو دھوتے پھر وضو فرماتے، جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے پھر پانی ڈال کر انگلیوں سے
بالوں کی جڑوں تک پہنچاتے۔ جب بال تر ہو جاتے تو پھر تین چلو پانی لیتے پھر اپنے سارے
جسم پر پانی بہاتے پھر پاؤں دھوتے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے، پھر انگلیوں سے بالوں کی جڑوں تک پانی
پہنچاتے جب جلد تر ہو جاتی تو پھر جسم پر تین مرتبہ پانی بہاتے۔
(۲۲) فرائض غسل: نمبر کلی کرنا۔ نمبر ناک میں پانی ڈالنا۔ نمبر سارے جسم پر ایک دفعہ
پانی بہانا کہ ذرا سی جگہ بھی خشک نہ رہے ارشاد ربانی ہے۔

(حاشیہ ۵ کا بقیہ)
قَالَ الْمُبَارَكُفُورِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: قَرَصَ كَأَنَّهِيَ هِيَ الْغُلْيُومُ سَاطِرٌ كَقَرَصِ الْغُلْيُومِ
خُونِ تَحْلِيلٍ هُوَ كَرَنَ كَنَ كَ قَابِلٍ هُوَ جَائِئٍ -

ثُمَّ رَشَّيْهِ أَيْ صَبَّيْ الْمَاءَ عَلَيْهِ -

پھر اس پر رش کرے یعنی اس پر پانی بہائے۔

(تَحْفَةُ الْاُخُوذِيِّ ج ۱ ص ۴۲۴)

الغرض دودھ پیتے بچے کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ اس پر چھینٹ مار دینا
کافی ہے، صحیح نہیں ہے۔ نیز یہ کہ پیشاب ناپاک ہے اور چھینٹ مارنے سے تو وہ کپڑے میں باقی رہے گا۔ وہ
کپڑا جوں کا توں ناپاک رہے گا۔

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو خوب اہتمام سے طہارت حاصل کرو، ارشاد

نبوی ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِّنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فَعَلَّ بِهَا كَذَا
وَكَذَا مِنَ النَّارِ (ابوداؤد، الغسل من الجنابة)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے غسل جنابت میں بال برابر جگہ بغیر دھوئے چھوڑ دی تو اس کے ساتھ آگ سے ایسا اور ایسا کیا جائے گا۔

(۲۵) جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ جماع ۲۔ خروج منی ۳۔ حیض ۴۔ نفاس

(۲۶) جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے انزال ہو یا نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شَعْبَيْهَا لِلْأَرْبَعَةِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجِبَ الْغُسْلُ
وَفِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ وَإِنْ لَّمْ يَنْزِلْ (مسلم: بَيَانُ الْغُسْلِ)
(بخاری: إِذَا التَّقَى الْخَتَانَانِ)

جب کوئی چار اعضاء کے درمیان بیٹھے اور کوشش کرے تو اس پر غسل واجب

ہو گیا چاہے انزال نہ ہو۔

۲۷ (۱) خروج منی، شہوت کی حالت میں تیزی کے ساتھ منی نکلنے سے غسل واجب

ہو جاتا ہے۔ اس میں نیند اور بیداری کی دونوں حالتیں برابر ہیں۔ نیز مرد و عورت کا بھی ایک ہی حکم ہے۔

وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوءُ، وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ.

(حسن صحیح)

(ترمذی، مَا جَاءَ فِي الْمَنِيِّ وَالْمَذْيِ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا، مذی نکلے تو وضو کافی ہے اور منی نکلے تو غسل کرنا ہوگا۔

(ج) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْءَةِ غُسْلٌ

إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا

رَأَتْ الْمَاءَ: (بخاری: إِذَا احْتَلَمَتْ)

(مسلم: وَجُوبُ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْءَةِ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لہ منی، بذی اور ودی میں فرق

منی: سفید گاڑھا لیسدار مادہ ہے جو بوقت شہوت تدفق کے ساتھ خارج ہوتا ہے اس کے خروج کے بعد عضو میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے خروج سے غسل واجب ہوتا ہے۔

بذی: وہ بے رنگ لیسدار مادہ ہے جو لوازمات جماع کے وقت شہوت کی حالت میں بغیر تدفق کے نکلتا ہے اور کبھی اس قطرہ کا خروج محض شہوانی خیال کی وجہ سے بھی ہو جاتا ہے اس کے بعد طبیعت میں کاہلی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے خروج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

ودی: سفید مادہ ہے جو گاڑھا ہونے میں منی کے مشابہ ہے، اس کا خروج کبھی پیشاب سے پہلے یا بعد ہوتا ہے۔ اس کے خروج سے صرف وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

صفت حیا سے بیان دے لیں مانع نہیں ہوتی۔

تو کیا جب عورت کو احتلام ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا؟
آپ نے فرمایا، ہاں غسل واجب ہوگا۔ جب وہ احتلام کے آثار دیکھے۔

احتلام کی تین صورتیں

(۲۸) (۱) واضح رہے کہ احتلام کے بعد خواب یاد ہو اور منی کے آثار بھی ہوں تو غسل واجب ہوگا اور اگر خواب یاد ہو منی کے آثار نہ ہوں تو غسل واجب نہ ہوگا اور اگر خواب یاد نہ ہو صرف منی کے آثار ہوں تو بھی غسل واجب ہوگا۔

(ب) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَّ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا فَقَالَ يَغْتَسِلُ. وَعَنِ الرَّجُلِ يَرَى أَنَّهُ قَدْ احْتَلَمَ وَلَمْ يَجِدْ بَلًّا فَقَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ.

(ترمذی: فِيمَنْ لَيْسَتْ تَقِظُ فَيُرَى)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کی بابت دریافت کیا، جو کپڑوں کو بھیگا ہوا پائے، لیکن اس کو خواب یاد نہ ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس پر غسل لازم ہے۔ نیز پوچھا کہ جس شخص نے خواب دیکھا ہو لیکن کپڑا خشک ہو؟ آپ نے فرمایا اس پر غسل نہیں ہے۔

(۲۹) (۱) احادیث نبویہ کی روشنی میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ منی ایک ناپاک مادہ ہے۔ اگر کپڑے کو لگ جائے تو اس کا ازالہ ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

(ب) عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ الْبَتِّيِّ يُصِيبُ ثَوْبَ الرَّجُلِ أَيْغُسِلُهُ أَمْ يَغْسِلُ الثَّوْبَ؟ فَمَتَّالٍ أَخْبَرَنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ فِي ذَلِكَ
الثَّوْبِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى أَثَرِ الْغَسْلِ فِيهِ۔

(مسلم: بَابُ حُكْمِ الْمَنِيَّ)

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ

بَقَعَ الْمَاءُ۔ (بخاری: بَابُ غَسْلِ الْمَنِيَّ وَفَرْكِهِ)

حضرت عمر بن مسمون نے حضرت سلیمان بن یسار سے پوچھا کہ اگر منی کپڑے کو لگ جائے
تو صرف ناپاک جگہ کو دھوئے یا کہ پورے کپڑے کو؟ حضرت سلیمان نے کہا کہ مجھے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی کو دھوتے پھر اسی کپڑے میں نماز کے
لئے تشریف لے جاتے اور کپڑے پر دھونے کا نشان مجھے نظر آ رہا ہوتا۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھوتی پھر آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور کپڑے دھونے
کا نشان ہوتا۔

(ج) اکثر صحابہ اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے کہ منی ناپاک ہے حتیٰ کہ علامہ

شوکانی فرماتے ہیں کہ فَالْصَّوَابُ أَنَّ الْمَنِيَّ نَجِسٌ وَيَجُوزُ تَطْهِيرُهُ بِأَحَدِي
الْأُمُورِ صَحیح بات ہے کہ منی ناپاک ہے اور کسی ایک طریقے سے اس کو پاک کرنا جائز ہے۔

(نیل الاوطار ص ۷)

علامہ مبارک پوری فرماتے ہیں۔ کلام الشوکانی ہذا حسن جید کہ شوکانی کی بات بہتر اور عمدہ

(تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۳۷۵)

ازالہ منی کا طریقہ:

(۳۰)

اگر منی کسی ایسے کپڑے پر خشک ہو جائے کہ کھرچنے سے مکمل زائل ہو جائے تو صرف کھرچا ہی

کافی ہے اور اگر کپڑا گھلا ہو تو اس کو دھونا ضروری ہے۔ امام ابو حنیفہ کا یہی مسلک ہے اس سلسلہ میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں، اس سے ان سب پر عمل ہو جائے گا۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَآتَنِي لَحْكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَسًا بِظُفْرِي (مسلم، باب حُكْمِ الْمَنِيِّ)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے خشک مٹی کو کھرچ دیا کرتی تھی۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ (مسلم، باب حُكْمِ الْمَنِيِّ)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مٹی کو دھو کر پھر نماز کے لئے جاتے۔

اور ایک دوسری روایت میں ان دونوں حالتوں کی وضاحت ہے۔
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَفْرِكُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَابِسًا وَآغْسِلُهُ إِذَا كَانَ رَطْبًا (دارقطنی)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر مٹی اگر خشک ہوتی تو میں کھرچ دیتی اور اگر تر ہوتی تو میں دھو دیتی۔
واضح رہے کہ کھرچ کر زائل کرنے سے یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ مٹی پاک ہے چونکہ علامہ مبارک پوری فرماتے ہیں۔

مَنْ قَالَ بِطَهَارَةِ الْمَنِيِّ مُسْتَدَلًّا بِرَوَايَةِ الْفَرَكِ أَجِيبُ بِأَنَّ ذَلِكَ لَا يَدُلُّ عَلَى طَهَارَةِ إِنِّهَا يَدُلُّ عَلَى كَيْفِيَةِ التَّطْهِيرِ۔

(ملخص تحفة الاحوذی)

کہ کھرچنے والی روایت مٹی کی پاکی پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ یہ تو خود اس کو پاک کرنے کی ایک کیفیت ہے۔

جب عورت ماہانہ ایام سے فارغ ہو تو غسل کرے اور پھر سے نمازیں شروع کر دے
اس پر ایام حیض کی نمازوں کی قضا واجب نہیں۔

وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ -

(البقرة ۲۲۲)

اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے قربت نہ کرو، پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو
ان کے پاس آؤ جس جگہ اللہ نے تمہیں اجازت دے رکھی ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي جَبِشٍ كَانَتْ
تَسْتَحَاضُ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَلِكَ
عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ
وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَأَغْتَسَلِي وَصَلِّي - (بخاری: اقبال المہیض)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جیش کو استحاضہ کی بیماری
تھی انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو رگ کا خون ہے
حیض کا نہیں۔ البتہ جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دو جب ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھو۔

(۳۲) ماہانہ ایام میں شرعی پابندیاں

حائضہ عورت اپنے ماہانہ ایام میں نماز روزہ چھوڑ دے۔ پاک ہونے کے بعد روزے
کی قضا کرے نماز کی قضا نہیں ہے۔ نیز اس حالت میں قرآن پاک پڑھنا، اس کو ہاتھ لگانا، مسجد
میں داخل ہونا، طواف کعبہ کرنا منع ہے اور خاوند سے ہمبستری بھی جائز نہیں۔

عَنْ مَعَاذَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ فَقَالَتْ
أَحْرُورِيَّةٌ أَنْتِ قُلْتِ لَسْتُ بِحُرٍّ وَرِيَّةٌ وَلَكِنِّي أَسْأَلُ قَالَتْ

كَانَ يُصِيبُكَ ذَلِكَ فَتُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءِ

الصَّلَاةِ - (مسلم وحبوب قضا الصوم لا الصلوة)

حضرت مغادہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا "کیا سبب ہے کہ حائضہ عورت روزہ قضا کرتی ہے نماز نہیں؟"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "کیا تم حرو یہ ہو؟" میں نے عرض کیا نہیں لیکن مسئلہ کی وضاحت چاہتی ہوں! آپ نے فرمایا "جب ہماری یہ حالت ہوتی تو بس ہمیں روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا نماز کی قضا کا نہیں؟"

مستحاضہ عورت کا مسئلہ (۳۳)

جس عورت کے ایام دس سے متجاوز ہو جائیں تو اس کو چاہیے کہ وہ دس دن کے بعد غسل کر کے نماز شروع کر دے، پھر ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرے، بار بار غسل کی ضرورت نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةَ أَبِي جَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي امْرَأَةٌ اسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ فَأَدْعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِّيْ وَمَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ فِي حَدِيثِهِ وَقَالَ تَوَضَّأِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيئَكَ ذَلِكَ الْوَقْتُ. (ترمذی باب المستحاضہ، و فی البحاری

ثُمَّ تَوَضَّأِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيئَكَ ذَلِكَ الْوَقْتُ. (بخاری باب غسل الدم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "فاطمہ بنت ابی جیش آنی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مستحاضہ عورت ہوں کبھی اس سے پاک نہیں ہوتی کیا نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا "نہیں چونکہ یہ رگ کا خون ہے حیض کا نہیں، لہذا صرف ایام حیض میں نماز چھوڑو بعد ازاں غسل کر کے نماز شروع کر دو اور ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرو؟"

(۳۴) نفاس: وہ منہ سے آنے والا ہوا کہ جس کے بعد بے خون دن چالیس دن تک جاری رہے۔ دورانِ عورت پر ایامِ حیض والی پابندیاں عائد نہیں کی گئی۔ واضح رہے کہ نفاس کی کم از کم مدت کا تعین مشکل ہے۔ لہذا جو ہنی خون آنا بند ہو جائے تو غسل کر کے نماز وغیرہ شروع کر دے۔ البتہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ جب کہ چالیس دن تک خون آتا رہے اگر اس کے بعد بھی خون آئے تو وہ نفاس کا نہیں بلکہ کسی اور عارضہ کی وجہ سے ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ النَّفْسَاءُ تَحْبِسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَكُنَّا نُظَلِّي وَجُوهَنَا بِالْوَرَسِ مِنَ الْكَلْبِ. (ترمذی کہم تکثرت النفساء)

(۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عہدِ نبویؐ میں نفاس والی عورتیں چالیس دن تک شرعی پابندیوں سے مستثنیٰ رہیں اور ہم اپنے چہروں پر زرد بوٹی ملا کرتی تھیں۔

امت کا اجماع :- وَقَدْ جَمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ عَلَى أَنَّ النَّفْسَاءَ تَدَعِي الصَّلَاةَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا إِلَّا أَنْ تَرَى لَطْمَهُ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّهَا تَغْسِلُ وَتُصَلِّي. (ترمذی باب کم تکثرت النفساء)

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حضرات تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد تمام علماء کا اجماع ہے کہ "نفاس والی عورتیں چالیس دن کی نماز چھوڑ دیں گی۔ البتہ جو عورت اس مدت سے پہلے ہی طہر محسوس کر لے وہ غسل کر کے نماز شروع کر دے۔"

وضو کا بیان

(۳۵) وضو کی فضیلت و اہمیت

(۱) شریعت اسلامیہ کا ہر عمل اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ وضو کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ وضو کر کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی، بلکہ ایسا کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور وضو کی فضیلت کے لئے اتنا کافی ہے کہ نمازی کے اعضاء وضو قیامت کے دن

چمک رہے ہوں گے۔

(ب) عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَفِيهِ) لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ. (مسلم وجوب الطهارة)

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور خیانت کے مال میں سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔

(ج) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ مَنْ أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ. (بخاری لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں کہ ”بے وضو کی نماز قبول نہیں ہوتی تا آنکہ وہ وضو کرے“

(د) عَنْ نَعِيمِ الْمُجَبَّرِ قَالَ رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أُمَّتِي يَدْعُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُجَلِّينَ مِنْ أَثَارِ الْوُضُوءِ فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ عُرَّتَهُ فَلْيُطِلْ.

(بخاری: فضل الوضوء) (مسلم: استحباب إطالة العرّة)

حضرت نعیم مجبر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد کی چھت پر چڑھا آپ نے وضو کر کے فرمایا۔ ”کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ”قیامت کے دن میری امت اس حال میں بلائی جائے گی کہ اس کے اعضاء وضو روشن چمکدار ہوں گے لہذا تم میں سے جو بھی اپنی اس چمکدار جگہ کو مزید لمبا کرنا چاہے کر لے۔ (کہ اعضاء وضو کو مقررہ مقام سے آگے تک دھوئے)

(۳۶) فرائض وضو: ۱ پیشانی سے کھڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے

پاؤں دھونا۔

وضو کرتے وقت ان چار فرایض کا اہتمام ضروری ہے ورنہ وضو صحیح نہ ہوگا۔
ارشاد ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ
إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. (المائدة: ۶)

سنن وضو

تسمیہ: وضو کرنے سے پہلے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھنی چاہیے۔

مسواک کرنا: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُوا لَأَنْ أَشْقَى عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَالِكِ

عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. (مسلم باب السواک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر
مجھے امت کے مشقت میں پڑ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ضرور انہیں حکم دیتا کہ ہر نماز کے وقت
مسواک کیا کریں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا السَّوَالِكُ مَطَهْرَةٌ لِّلْفَمِّ وَمَرْضَاتٌ
لِّلرَّبِّ. (نسائی الترغیب فی السواک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مسواک منہ کو پاک صاف کرتی ہے اور
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(ب) روزہ کی حالت میں مسواک کرنا سنت ہے۔ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ
قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا أَحْصِي يَتَسَوَّكُ

حضرت عمرو بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ "میں نے بے شمار دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا۔"

(۳۹) تین بار ہاتھ دھونا۔ "فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ" (مسلم باب صفۃ الوضوء)
جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سنت نبویہ کے مطابق وضو کر کے دکھلایا تو آپ نے شروع میں تین مرتبہ ہاتھوں کو دھویا۔

(۴۰) تین دفعہ کلی کرنا۔ "ثُمَّ مَضْمَضَ" (مسلم)
پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھلی کی۔

(۴۱) تین دفعہ ناک صاف کرنا۔ "وَأَسْتَنْشَرُ" (مسلم)
پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناک صاف کیا۔

(۴۲) اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا۔

ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْإِرْفَاقِ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ
رِجْلَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ الْيُسْرَى مِثْلُ ذَلِكَ -

(مسلم: صفۃ الوضوء)

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چہرہ اور دائیں بائیں ہاتھ کو کہنیوں تک تین تین دفعہ دھویا پھر سر کا مسح کر کے دائیں بائیں پاؤں کو تین دفعہ دھویا۔

(۴۳) داڑھی کا خلال کرنا۔ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ - (حسن صحیح (ترمذی ماجار فی تحلیل اللحية)

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے۔

(۴۴) انگلیوں کا خلال کرنا۔ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

(حسن صحیح) (ترمذی جاء فی تخیل الاصابح)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
”جب تم وضو کرو تو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خدال کر لیا کرو۔“
(۴۵) دائیں اعضاء کو پہلے دھونا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيْمَنُ فِي تَعْلِيهِ، وَتَرْجُلِهِ، وَطُهُورِهِ، وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ.» (بخاری: التيمن في الوضوء)

(مسلم: حبة للتيامن -)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو، غسل اور دیگر تمام معاملات میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے۔

(۴۶) اعضاء کو نل کراہتمام سے دھونا۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَجَعَلَ يَقُولُ: «هَكَذَا» يَدُ الْكَلَامِ -

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ اور اعضاء کو ملتے ہوئے فرمانے لگے ”اس طرح“ کرنا چاہیے۔

(۴۷) ترتیب سے اور پے درپے وضو کرنا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا مسلسل عمل اس کی واضح دلیل ہے۔

۴۸ کالوں کا مسح (۱) سر کا مسح کر لینے کے بعد اسی پانی سے کالوں کا مسح کرنا۔ کالوں کے مسح کے لئے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں، چونکہ کان بھی تو سر کا ایک جزو ہیں جیسا کہ عمل نبوی اور ارشاد نبوی سے معلوم ہوتا ہے۔

مَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا أَمَامَهُ وَمَا آدْبَرَهُ وَصَدَّغِيهِ وَأَذْنِيهِ
مَرَّةً وَاحِدَةً. (حسن صحیح) (ترمذی: ان المسح مرة)

حضرت زینح نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتی ہیں کہ آپ سر کے اگلے پچھلے حصہ اور کانوں کا مسح ایک ہی دفعہ کرتے۔

(ب) ارشاد نبوی ہے۔ "الْأَذْنَانِ مِنَ الرَّأْسِ" (حسن)

(ترمذی: ملجاء ان الاذنين من الرأس)

کہ "کان سر کا حصہ ہے"

(۴۹) گردن کا مسح کرنا۔ سر اور کانوں کا مسح کر لینے کے بعد اسی پانی سے گردن کا مسح کرنا۔

عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ. قَالَ مَنْ مَسَحَ قَفَاكَ وَفِي الْغُلِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
قَالَ ابْنُ حَجَرٍ هَذَا وَإِنْ كَانَ مَوْقُوفًا فَلَهُ حُكْمُ الرَّنَجِ لِأَنَّ هَذَا

لَا يُقَالُ مِنْ قَبْلِ الرَّأْسِ. (التلخيص الحبير ج ۱ ص ۹۲)

حضرت موسیٰ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے گردن سمیت سر کا مسح کیا وہ قیامت کے دن گردن میں بیڑیاں پہنانے سے بچ گیا۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ موقوف حدیث مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ چونکہ ظاہر ہے کہ ایسی بات اپنی طرف سے تو نہیں کہی جاسکتی۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ، ابن سید الناس رحمہ اللہ، شوکانی رحمہ اللہ کا میلان بھی اس

طرف ہے۔ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۰۴)

نواب صدیق حسن خان نے بھی اسی کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ گردن پر مسح کرنے کو بدعت کہنا غلط ہے۔ نیز یہ کہ تلخیص الجبیر کی مندرجہ بالا روایت اور اس سلسلہ کی دیگر روایات قابل استدلال ہیں۔ خصوصاً جب کہ کوئی حدیث ان کے مخالف نہیں ہے۔

(بدور الاہلۃ ص ۲۸)

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مَنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيَسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ» وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا أَفْتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّانِيَةِ يَدْخُلُ مِنْهَا شَاءَ.

(مسلم: باب الذكر المستحب عقب الوضوء)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے جو وضو کرے اور خوب اہتمام سے کرے پھر یہ کلمات کہے: ”اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ“ و اشہدان محمد عبدہ و رسولہ“ یقیناً اس کے لئے جنت کے آکھٹوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس میں سے چاہے داخل ہو۔

(۵۱) تحیۃ الوضوء: وضو کے بعد دو رکعتیں تحیۃ الوضوء کے طور پر ادا کرنا۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ وَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ عَلَيْهَا إِلَّا أُوجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ.

(مسلم: الذكر المستحب عقب الوضوء)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے۔ پھر ظاہر و باطن کی مکمل توجہ دینے کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرے یقیناً اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

نواقض وضو

(۵۲) چھوٹا یا بڑا پیشاب کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: أَوْجَاءُ أَحَدُكُمْ مِّنَ الْخَائِطِ سورة المائدة ۶

یا تم میں سے کوئی شخص بول و براز کر کے آئے۔

(۵۳) ہوا کا خروج بھی ناقض وضو ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ مَا لَمْ يَحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ عَجِبْتُ مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ الصَّوْتُ يَعْنِي الصُّرْطَةُ. (بخاری: من لم ير الوضوء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں نماز کے انتظار کرنے والے شخص کو نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو ایک عجیبی شخص نے حضرت ابو ہریرہ سے دریافت کیا کہ حدیث سے کیا مراد ہے تو انہوں نے بتایا کہ ہوا کا خارج ہونا۔

(۵۴) مذی اور ودی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے بعد وضو کر لینا کافی ہے

غسل کرنا ضروری نہیں (ان کی تفصیل موجبات غسل کے دوسرے سبب کے حاشیہ میں گذر

گئی) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ: عَنِ الْمَذْيِ الْوُضُوءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ۔

(ترمذی: ماجار فی المنی والمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا: مذی سے وضو اور منی سے غسل لازم ہوتا ہے۔

(۵۵) نیند ناقض ہے۔

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا أَنْ لَا نَزْعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

وَلْيَا لَيْسَ مِنَ الْأَمْنِ جَنَابَةٌ لِّكُنَّ مِنْ غَائِطٍ وَبُولٍ وَنَوْمٍ.

(حسن صحیح) ترمذی المسح علی الخفین

حضرت صفوان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تلقین کرتے کہ سفر کی حالت میں تین دن تک موزے اتارنے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر جنابت ہو جائے تو موزے اتار دیں (اور غسل کریں) البتہ پیشاب پاخانہ اور نیند کی وجہ سے موزے اتارنے کی ضرورت نہیں ہے (بلکہ وضو کے وقت مسح کر لینا کافی ہے) اس حدیث میں پیشاب و پاخانہ اور نیند کا ایک ہی حکم بیان ہوا ہے کہ ہر دو کی طرح نیند بھی ناقض وضو ہے۔

(ب) کھڑے کھڑے یا بغیر سہارا لگائے یا نماز کی کسی ہیئت پر سونے سے وضو نہیں

لوٹتا۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ ثُمَّ يَصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّأُونَ.

(البوداؤد: بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ نماز عشاء کے انتظار میں ہوتے۔ اسی اثنائے نیند کی وجہ سے ان کے سر جھک جاتے پھر وہ یوں ہی نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے تھے۔

(۵۶) قے اور نکیر ناقض وضو ہے۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَتَوَضَّأَ.

(اصح شیء فی الباب)

قَالَ التِّرْمِذِيُّ: وَقَدَرَأَى غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرُهُمْ مِّنَ التَّابِعِينَ

(ترمذی: باب الوضوء من القی والرعاف)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قے

آگئی تو آپ نے وضو فرمایا۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اکثر حضرات صحابہ اور تابعین کا مسلک یہی ہے کہ

قے اور نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔"

(ب) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَعَفَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَنْصِفْ

فَلْيَغْسِلْ عَنْهُ الدَّمَ ثُمَّ لِيَعْدُ وَضُوءَهُ وَلْيَسْتَقْبِلْ صَلَاتَهُ

(معجم طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر نماز میں کسی کو نکسیر آجائے تو وہ نماز توڑ دے پھر خون دھو کر وضو کرے اور نئے سرے

سے نماز پڑھے۔"

اور خود نواب صدیق حسن خان بھی لکھتے ہیں: بدور الاہلۃ ضا

وَقِيَّ وَرُعَافٌ وَقَلَسٌ نَاقِضٌ وَضُوءٌ وَحَدِيثٌ قَاءَ فَتَوَضَّأَ حَسَنُ اسْت

قی نکسیر اور ایکائی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور حدیث قار فتوضا حسن درجہ کی ہے۔

(۵۷) خون استحا ضہ ناقض وضو ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک استحا ضہ عورت حضرت فاطمہ بنت ابی جیش کو

حکم دیا....

"ثُمَّ تَوَضَّأَ لِكُلِّ صَلَاةٍ" (بخاری: باب غسل الدم)

"کہ پھر ہر نماز کے لئے مستقل وضو کیا کر" چونکہ استحا ضہ کے خون سے وضو ٹوٹ

جاتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا۔

موزوں پر مسح کا بیان

(۵۸) چمڑے کے وہ موزے جن میں پاؤں ٹخنوں تک چھپے رہیں یا وہ اولیٰ سوتی جرابیں جن پر چڑا لگایا گیا ہو۔ یا وہ جرابیں جو چمڑے کی طرح سخت و موٹے کپڑے کی ہوں تو اسلاف محدثین و فقہار امت نے ان کو بھی موزوں کے حکم میں شمار کیا ہے۔ ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔

عَنِ الْمُخِیرَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ وَضَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْوَضًا وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهُ فَقَالَ إِنِّي أَدْخَلْتُهَا طَاهِرَتَيْنِ۔ (مسلم: المسح على الرأس والخصفين)

بخاری: إِذَا أَدْخَلَ رَجُلٌ خُفَّيْهِ

حضرت میغرۃ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا آپ نے وضو کے دوران موزوں پر مسح کیا۔ حضرت میغرۃ نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا میں نے یہ موزے با وضو حالت میں پہنے تھے۔

قَالَ الْمُبَارَكُ فَوَرَى رَحِمَهُ اللَّهُ: إِشْتَرَطُوا فِي الْجَوَازِ عَلَى الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ بِتِلْكَ الْفِيْوَدِ لِيَكُونَ فِي مَعْنَى الْخُفَّيْنِ وَيَدْخُلَا تَحْتَ أَحَادِيثِ الْخُفَّيْنِ فَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ الْجَوْرَبَيْنِ إِذَا كَانَا مُجَلَّدَيْنِ كَانَا فِي مَعْنَى الْخُفَّيْنِ وَبَعْضُهُمْ رَأَى إِذَا كَانَا صَفِيْقَيْنِ تَخْنِيْنِ: (تَعْفَةُ الْاُخُوْدَى)

علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقہاء نے جرابوں پر مسح کے لئے کچھ شرطیں لگائی ہیں تاکہ وہ موزوں کے حکم میں ہو کر ان احادیث کے ضمن میں داخل ہو جائیں جو موزوں

کی بابت وارد ہوئی ہے۔ لہذا بعض نے شرط لگائی کہ ان پر چڑا لگا ہوا اور بعض نے کہا کہ موٹے سخت کپڑے کی ہوں تو مسح جائز ہے۔ ایک اور دوسری جگہ پر علامہ نے خود اس تفصیل کو رائج قرار دیا ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخَفَّيْنِ۔ (بخاری: المسح علی الخفین)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موزوں کے مسح پر تمام صحابہ متفق ہیں اور یہ مسئلہ ستر سے زیادہ صحابہ سے منقول ہے اور جس کسی نے اس مسئلہ میں مخالفت کی۔ ان کی موافقت بھی منقول ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۳۰۵ باب المسح علی الخفین)

(۵۹) مدت مسح: مسافر کے لئے مسح کی مدت تین دن تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ہے۔

قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي رَافٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمَسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ۔ (مسلم: التوقيت فی المسح علی الخفین)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے مسح کی مدت تین دن تین راتیں مقرر فرمائی اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات۔ (۶۰) مسح کا طریقہ: ہاتھ کی انگلیاں پانی سے بھگو کر تین انگلیاں پاؤں کے پنجے پر رکھ کر اوپر کی طرف کھینچے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: «لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلَ الْخُفِّ أَوَّلَ بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ وَتَدْرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خَفَّيْهِ -
(قَالَ ابْنُ التَّلَخِيصِ اسْنَادُهُ صَحِيحٌ)

(البوداؤد: كيف المسح)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دینی مسائل کی بنیاد صرف عقل پر ہوتی تو موزے کا زیریں حصہ بالائی حصہ کی نسبت مسح کے لئے زیادہ موزوں تھا۔ حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ موزوں کے بالائی حصہ پر مسح فرمایا کرتے تھے۔

جراہوں پر مسح کا بیان

(۶۱) (۱) اونی، سوتی، نائیلون وغیرہ کی جراہوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ سے جراہوں پر مسح کرنا ثابت نہیں۔ لہذا جراہوں پر مسح کرنے سے وضو صحیح نہ ہوگا۔ نتیجہ نماز نہیں ہوگی۔

۱۔ اس اہم مسئلہ میں چونکہ عام لوگ غلطی میں مبتلا ہیں لہذا ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔
جراہوں پر مسح کے جواز میں چھ قسم کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ عَنْ مَغِيرَةَ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَيْنِ
وَالنَّعْلَيْنِ - (ترمذی)

۲۔ عَنْ ابْنِ مُوسَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى
الْجَوْرَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ - (بیہقی۔ ابن ماجہ)

۳۔ عَنْ بِلَالٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخَفَيْنِ
وَالْجَوْرَيْنِ - (طبرانی)

قَالَ الْمُبَارَكُ مُؤَرِّقٌ وَالْحَاصِلُ عِنْدِي أَنَّهُ لَيْسَ فِي بَابِ الْمَسْحِ عَلَى
الْجُورَبَيْنِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ مَرْفُوعٌ خَالٍ عَنِ الْكَلَامِ -

(تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۳۳۳)

علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پوری تحقیق کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ
جراہوں پر مسح کرنا کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں جو محدثین کی جرح و تنقید سے خالی ہو۔

۴۔ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدَيْنِ، رَوَاهُ أَحَدُهُمَا ثِقَاتٌ -

۵۔ اِسْتَدْلَّ ابْنُ الْقَيِّمِ بِعَمَلِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ -

۶۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً

فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شَكَوَا إِلَيْهِ مَا أَصَابَهُمْ مِنَ الْبَرِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ

وَالسَّاحِخِينَ - (ابوداؤد)

ذیل میں ان دلائل کا ترتیب وار جائزہ بحوالہ تحفۃ الاحوذی پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی دلیل کا جائزہ | عَنْ مُغِيرَةَ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجُورَبَيْنِ وَالتَّلْعَيْنِ - علماء محدثین رحمة

اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے قطعاً استدلال نہیں کیا جاسکتا چونکہ

۱۔ امام بیہقی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث منکر ہے۔ سفیان ثوری

عبدالرحمن ابن مہدی۔ امام احمد بن حنبل، ابن المہدی اور امام مسلم جیسے جلیل القدر علماء نے اس حدیث
کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی البوقیس اور ہذیل نے اس حدیث کے بقیہ

تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔ چونکہ سب نے صرف موزوں پر مسح کو نقل کیا ہے۔ لہذا البوقیس

مشہور غیر مقلد عالم میاں نذیر حسین دہلویؒ سے پوچھا گیا کہ اونی، سوئی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں۔۔۔۔۔ ۵۰ جواب کے شروع میں لکھتے ہیں ”مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں

وہ ذیل جیسے راویوں کی وجہ سے قرآن کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔

۲۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث اس روایت کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں لہذا امام ترمذی کا یہ کہنا قبول نہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۔ عبد الرحمن بن مہدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میرے نزدیک غیر مقبول ہے۔

۴۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ کسی ایک راوی نے بھی ابو قیس کی طرح اس روایت کو نقل نہیں کیا حضرت مغیرہ سے صحیح طور پر صرف موزوں پر مسح کرنا منقول ہے۔

۵۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن ابن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کیا کرتے تھے چونکہ حضرت مغیرہ سے جو مشہور روایت منقول ہے اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موزوں پر مسح کرنا منقول ہے۔ اس میں جرابوں کا تذکرہ نہیں ہے۔

۶۔ حضرت علی ابن المدینی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو حضرت مغیرہ سے اہل مدینہ اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے نقل کیا، لیکن جب ہذیل نے نقل کیا تو اس میں جرابوں پر مسح کا اضافہ کر دیا اور سب لوگوں کی مخالفت کی۔

۷۔ علامہ مبارک پوری فرماتے ہیں کہ ابو قیس نے تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔ نیز بہت سے علماء حدیث نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے باوجودیکہ انہیں ثقہ راوی کی زیادتی والا مسئلہ معلوم تھا۔ لہذا میرے نزدیک ان کا ضعیف قرار دینا مقدم ہے۔ ترمذی کے حسن صحیح کہنے پر (تحفۃ الاحوذی)

دوسری دلیل کا جائزہ | عَنْ ابْنِ مُوسَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوَابَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ۔ (ابن ماجہ بیہقی)

۱۔ علامہ مبارک پوریؒ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن سنان کو اختلاف ہو جایا کرتا تھا وہ ضعیف الحدیث ہے۔

ہے کیونکہ اس کی صحیح دلیل ہمیں اور مجوزین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں۔ (آگے خدشات کا ذکر ہے...)

- ۲- امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں دو کمزوریاں ہیں۔ (۱) امام احمد، ابن مسین، ابو زرعة نسائی نے عیسیٰ کو ضعیف قرار دیا ہے۔
 - ۳- نیز امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ضحاک بن عبد الرحمن کا سماع ابو موسیٰ سے ثابت نہیں لہذا روایت منقطع ہے۔
 - ۴- امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ روایت نہ تو متصل ہے نہ قوی ہے۔
- تیسری دلیل کا جائزہ** عَنْ بِلَالٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْسَعُ عَلَى الْخُفَيْنِ وَالْجَوْرِ بَيْنِ (طبرانی)
- ۱- زیلعی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔
 - ۲- حافظ بن حجر تقریب میں فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے بڑھاپے میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا۔

- ۳- اس کی سند میں اعمش راوی مدلس ہے۔ اس نے عَنْ عَنَنْ سے روایت کی ہے اور اس کا سماع حکم سے ثابت نہیں ہے۔

چوتھی دلیل کا جائزہ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدَيْنِ رَوَاهُ أَحَدُهُمَا ثِقَاتٌ۔

- ۱- علامہ مبارک پوری فرماتے ہیں، گو کہ اس روایت کی ایک سند کے راوی ثقہ ہیں، لیکن اس میں بھی اعمش راوی ہے جو کہ مدلس ہے اور اس نے عَنْ عَنَنْ سے روایت کی ہے اور مدلس راوی کا عنعنہ قبول نہیں ہے۔

- ۲- تمام راوی ثقہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس روایت کا متن بھی صحیح ہو۔ چونکہ یہاں ثقہ راوی مدلس ہے اور وہ اپنے استاد سے عنعنہ کے ساتھ روایت کرتا ہے۔

وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ لَمْ يَقُمْ عَلَى جَوَازِ الْمَسْحِ عَلَى الْجُزْأَةِ الْمَسْئُولَةِ
عَنْهُ دَلِيلٌ لَّامِنَ الْكِتَابِ وَلَا مِنَ السُّنَّةِ وَلَا مِنَ الْإِجْمَاعِ وَلَا مِنَ
الْقِيَاسِ الصَّحِيحِ كَمَا عَرَفْتُ.

الغرض مندرجہ بالا جراہوں پر مسح کی کوئی دلیل نہیں، نہ تو قرآن کریم سے نہ سنت سے
نہ اجماع سے اور نہ قیاس صحیح سے جیسے کہ آپ نے دیکھ لیا۔

(محمد نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۲۶ و ۳۲۷)

پانچویں دلیل کا جائزہ | اِسْتَدْلَ ابْنُ الْقَيِّمِ بِعَمَلٍ بَعْضِ لَصْعَابَةٍ.

۱۔ علامہ مبارک پوری فرماتے ہیں کہ موزوں پر مسح کی بابت بہت سی احادیث منقول ہیں جن
کے صحیح ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔ اس معیار کی احادیث کی وجہ سے ظاہر قرآن کو چھوڑ کر ان پر
بھی عمل کیا گیا۔ جب کہ جراہوں پر مسح کی بابت جو روایات منقول ہیں ان پر جو تنقید ہوئی ہے وہ آپ
دیکھ چکے ہیں پس اس قسم کی ضعیف روایت کی وجہ سے ظاہر قرآن کو کیونکر چھوڑا جاسکتا ہے۔

۲۔ بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جو جراہیں استعمال فرماتے تھے۔ وہ اتنی باریک نہ ہوتی تھیں کہ
پاؤں پر خود بخود ٹھہر نہ سکیں۔ اور ان کو پہن کر طویل مسافت پیدل طے نہ ہو سکے۔ بلکہ وہ موٹی اور سخت
ہوا کرتی تھیں۔ جو موزوں کے حکم میں تھیں۔ لہذا وہ موزوں پر مسح والی احادیث کے ضمن میں شامل ہیں
اور میرے نزدیک یہی بات واضح ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ ان حضرات نے جن جراہوں
پر مسح کیا وہ موزوں کی مانند تھیں۔

الغرض جب حضرات صحابہ کی جراہوں کی تفصیل معلوم ہو گئی تو اب موٹی باریک ہر قسم کی جراہ۔

پر مسح کو جائز کہنا صحیح نہیں رہا۔

چھٹی دلیل کا جائزہ | عَنْ تَوْبَانَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

(ب) یہ صورت حال ایک سخت وعید کے ضمن میں آئی ہے کہ جب نبی المرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے وضو میں ایڑیوں کو نہیں دھویا۔ تو آپ نے فرمایا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَّوْا إِلَيْهِ مَا أَصَابَهُمْ مِنَ الْبَرْدِ فَأَمَرَهُمْ
أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالنَّسَاجِينَ۔

بعض حضرات تساخین کے لفظ سے استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں۔

۱۔ یہ حدیث منقطع ہے ابن ابی الحاکم کتاب المراسیل ص ۲۲ میں امام احمد بن حنبل کا قول نقل کرتے ہیں کہ راشد

بن سعد کا سماع ثوبان سے ثابت نہیں ہے۔ (ملخص تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۳۳ تا ص ۳۴)

۲۔ نیز لغت بھی تساخین کے تین معنی کئے گئے ہیں۔ لہذا صرف جرابوں کے مسح پر استدلال کرنا کسی

طرح صحیح نہیں ہے۔

۱۔ ابن اثیر کتاب النہایۃ میں فرماتے ہیں کہ تساخین سے مراد موزے ہیں۔

۲۔ حمزہ اصفہانی فرماتے ہیں کہ یہ لٹپی کی ایک قسم ہے۔ علماء اسے پہنا کرتے تھے۔

۳۔ دوسرے علماء لغت کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے پاؤں کو گرمایا جائے

چاہے وہ موزے ہوں جراب ہو یا کوئی اور چیز۔

۴۔ بلوغ المرام میں اس روایت کے بعد خود راوی کی وضاحت موجود ہے کہ تساخین سے مراد

موزے ہیں۔ (بلوغ المرام: مسح علی الخفین)

الغرض اسی لئے علامہ مبارک پوریؒ بھی فرماتے ہیں کہ۔

وَالْحَاصِلُ عِنْدِي أَنَّهُ لَيْسَ فِي بَابِ الْمَسْحِ عَلَى الْجُودَبَيْنِ حَدِيثٌ

صَحِيحٌ مَرْفُوعٌ خَالٍ عَنِ الْكَلَامِ۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۳۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جرابوں پر مسح کے بارہ میں کوئی صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں جو جرح و تنقید

(مسلم: وجوب غسل الرجلین)

«وَيُلِّقُ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ»

» ایسی خشک ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہو اگ سے...»

جب ایڑیاں خشک رہ جانے پر اتنی سخت وعید ہے تو جرابوں پر مسح کرنے سے پورا پاؤں خشک رہ جاتا ہے۔

تیمم کا بیان

(۶۲) جب وضو یا غسل کے لئے پانی نہ ملے یا پانی کے استعمال سے بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنا جائز ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے۔ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَايَةِ أَوْ لَمْ يَمْسُحْ بِيَدَيْهِ مَاءٌ فَيَتَمَمُّهُ صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (مائتہ ۶)

اور اگر تم بیمار ہو جاؤ، یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی طبعی حاجت سے فارغ ہو کر آئے

سے خالی ہو۔

اور خود غیر مقلد عالم مولانا ابوسعید شرف الدینؒ بھی معترف ہیں کہ »یہ (جرابوں پر مسح) نہ قرآن سے ثابت ہو نہ حدیث مرفوعہ صحیحہ، نہ اجماع نہ قیاس صحیح سے نہ چند صحابہ کے فعل اور اس کے دلائل سے اور غسلِ رجليں (پاؤں کا دھونا) نصّ قرآنی سے ثابت ہے لہذا خوفِ حرمی (موزہ) کے سوا جراب پر مسح کرنا ثابت نہیں۔ (تنار اللہ امرتسری، فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۲۳)

یا تم جھماک کرے اور پانی نہ سے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔ (دوہ یوں کہ) چہرہ اور ہاتھوں پر مٹی مل لو، چونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں حرج میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا، بلکہ وہ تو تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے نیز اس طرح اپنی نعمت کی تکمیل چاہتا ہے، تاکہ تم اس کا شکریہ ادا کرو۔

(۶۳) تیمم کا طریقہ: تیمم کی نیت کر کے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر انھیں جھاڑ دیں اور دونوں ہاتھوں کو منہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے۔ پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کے نیچے رکھ کر کھینچتا ہوا کہنی تک لے جائے پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ کے اوپر کی طرف کہنی سے انگلیوں تک کھینچتا ہوا لائے، اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر کی جانب کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے۔ پھر اسی طرح دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے پھر انگلیوں کا خلال کرے۔ اگر انگوٹھی پہنی ہو تو اس کے نیچے بھی ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔ چونکہ اگر بال برابر جگہ بھی یونہی چھوٹ گئی تو تیمم صحیح نہ ہوگا۔

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ أَصَابَتْ بَنِيَّ جَنَابَةٌ
وَأَتَيْتُ تَمَعَكَتُ فِي التُّرَابِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اضْرِبْ
وَضَرْبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ ثُمَّ ضَرْبَ بِيَدَيْهِ
فَمَسَحَ بِهِمَا إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، قَالَ الْبَيْهَقِيُّ أَسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(بیہقی، کیف التیمم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا کہنے لگا کہ مجھے غسل جنابت کی حاجت ہو گئی (تو پانی نہ ہونے کے سبب بطور تیمم میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح ہاتھ مار، اور خود دونوں ہاتھ زمین پر مار کر چہرہ کا مسح کیا، پھر دونوں ہاتھ مار کر کہنیوں سمیت ہاتھوں کا مسح کیا۔

اوقات نماز

(۶۴) (۱) فجر کا وقت: صبح صادق سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔

ظہر کا وقت: زوال آفتاب سے اشیاء کا سایہ دوگنا ہونے تک رہتا ہے۔

عصر کا وقت: وقت ظہر کے اختتام سے غروب آفتاب تک رہتا ہے۔

مغرب کا وقت: غروب آفتاب سے غروب شفق ابیض تک رہتا ہے۔

عشاء کا وقت: شفق ابیض کے غروب سے طلوع صبح صادق تک رہتا ہے۔

(ب) حضرت بریدہؓ فرماتی ہیں کہ: ایک شخص نے اوقات نماز کی بابت دریافت کیا

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو دن کی نمازیں ہمارے ساتھ پڑھ۔ زوال

آفتاب ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم سے اذان دی۔ پھر اقامت کہی۔ پھر بھی

سورج سفید ہی تھا کہ حضرت بلالؓ نے آپ کے حکم سے عصر کی اذان و اقامت کہی۔ پھر غروب

آفتاب پر مغرب کی اور غروب شفق پر عشاء کی نماز پڑھی۔

دوسرے دن حضرت بلالؓ نے آپ کے ارشاد کے مطابق ظہر کو مؤخر کیا تا آنکہ موسم

نسباً ٹھنڈا ہو گیا اور عصر کی نماز کو پہلے دن سے مؤخر کیا تاہم سورج ابھی بلند ہی تھا اور مغرب

کی نماز غروب شفق سے پہلے پڑھی جب کہ عشاء کو رات کے تہائی حصہ تک مؤخر کیا اور فجر

کی نماز خوب روشنی ہونے پر ادا فرمائی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اوقات نماز کی بابت پوچھنے والا کہاں ہے؟

سائل حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا، ان اوقات کے درمیان تمہاری نمازوں کا وقت ہے۔

(مسلم اوقات الصلوۃ الخمس)

(ج) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ عَنِ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَا أَخْبِرُكَ. صَلَّى

الظُّهْرُ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرُ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ وَالْمَغْرِبُ
إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءُ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلِّ
الصُّبْحَ بِغَبْشٍ يَعْصِي الْغُلَسَ۔

(موطأ مالک - باب دقوت الصلوة)

حضرت عبداللہ بن رافع نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے اوقات کی
بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا، میں تمہیں بتلاتا ہوں۔ جب تیرا سایہ تیرے برابر ہو جائے تو ظہر کی
نماز ادا کر اور جب یہ سایہ دو گنا ہو جائے تو عصر کی نماز ادا کر اور غروب آفتاب پر مغرب کی نماز
پڑھ۔ جبکہ عشاء کا وقت رات کے تہائی حصہ تک ہے اور فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کر۔

ظہر کا مسنون و تحسن وقت

(۶۵) (۱) نمازوں کے مجموعی اوقات کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کے مسنون
و مستحب وقت کو بھی بیان کر دیا جائے۔

موسم سرما ہو تو زوال آفتاب کے بعد نماز ظہر کا جلد ادا کرنا مسنون ہے جب کہ گرمی کے
موسم میں اتنی تاخیر مسنون ہے کہ گرمی کی تیزی کم ہو جائے۔
(ب) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گرمیوں کا عمل۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَدْنَى مُؤَدِّنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرُ فَقَالَ ابْرِدْ، ابْرِدْ، أَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ وَقَالَ
شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدْ دُاعِنِ
الصَّلَاةَ حَتَّى رَأَيْتَ نَفْسَ التَّلَوْلِ۔ (بخاری۔ باب ابراد الظہر فی شدۃ الحر)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤذن بارگاہ رسالت نے ظہر کی اذان دینا

چاہی تو ارشاد نبوی ہوا، موسم کو ٹھنڈا ہونے دو، ٹھنڈا ہونے دو، یا فرمایا، مزید انتظار کرو، مزید انتظار کرو، چونکہ گرمی کی شدت جہنم کے اثرات میں سے ہے لہذا جب کمی شدت اختیار کر جائے تو موسم ٹھنڈا ہونے پر نماز پڑھا کرو (یونہی ہم نماز کو مؤخر کرتے رہے) تاآنکہ ہمیں ٹیلوں کے سائے بھی نظر آنے لگے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا الصَّلَاةَ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ. (مسلم: استحباب البراد بالظہر فی شدۃ الحر)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب گرمی زیادہ ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو چونکہ گرمی کی شدت جہنم کے اثر سے ہے۔
نیز امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس موضوع کی روایات حضرت ابو سعید حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما حضرت صفوان حضرت ابو موسیٰ حضرت بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ (ترمذی: تاخیر الظہر)

(ج) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سردیوں کا عمل۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ. (ابو حسان حدیث فی الباب)
(ترمذی: ماجار فی تعجیل ظہر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب زوال آفتاب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ.

(نسائی: تعجیل الظہر فی البرد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ گرمیوں میں نماز تاخیر سے۔ اور سردیوں میں جلدی پڑھتے۔

عصر کا مسنون وقت

۶۶ (۱) جب ہر چیز کا سایہ (اصل سایہ کے علاوہ) دوگنا ہو جائے تو عصر کا وقت شروع

۱۔ الغرض تمام احادیث شریفہ کو پیش نظر رکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سردیوں میں نماز ظہر کو جلدی ادا کرنا اور گرمیوں میں کچھ تاخیر کرنا پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت ہے لیکن علم حدیث سے سطحی تعلق رکھنے والے بعض لوگ سردی و گرمی میں نماز ظہر جلدی ادا کرتے ہیں، حالانکہ نواب صدیق حسن خانؒ کے صاحبزادہ اور مشہور غیر مقلد مصنف مولانا نور الحسن خانؒ لکھتے ہیں۔

”وافضل اوقات اول وقت ہر نماز است مگر آنچه دلیل بتخصیصش پرداختہ مثل تاخیر عشاء و ابراد ظہر در حر۔ (المنہج المقبول)“

کہ تمام نمازوں کو ابتدائی وقت میں پڑھنا افضل ہے سوائے ان نمازوں کے جن کی تاخیر دلائل سے ثابت ہے جیسے عشاء کو مؤخر کرنا اور نماز ظہر کو گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پڑھنا۔

(ب) نیز علامہ وحید الزمانؒ لکھتے ہیں۔

وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا وَالصَّلَاةُ الْعِشَاءُ فَإِلَّا فَضَّلُ
تَاخِيرُهَا عِنْدَ عَدَمِ الْمُسْقَاةِ وَالصَّلَاةُ الظُّهْرِ فَيُكَبِّرُ بِهَا فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

(نزل الابرار ج ۱ ص ۵۷)

کہ ابتدائی وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے جب کہ عشاء کو مؤخر کرنا اور گرمیوں میں نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھنا بہتر ہے۔

ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے، لیکن جب آفتاب بہت نیچا اور زرد ہو جائے تو اس وقت نماز مکروہ ہوتی ہے۔

(ب)

عَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيَاضًا نَقِيَّةً.

(البوداؤد وقت صلاة العصر)

حضرت علی بن شیبان کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ عصر کی نماز کو مؤخر فرماتے جب تک کہ سورج سفید اور صاف رہتا۔

(ج) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، صَلَّى الظُّهْرُ إِذَا كَانَ ظُلُوكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرُ إِذَا كَانَ ظُلُوكَ مِثْلَيْكَ ... الحديث

(موطاماک وقت الصلوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب تیرا سایہ تیرے برابر ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھ اور سایہ دو گنا ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھ۔

(د) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ

الذَّاهِبُ إِلَى قُبَاءَ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مَرْتَفَعَةٌ (مسلم، استحباب التَّكْبِيرِ بِالْعَصْرِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھ چکے۔ پھر قبا جانے والا جب وہاں پہنچتا تو سورج ابھی اونچا ہی ہوتا۔

مغرب کا مسنون وقت

(۶۷) آفتاب غروب ہوتے ہی نماز مغرب کی ادائیگی مسنون ہے اور بلا عذر تاخیر مکروہ۔

عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: «كُنَّا نَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ -

(بخاری: وقت المغرب)

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج چھپتے ہی ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مغرب کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔

عشاء کا مسنون وقت

(۶۸) تقریباً ایک تہائی رات تک مستحب وقت ہے، اسی وقت میں رہتے ہوئے جس قدر زیادہ تاخیر ہو وہ مسنون ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لِأَمْرَتِهِمْ أَنْ يُؤَخَّرُوا الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ. (حسن صحیح) (ترمذی: تاخیر صلوٰۃ العشاء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے امت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ضرور حکم دیتا کہ نماز عشاء کو رات کے ایک تہائی یا نصف حصہ تک مؤخر کیا کریں۔

فجر کا مسنون وقت

(۶۹) فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر طلوع آفتاب تک رہتا ہے، اگر اس وقت کے دو حصے کئے جائیں تو اصطلاح شریعت میں پہلا نصف حصہ غلَس اور دوسرا سفار کہلاتا ہے۔ اکثر و بیشتر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسفار میں نماز پڑھتے تھے۔ نیز آپ کا

فرمان ہے کہ اسفار میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَسْفَرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ. (حسن صحیح) (ترمذی، ماجاری فی الاسفار بالفجر)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
فجر کی نماز کو خوب روشنی ہونے پر (اسفار میں) پڑھو کہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

نواب صدیق حسن خان اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

پس بدرستیکہ اسفار بہ فجر بزرگ تر است برای فرد و ثواب شمار بر آن کہ ثواب نماز
بقدر ثواب جماعت است و جماعت در اسفار زیادہ می باشد از تغلیس غالباً (مسک الختام)

ج ۱ ص ۲۲۳ -

یہ صحیح ہے کہ فجر کی نماز اسفار کی حالت میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ چونکہ نماز کا ثواب
جماعت کے ثواب کی مناسبت سے ہوتا ہے اور اسفار میں نماز پڑھنے سے عموماً شرکار
جماعت کی تعداد غلٹ میں نماز پڑھنے کی نسبت زیادہ ہو جاتی ہے۔

(ب) اسلاف امت کا عمل: قَالَ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ مِنَ الصَّحَابَةِ
بِلَالُ النَّسِ، قَتَادَةُ بْنُ نَعْمَانَ، وَجَابِرُ بْنُ مَسْعُودٍ، الْبُوْهَرِيُّ
حَوَاءُ الْأَنْصَارِيِّ عَلَيْهِ عَمَلُ أَكْثَرِ الصَّحَابَةِ: وَقَدْ رَعَى
غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالْتَّابِعِينَ الْأَسْفَارُ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ.

(ترمذی: باب ماجاری فی الاسفار بالفجر)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت رافع کی اس روایت کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ،
حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت قتادی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ، حضرت حواری رضی اللہ عنہا نے بھی نقل کیا ہے اور اسی پر جمہور حضرات صحابہ کا عمل

تھا اور اکثر صحابہ اور تابعین نماز فجر کو اسفار میں پڑھنے کے قابل تھے۔

اوقات مکروہ

(۷۰) مندرجہ ذیل اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۱) فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک نوافل پڑھنا مکروہ ہیں، البتہ فوت شدہ فرض نماز کی قضا پڑھ سکتے ہیں۔

(ب) طلوع آفتاب سے اس کے بلند ہونے تک (یہ تقریباً بیس منٹ کا وقت ہے) اس دوران نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ حتیٰ کہ فرض نماز کی قضا بھی جائز نہیں۔

(ج) زوال کے وقت بھی نوافل و فرض پڑھنا مکروہ ہے۔

(د) عصر کی نماز کے بعد سے دھوپ کے زرد ہونے تک نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔

(س) دھوپ زرد ہونے کے بعد سے غروب آفتاب تک نوافل و فرض پڑھنا

مکروہ ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ السَّلَمِيِّ وَفِيهِ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَخْبِرْنِي
عَمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ وَأَجْزَلُهُ أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ صَلَّى صَلَاةُ
الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتَّى تَرْتَفِعَ
فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَحِينَ يَنْبِذُ
يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلَّى فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ
حَتَّى يَسْتَقِلَّ الظُّلُّ بِالرَّمْحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ
حِينَ يَنْبِذُ تَسْجُدُ لَهَا يَسْجُدُ، فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَتَى فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ
مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ

الصَّلَاةُ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغُيَّبُ بَيْنَ فَرْنِي
شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكَفَّارُ

(مسلم: الاوقات التي نهى عن الصلوة فيها)

حضرت عمر رضی فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مجھے ایسی چیز بتلائیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی ہو اور مجھے معلوم نہ ہو، خاص طور پر نماز کے متعلق بتلائیے: آپ نے ارشاد فرمایا: صبح کی نماز پڑھ کر کوئی اور نماز پڑھنے سے رکے رہو تا آنکہ آفتاب طلوع ہو کر بلند ہو جائے۔ چونکہ آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت سورج پرست کفار سے سجدہ کرتے ہیں: جب سورج کچھ بلند ہو جائے تو پھر نماز پڑھو، چونکہ ہر نماز بارگاہ الہی میں پیش کی جاتی ہے البتہ جب نیزہ بے سایہ ہو جائے (زوال کے وقت) تو نماز نہ پڑھو، چونکہ یہ جہنم کو دہکانے کا وقت ہے اور جب سایہ بڑھنا شروع ہو جائے تو پھر نماز پڑھو چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی جاتی ہے۔ جب عصر کی نماز پڑھ چکو تو پھر دوسری نماز سے رک جاؤ تا آنکہ سورج ڈوب جائے چونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت سورج پرست کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ لہ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ، لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ
حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ

(بخاری، لا یتحرى الصلوة قبل الغروب)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: صبح کی نماز کے بعد آفتاب کے بلند ہونے تک اور کوئی نماز نہیں ہے اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک اور کوئی نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

اذان کا بیان

④۱ اذان کی فضیلت و اہمیت

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمِّهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي
سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يَدْعُوهُ إِلَى الصَّلَاةِ
فَقَالَ مُعَاوِيَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ الْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلَ النَّاسِ أَعْنَاءًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(مسلم، باب فضل الأذان)

حضرت طلحہ کے چچا کہتے ہیں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ مؤذن نے
اگر نماز کی اطلاع دی تو حضرت معاویہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ
فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اذان دینے والوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے لمبی ہوں گی۔

④۲ تاریخ اذان

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ
کیا کہ نماز کی اطلاع کے لئے کون سا طریقہ عمل میں لایا جائے؟ اس دور کے وسائل کے
مطابق بعض نے یہ رائے دی کہ ”جب نماز کا وقت آئے تو پہاڑ کی چوٹی پر آگ جلا دی جائے
یہ دیکھ کر ہم سب جمع ہو جایا کریں گے۔“ بعض نے کہا کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر یا گلیوں میں گھوم

۱۔ طلوع آفتاب کے وقت ہر بستی کا بڑا شیطن اس طرح کھڑا ہو جاتا ہے کہ سورج اس کے
دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا نظر آئے تاکہ وہ دیگر شیطاں و جنات کو تاثر دے سکے
کہ یہ سورج پرست عنان مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

کر کوئی بلند آواز خاص نماز کا اعلان کرے، بعض نے ناکوس کی آواز پر جمع ہونے کا سورہ دیا۔

ایک رات حضرت عبداللہ بن زید اور بعض دیگر حضرات صحابہ کو خواب میں اذان کا منظر دکھایا گیا۔ انہوں نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ نے اس طریقہ کو پسند فرمایا اور حضرت بلالؓ کو اسی پنج پر اذان دینے کا حکم دیا۔

قرآن کریم نے اس طریق کار کے منجانب اللہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔
ارشاد ربّانی ہے۔

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هَٰهُنَا وَلِٰعِبَاءِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ۝

(سورۃ المائدہ نمبر ۵۸)

اور جب تم لوگوں کو نماز کی طرف بلاتے ہو تو یہ لوگ (اس آواز پر بلیک کہنے کی بجائے) اس کو ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

کلمات اذان (۷۳)

(۱) اذان کے یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر و متعین ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ ہیں۔ آپ کی حیات طیبہ میں یہی اذان حرمین شریفین کی فضاؤں میں گونجتی رہی۔ حضرات صحابہ و تابعین و اسلاف امت کا مسلسل عمل گواہ ہے کہ انہوں نے اسی اذان کو اپنائے رکھا اور اس میں اپنی طرف سے کوئی ترمیم و اضافہ نہ کیا۔

۱۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہماری نجات اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت اور اولیاء و اسلاف اور فقہاء امت کی مکمل اتباع میں ہے۔ اہل سنت و جماعت کا مسلک یہی ہے۔ لہذا ہمیں صرف وہی اذان دینی چاہئے جو مسنون و منقول ہے۔ بعض شیعہ نے اذان کی وسط میں اور بعض مبتدعین نے اذان کے شروع میں جو اضافہ کیا ہے وہ قرآن و سنت کی رو سے صحیح نہیں ہے۔

صاحب مجالس فرماتے ہیں:-

قَدْ غَيَّرْتُ هَذِهِ السُّنَّةَ فِي هَذَا الزَّمَانِ فِي أَكْثَرِ الْبُلْدَانِ لِأَنَّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اظہار محبت کے لئے بعض شیعہ نے اذان میں الشہدان امیر
المؤمنین و امام المتقین علیاً ولی اللہ الخ وغیرہ کلمات کا اضافہ کیا، ذخیرہ احادیث میں کہیں ان الفاظ کا پتہ
نہیں ملتا، نیز داخلی شہادت کے طور پر پتہ چلتا ہے کہ یہ الفاظ دور نبوی میں موجود نہ تھے۔ اس کے بعد خلیفہ
اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں موجود نہ تھے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
کے دور میں موجود نہ تھے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانے میں موجود نہ تھے۔
خلیفہ چہارم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود نہ تھے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی محبت کا تقاضا ہے کہ وہی اذان دی جائے جو ان کے دور خلافت میں دی جاتی تھی۔

لہذا ایسے الفاظ جو خیر القرون میں نہیں یقیناً سیاسی یا مذہبی گروہ بندی کا نتیجہ ہیں اور اس کی
 واضح دلیل یہ ہے کہ مشہور شیعہ محقق شیخ طوسی نے کتاب الاستبصار کے باب عدد الفصول فی الاذان
والاقامة (کلمات اذان و اقامت) کی حدیث نمبر ۲، ۳، ۴، ۵ میں کلمات اذان و اقامت کا
 ذکر کیا ہے لیکن مندرجہ بالا کلمات شہادت کا ذکر نہیں۔

(محمد بن حسن طوسی الاستبصار ج ۱ ص ۱)

بلکہ شیعہ کے رئیس المحدثین ابو جعفر محمد علی الصدوق المتوفی ۳۸۱ھ نے مَنْ لَا يَحْضُرُ
الْفَقِيْهِ بَابُ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ کی حدیث نمبر ۳ میں پوری اذان درج کی ہے جس میں جی علی
الفلاح کے بعد صرف جی علی خیر العمل کا اضافہ ہے اس کے بعد وہ لکھتے ہیں۔

” قَالَ مُصَنِّفُ هَذَا الْكِتَابِ هَذَا هُوَ الْاَذَانُ الصَّحِيْحُ لَا يَزَادُ
فِيْهِ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ وَالْمَقْوُوزَةُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ تَدَّ وَضَعُوا
اَخْبَارًا وَزَادُوا فِي الْاَذَانِ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ مَرَّتَيْنِ

أَهْلَهَا يُؤَدُّونَ بِالنُّوَاعِ النُّعَمَاتِ وَالْإِلْحَانِ.... ثُمَّ أَنَّهُمْ
لَعَرَضَهُمْ عَلَى التَّخَيُّلِ لَمْ يَكْتَفُوا بِكَلِمَاتِ الْإِذَانِ بَلْ زَادُوا عَلَيْهَا
بَعْضَ الْكَلِمَاتِ مِنَ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانَ مَشْرُوعًا بِنَصِّ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَكَانَ
مِنْ أَكْبَرِ الْعِبَادَاتِ وَأَجْلُهَا لَكِنْ اتَّخَذَهَا عَادَةً فِي الْإِذَانِ
عَلَى الْمَنَارَةِ لَمْ يَكُنْ مَشْرُوعًا إِذْ لَمْ يَفْعَلْهَا أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ

وَفِي بَعْضِ رِوَايَاتِهِمْ بَعْدَ أَشْهَادِ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ
أَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ رَوَى بِدَلِّ ذَلِكَ أَشْهَدُ
أَنَّ عَلِيًّا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا مَرَّتَيْنِ، وَلَا شَكَّ فِي أَنَّ عَلِيًّا وَلِيَّ
اللَّهِ وَأَنَّهُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا وَأَنَّ مُحَمَّدًا وَآلَهُ صَلَوَاتُ اللَّهِ
عَلَيْهِمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ وَلَكِنْ كَيْسَ ذَلِكَ فِي أَصْلِ الْإِذَانِ.....
(۲) أَبُو جَعْفَرٍ الصَّدُوقُ: فَقِيهٌ مِّنْ لَا يَحْضُرُ الْفَقِيهَ - ج ۱ ص ۱۸۸

اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ یہی وہ صحیح اذان ہے جس میں کمی بیشی جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ
شیعہ کے فرقہ مفوضہ پر لعنت بھیجے کہ انہوں نے احادیث گڑھی ہیں اور اذان میں محمد و آل محمد خیر البریۃ
کا اضافہ کیا ہے اور بعض میں انہوں نے اشہد ان محمد رسول اللہ کے بعد اشہد ان علیاً ولی اللہ کا جملہ دو
دفعہ بڑھالیا ہے۔ جب کہ بعض نے اشہد ان علیاً امیر المؤمنین حقاً کا جملہ دو دفعہ بڑھالیا ہے۔ اس میں کوئی
شک نہیں کہ علی اللہ کے ولی ہیں اور وہ برحق امیر المؤمنین ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل مخلوق
میں بہتر ہیں، لیکن یہ کلمات اذان کا حصہ بالکل نہیں۔

الغرض سابقہ تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ شہادت علی کے مردہ کلمات اذان
کا حصہ نہیں، بلکہ شیعہ محدث نے تو ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

وَالتَّابِعِينَ وَلَا غَيْرَهُمْ مِّنْ أُمَّةٍ الدِّينِ وَلَيْسَ لِاحِدٍ أَنْ
يَضَعَ الْعِبَادَاتِ إِلَّا فِي مَوَاضِعِهَا الَّتِي وَضَعَهَا فِيهَا الشَّرْعُ
وَمَضَىٰ عَلَيْهِ السَّلَفُ الْأَتَرَىٰ أَنْ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ مَعَ كَوْنِهَا مِنْ
أَعْظَمِ الْعِبَادَاتِ لَا يَجُوزُ لِلْمُكَلَّفِ أَنْ يَمْرُءَهَا فِي الرُّكُوعِ
وَلَا فِي السُّجُودِ وَلَا فِي الْقَعْدَةِ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهَا كَيْسٌ مَّحَلٌّ.

(مجالس الابراہیم ص ۳۷۷)

آج کل اکثر مقامات پر سنون اذان میں تبدیلی ہو چکی ہے۔ اولاً تو یوں کہ مؤذن لوگ
اذان کے کلمات کو گا گا کر مختلف لہجوں میں ادا کرتے ہیں۔ پھر جب راگ و رنگ کے دلدادہ

اب اہل تشیع کی اذان کے رد عمل میں اگر کوئی شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف
و منقبت کے طور پر اذان میں اضافہ کرے تو یقیناً یہ اضافہ بھی بدعت اور غیر سنون شمار ہوگا چونکہ اسلام
نے سنت و بدعت کا جو معیار قائم کیا ہے وہ مسلک و مشرب اور شخصیات کی حکمرانیوں سے بالاتر ہے
یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی سنی بھی اسلامی عبادات میں اضافہ کرے گا تو یہ اضافہ بدعت اور خلاف سنت شمار
ہوگا۔

اذان سے پہلے درود

پاک و ہند میں بعض مبتدعین نے اذان سے قبل درود شریف کا اضافہ کیا۔

۱۔ جائزہ از روئے قرآن: ارشاد ربانی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ

عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (الاحزاب ۵۶)

اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام پڑھا کرو۔

یہ آیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور کون ہے جو آپ سے زیادہ بڑھ کر اس

کے مفہوم و مراد سے واقف ہو۔ آپ نے حسب عادت یہ آیت بھی حضرات صحابہ کو سمجھائی۔ صحابہ نے آپ

کی تعلیمات کے مطابق اس پر عمل کیا: اگر اس آیت کے مفہوم میں اذان سے قبل درود شریف پڑھنا بھی

طبقہ کے ذوق کی تکمیل نہ ہوئی لہذا انہوں نے اذان کے موجودہ کلمات کو ناکافی سمجھا اور درود شریف کا اضافہ کر لیا (اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوپاک میں اذان سے قبل یہ اضافہ لاؤڈ سپیکر کے بعد کی پیداوار ہے) گو کہ درود شریف کا پڑھنا قرآن و سنت کی رو سے مستحسن اور بہت بڑی عبادت ہے، لیکن اسے اذان کا جزو بنالینا جائز نہیں۔ اس لئے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرات تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر ائمہ و فقہا امت میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا۔ شریعت اسلامیہ نے عبادات کو جس مقام و جس کیفیت پر رکھا ہے خصوصاً جس پر اسلاف

ہوتا تو یقیناً آپ ضرور بتلاتے اور حضرات صحابہ ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے، لیکن آپ کی حیات طیبہ میں اذان سے قبل درود شریف نہ پڑھا گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ قرآنی مفاہیم سے بخوبی واقف تھے۔ جن میں ابن عباسؓ جیسے سید المفسرین بھی موجود تھے۔ اس کے باوجود حضرات صحابہ نے اذان سے قبل درود شریف نہ پڑھا معلوم ہوا کہ اذان سے قبل درود شریف قرآنی نقطہ نظر سے صحیح نہیں۔ اب اگر اس درود میں کوئی شخص اس درود کو آیت کے مفہوم میں داخل کرے تو بارگاہ الہی کی گستاخی ہوگی، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذان کے جو کلمات عطا ہوئے۔ ان میں ایک چیز کی کمی تھی جسے اب پورا کیا گیا۔ نیز اس سے بارگاہ رسالت کی گستاخی ہوگی کہ یا تو اللہ کے رسولؐ کو آیت کا مکمل مفہوم معلوم نہ تھا یا معلوم تھا، مگر آپ نے امت کو نہیں بتلایا نیز یہ کہ آپ کی حیات طیبہ میں جو اذان دی جاتی تھی وہ قدرے قابل اصلاح تھی اور درود شریف کے اضافے کی متقاضی تھی۔

نیز اس سے شان صحابہ میں گستاخی ہوگی کہ یا تو وہ قرآنی مراد سے ناواقف تھے یا واقف ہونے کے باوجود انہوں نے اس محبوب عمل کو چھوڑے رکھا۔

جائز از روئے سنت :- (۱) مسنون اذان کی تمام تفصیلات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

بتلادی تھیں۔ مؤذن کا انتخاب، اذان کے دوران جواب، اذان کے بعد کی دعا وغیرہ۔

امت کا عمل جاری ہے اس میں تبدیلی کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی توضیح کے لئے مثال کافی ہے کہ تلاوت کلام پاک باوجودیکہ بہت بڑی عبادت ہے لیکن کسی شخص کے لئے جائز

اگر اذان سے قبل درود شریف مسنون و مستحب ہوتا تو آپ امت کو یہ بھی بتا دیتے۔ لیکن ذخیرہ احادیث میں کہیں بھی اس کا پتہ نہیں ملتا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا ہے کہ ہمیں بھی وہی اذان پسند ہو جو خود آپؐ کو پسند تھی۔ ہم وہی سنون اذان دیں جو آپؐ کی حیات طیبہ میں حرمین شریفین و دیگر مساجد کی مقدس فضاؤں میں گونجتی رہی۔

(ب) عشق و محبت کے زبانی داعی نہیں بلکہ کردار و عمل کے غاری اپنے تن من دھن کو قربان کر دینے والے سچے محب اور عاشق رسولؐ تمام حضرات صحابہؓ تھے اگر اذان میں یہ اضافہ کسی درجہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا سبب ہوتا تو سب سے پہلے یہ کام حضرات صحابہؓ کرتے خصوصاً بارگاہ رسالت کے مؤذنین جن میں حضرت بلالؓ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ حضرت ابو محمد و رة رضی اللہ عنہ چونکہ وہ بارگاہ رسالت کے مزاج آشنا تھے۔

لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ سچی محبت کے تقاضوں کو پورا کیا کہ وہی سنون اذان دیتے رہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔ الغرض اذان میں اس اضافہ کو محبت کا لبادہ اڑھانے کی کوشش نہیں کی جاسکتی۔

(ج) اذان میں اس قسم کا اضافہ تو بڑی دور کی بات ہے، سنت رسولؐ کے دلدادہ حضرات صحابہؓ تو عام سنون اور ادواذ کار میں بھی ذرہ بھر آمیزش کو برداشت نہ کرتے تھے گو کہ وہ آمیزش بظاہر کتنی ہی دلاویز ہو۔ ملاحظہ فرمائیں۔ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلِمْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا اَنْ

ہیں کہ وہ رکوع سجدہ یا قعدہ میں قرآن پڑھے چونکہ ان میں سے کوئی جگہ بھی تلاوت کا محل نہیں ہے۔

تَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے چھینک مار کر کہا، الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ، اس پر فوراً ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حمد و سلام کا تو میں بھی قائل ہوں، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا نہیں سکھایا، آپ نے بتلایا کہ ہم اس موقع پر صرف الحمد للہ کہا کریں

غور طلب امر یہ ہے کہ بذات خود والسلام علی رسول اللہ کوئی قابل اعتراض جملہ نہیں جب ایک صحابی رسول کو ایک عام مسنون ذکر الحمد للہ پر السلام علی رسول اللہ کا اضافہ منظور نہیں تو خود صاحب سنت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان جیسے اہم معاملہ میں الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ کا اضافہ کیونکر منظور ہوگا۔

علمائے امت اور علماء بریلویہ کا تجزیہ :- گذشتہ سطور سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی، کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان سے پہلے اور بعد یہ اضافہ نہیں تھا اس طرح خلافت راشدہ، خلافت بنی امیہ، خلافت عباسیہ اور پھر قریب زمانہ میں خلافت عثمانیہ تک اذان اپنی اصلی حالت میں باقی رہی اور اس دوران آٹھویں صدی میں بعض لوگوں نے اذان میں اضافہ کیا تو علماء امت نے ان کو سختی سے روک دیا اور اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا، ملاحظہ ہو، علامہ ابن حجر مکی شہمی لکھتے ہیں :- وَرَدَتْ أَحَادِيثُ أَخْرَجَتْكَ الْأَحَادِيثُ سَابِقَةً وَلَمْ تَزَلْ فِي شَيْءٍ مِّنْهَا التَّعَرُّضُ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْأَذَانِ وَلَا إِلَى مُعْتَدٍ رَسُولُ اللَّهِ بَعْدَهُ وَلَمْ تَزَلْ أَيْضًا فِي كَلَامِ أَيْمَتِنَا تَعَرُّضًا لِذَلِكَ أَيْضًا فَحِينَئِذٍ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْ هَذَيْنِ لَيْسَ بِسَنَةٍ فِي مَحَلِّهِ الْمَذْكُورِ فِيهِ فَمِنْ أَيْبَىٰ بَوَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِي ذَلِكَ مُعْتَقِدًا سَنِيَّتَهُ فِي ذَلِكَ الْمَحَلِّ الْبَحْثُ مِنْ

(د) صاحب مجالس کا یہ اصول بڑا وزنی اور واضح ہے کہ جن عبادات کی کیفیت وحیثیت متعین ہے ان میں حذف یا زیادت کا اختیار کسی کو نہیں۔ اس کی ایک اور واضح

نہی عنہ ومنع منه لانه تشریح بخیر دلیل ومن شرع بلا دلیل یزجر عن ذلک ینہی عنہ۔ (الفقادی الکبریٰ الفقہیہ، ج ۱ ص ۱۳۱) اس قسم کی اور احادیث بھی ہیں لیکن کسی بھی حدیث میں اذان سے قبل درود شریف اور اذان کے بعد محمد رسول اللہ کہنے کا ذکر تک نہیں نیز ہمارے ائمہ کے کلام میں بھی اس مسئلہ کا نشان نہیں ملتا، اس طرح یہ دونوں چیزیں اذان میں منون نہیں ہیں، لہذا جو شخص بھی اس مقام پر یہ عمل سنت سمجھ کر کرے گا۔ اسے روکا جائے گا، چونکہ یہ تو بلا دلیل ایک مسئلہ کو شریعت کی طرف منسوب کرنا ہے اور ایسا کرنے والے کو سختی کے ساتھ روک دیا جائے گا علامہ مفتی محمد حسین نعیمی لکھتے ہیں: اذان کے کلمات مقرر ہیں۔ اس میں کمی بیشی کرنا یا ان کے آگے پیچھے درود شریف یا قرآن کریم کی آیت بلا فصل ملانا بدعت ہے اور عبادت میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے، اذان کے ساتھ اول درود شریف کو لازم قرار دینا یا اہل سنت کا شعار بنانا بھی بدعت ہے اور عبادت معہودہ میں تحریف کرنے کی کوشش ہے (ملخص) فتویٰ مفتی محمد حسین نعیمی، جامعہ نعیمیہ، لاہور۔ انوار الصوفیہ میں ہے: قرون اولیٰ میں بلکہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کہیں بھی اذان سے پہلے بلند آواز سے تسمیہ یا صلوة و سلام پڑھنا شروع نہیں ہے دراصل یہ زوائد و ہابیوں دیوبندیوں کی ضد سے یا لغت خواں قسم کے مؤذنین نے پیدا کئے ہیں، یہ رسم جو اسلام میں معہود نہیں تھی، جہلام پڑھاتے چلے جا رہے ہیں اور علماء کرام خاموش ہیں پتہ نہیں کیا وجہ ہے (ملخص) انوار الصوفیہ (ترجمان آستانہ علی پور شریف) جنوری ۱۹۷۸ء۔ دارالعلوم حزب الاحناف کا فتویٰ: فجر ہونے سے پہلے لاؤڈ سپیکر پر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز نہیں۔ فتویٰ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور، ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۸ء الغرض اذان سے پہلے یا بعد درود شریف وغیرہ کا اضافہ قرآن و سنت و اقوال صحابہؓ سے ثابت نہیں ہے اور خود بریلوی مکتب فکر کے علما نے بھی اس کو بدعت اور ناجائز قرار دیا ہے کیا ہی اچھا ہو کہ تمام بریلوی حضرات گروہی رجحانات کو بالائے طاق رکھ کر ان حقیقت پسندانہ تعلیمات پر عمل کریں۔

مثال یہ ہے کہ جو شخص نماز ظہر کے پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد غمدا درود شریف پڑھے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بھول کر پڑھے تو سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

چونکہ قعدہ اولیٰ میں درود شریف نہیں قعدہ ثانیہ میں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ شریعت اسلامیہ نے جہاں درود شریف مستعین کیا ہے۔ اس کو وہاں سے ہٹانا جائز نہیں اور جہاں مستعین نہیں وہاں بڑھانا جائز نہیں۔

مشہور حنفی محقق علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایت میں اس بات کی تصریح کی ہے ملاحظہ ہو۔ اَوْتَاخَيْرُ الْقِيَامِ إِلَى الثَّالِثَةِ بِسَبَبِ الزِّيَادَةِ عَلَى الشَّهَادَةِ سَاهِيًا وَلَوْ بِحَرْفٍ مِّنَ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۵۰۲)

اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے میں تاخیر ہو گئی اور بھول کر درود شریف پڑھ لیا تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔

مسنون اذان کے کلمات

(۷۴) اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ يَعْمَلُ لِيَضْرِبَ لِلنَّاسِ لِحْجَاجَ الصَّلَاةِ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ فَقُلْتُ يَا

عَبَدَ اللّٰهَ، اَتَّبَعَ النَّاسُ تَوَسُّسًا؟ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ فَقُلْتُ
 " نَدْعُوْهُ اِلَى الصَّلَاةِ! قَالَ: اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ
 مِنْ ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ بَلَى، قَالَ: فَقَالَ، تَقُولُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ
 اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ،
 اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى
 الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ،
 اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ - (الحديث)

(قال الزيلعي هذا ثابت صحيح) (البوداؤد، باب كيف الاذان)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تاکہ ناقوس بجا کر لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا جائے۔ تو میں نے
 خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو ناقوس اٹھائے ہوئے ہے۔ میں نے کہا یہ ناقوس بیچو گے؟
 اس نے کہا کہ تم اس کو کیا کرو گے؟ میں نے کہا اس سے نماز کے لئے لوگوں کو جمع کریں گے
 اس نے کہا تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتا دوں؟ میں نے کہا ضرور! اس نے کہا اچھا تو پھر تم
 یہ کہا کرو (ترجمہ) اللہ سب سے بڑا ہے (۴ دفعہ) میں (صدق دل) سے گواہی دیتا ہوں کہ
 اللہ کے علاوہ اور کوئی عبادت کے قابل نہیں (۲ دفعہ) میں (صدق دل) سے گواہی دیتا
 ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۲ دفعہ) نماز کے لئے آؤ (۲ دفعہ) کامیابی کی
 طرف آؤ (۲ دفعہ) اللہ سب سے بڑا ہے (۲ دفعہ) اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔
 (۴۵) فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو دفعہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا چاہیے۔

عَنْ اَبِي مَعْدُوْدٍ وَفِيْهِ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَاِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ،

(قال العظيم آبادی حدیث صحیح) (الوداؤد، کیف الاذان)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر صبح کی نماز کا وقت ہو تو دو دفعہ الصلوٰۃ خیر من النوم۔

عَنْ النَّسْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ «مِنَ السُّنَّةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْفَجْرِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ» الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ.

(قال البيهقي اسناداً صحيح)

(بيهقي: التوثيق في اذان الصبح)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسنون یہ ہے کہ فجر کی اذان میں مؤذن جب حی علی الفلاح کہہ لے تو الصلوٰۃ خیر من النوم کہے۔

اذان کا جواب دینا

(۷۶) اذان کے آداب کا تقاضا ہے کہ اس دوران ادھر ادھر کی بات چیت نہ کرے بلکہ کلمات اذان پر غور کرے اور مؤذن کے ساتھ ساتھ یہ کلمات دھراتا جائے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ.

(مسلم: استجاب القَوْل مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ بخاری: مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيَ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اذان سنو تو وہی کلمات دھراؤ جو مؤذن کہتا ہے۔

اذان کے بعد دعا

(۷۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ «مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ
وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ ابْتِ مَحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ
مَقَامًا مَحْمُودًا إِلَ الَّذِي وَعَدْتَنَّهُ» حَلَّتْ لَهُ شِفَاعَتِي؛

(بخاری: الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص اذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔
دعا یہ ہے۔

«اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ النَّامَةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ ابْتِ
مَحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا إِلَ الَّذِي
وَعَدْتَنَّهُ»

اقامت کا بیان

اقامت کے مسنون کلمات یہ ہیں۔ (۷۸)

اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى
عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ
تَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ، تَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ
أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

(ب) مؤذن رسول حضرت ابو محذورہ کا عمل

عَنِ ابْنِ مَعْيَرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مَحْذُورَةَ يَقُولُ عَلَيْنِي رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِقَامَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً.
(طحاوی، الاقامة کیف ہی)

ابن محیریز نے حضرت ابو محذورۃ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: ”مجھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کے سترہ کلمات سکھائے تھے۔“
 واضح رہے کہ ترمذیؒ نے حضرت ابو محذورۃؒ سے جو مرفوع روایت نقل کی ہے اس میں بھی سترہ کلمات اقامت کا ذکر ہے امام ترمذیؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔
 (ج) مؤذن رسولؐ حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی تھا۔
 عَنْ عُبَيْدِ مَوْلَى سَلَمَةَ بْنِ الْأَكُوْعِ أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكُوْعِ كَانَ يُثْنِي الْقَامَةَ۔ (طحاوی، الْقَامَةُ كَيْفَ هِيَ؟)
 حضرت عبید فرماتے ہیں کہ سلمۃ بن الاکوع اقامت کے دوہرے کلمات کہا کرتے تھے
 (یعنی اشہدان لا الہ الا اللہ سے آخری اللہ اکبر تک تمام کلمات دو دفعہ کہا کرتے تھے۔)

(۵) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا آخری عمل۔

عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدٍ أَنَّ بِلَالَ كَانَ يُثْنِي الْأَذَانَ وَيُثْنِي الْقَامَةَ۔
 مصنف عبد الرزاق۔ اسنادہ صحیح آثار السنن ج ۱ ص ۵۵
 حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت

لَهُ عَنْ النَّسْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمْرٌ بِلَالٍ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْقَامَةَ۔
 (مسلم: الامر بشفع الاذان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دوہرے اور اقامت کے کلمات اکہرے کہا کریں۔

لہذا حضرت بلالؓ ابتدائی ایام میں اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہتے تھے لیکن جب یہ حکم منسوخ ہوا تو پھر آپؐ آخری عمر تک اقامت کے کلمات دو دفعہ کہا کرتے تھے۔
 امام طحاوی فرماتے ہیں:

کے کلمات دود و دفعہ کہا کرتے تھے۔

(۷۹) تکبیر کہنے والے کے ساتھ انہی کلمات کو دہراتے جانا مسنون ہے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ بِلَالَ أَخَذَنِي الْإِقَامَةَ فَلَمَّا
أَنْ قَالَ قَدْ۔

ثُمَّ ثَبَّتَ هَوْنٌ بَعْدَ عَلَى التَّثْنِيَةِ فِي الْإِقَامَةِ بِتَوَاتُرِ الْأَثَارِ
فِي ذَلِكَ فَعِلِمَ أَنَّ ذَلِكَ هُوَ مَا أَمَر بِهِ۔

(طحاوی: الاقامة کیف ہی؟)

پھر حضرت بلالؓ کا مستقل عمل اقامت دہری کہنے کا رہا جس پر روایات متواترہ دلالت کرتی
ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بلالؓ کو اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

خود علامہ شوکانیؒ حضرت ابو محمد رة رضی اللہ عنہ کی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عمل منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

وَهُوَ مَتَأَخَّرُ عَنْ حَدِيثِ بِلَالٍ الَّذِي فِيهِ الْأَمْرُ بِاتِّسَارِ الْإِقَامَةِ
لِأَنَّهُ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ لِأَنَّ أَبَا مُحَمَّدٍ وَرَّةَ مِنْ مُسْلِمَةِ الْفَتْحِ وَبِلَالًا
أَمْرًا بِفَرَادِ الْإِقَامَةِ أَوَّلُ مَا شَرَعَ الْإِذَانُ فَيَكُونُ نَاسِخًا وَقَدْ
رَوَى أَبُو الشَّيْخِ أَنَّ بِلَالَ أَذِنَ بِمَنْىَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَامَ مِثْلَ ذَلِكَ إِذَا عَرَفْتَ هَذَا
تَبَيَّنَ لَكَ أَنَّ أَحَادِيثَ تَشْنِيَةِ الْإِقَامَةِ صَالِحَةٌ لِلْإِحْتِجَاجِ
بِهَا لِمَا أَسْلَفْنَا وَأَحَادِيثُ أَفْرَادِ الْإِقَامَةِ وَلَوْ كَانَتْ أَصَحَّ
مِنْهَا لِكَثْرَةِ طُرُقِهَا وَكَوْنِهَا فِي الصَّحِيحَيْنِ لَكِنَّ أَحَادِيثَ التَّثْنِيَةِ
مُشْتَبِهَةٌ عَلَى الزِّيَادَةِ فَالْمَصِيرُ إِلَيْهَا مَعَ تَأَخُّرِ تَارِيخِ بَعْضِهَا
كَمَا عَرَفْنَا. (شوکانی: نیل الأوطار ج ۲ ص ۲۷۲، صفحہ الاذان)

قَامَتِ الصَّلَاةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَامَهَا اللَّهُ
وَأَدَامَهَا اللَّهُ وَقَالَ فِي الْإِقَامَةِ كَخَوْحِدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
فِي الْإِذَانِ - (البوداؤد: ما يقول اذا سمع الاقامة)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت شروع
کی جب وہ قد قامت الصلوٰۃ پر پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔
”أَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا اللَّهُ“ اور باقی اقامت کا جواب اذان کی طرح دیا جیسا کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہوا۔

حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ والی روایت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے مؤخر
ہے جس میں حضرت بلالؓ کو اکہری اقامت کہنے کا حکم دیا گیا تھا چونکہ حضرت ابو محمد رضی
فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اکہری اقامت کہنے کا حکم شروع
شروع میں دیا گیا تھا۔ لہذا حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ والی روایت نے سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا،
بلکہ ابوالشیخ نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت بلالؓ نے منیٰ میں اذان دی تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بھی وہاں موجود تھے۔ تو وہ اذان و اقامت ایک جیسی تھی اور اس میں دو دو دفعہ
کلمات کو دہرایا گیا ہے۔ جب تمہیں یہ تفصیل معلوم ہوگئی تو واضح ہو گیا کہ جن احادیث میں دہری
اقامت کا ذکر ہے وہ دلیل بن سکتی ہیں اور اکہری اقامت والی احادیث طرق مختلفہ اور
صحیحین میں وارد ہونے کی وجہ سے گو کہ زیادہ صحیح ہیں لیکن دہری اقامت والی احادیث
میں ایک زیادہ چیز کا تذکرہ ہے لہذا ان کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ خاص طور پر اس
لئے بھی کہ ان میں آخری زمانہ کا تذکرہ ہے جیسے کہ ہم بتا چکے ہیں۔

انگوٹھے چومنا

(۸۰) مسنون اذان، مسنون اقامت اور اس دوران مسنون اعمال کا ذکر ہوا۔ الغرض جو اعمال بھی مستحسن تھے وہ ہمیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیئے۔ اب اس میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہم اہل سنت و جماعت کو زیب نہیں دیتا کہ یہ شان نبوت میں گستاخی ہے جیسا کہ بعض مبتدعین اذان و اقامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر انگوٹھے چومتے ہیں۔ ذخیرہ احادیث میں کہیں اس کا پتہ نہیں ملتا۔

لہ ذخیرہ قرآن و سنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر انگوٹھے چومنے کا ذکر نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو جائز ثابت کرنے کے لئے من گھڑت قصوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔

ایک قصہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ جسے علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد الحسنہ باب المیم میں نقل کر کے خود فرمایا کہ ”ولا یصح“ یہ واقعہ سرے سے صحیح ہی نہیں

ہے۔

علامہ سخاویؒ کی پوری عبارت درج ذیل ہے: ”ذَكَرَ الدَّيْلِيُّ فِي الْفَرْدِ وَبِشْرِ مَنْ حَدِيثِ ابْنِ بَكْرٍ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ هَذَا وَقَبْلَ بَاطِنِ الْأَعْلَتَيْنِ السَّابِتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَى عَيْنَيْهِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا دَخَلَ خَلِيلِي فَقَدْ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي“ وَلَا يَصَحُّ“

ایک اسی قسم کا قصہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس کی بابت خود

علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”وَكَذَا مَا أوردَ أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ ابْنِ بَكْرٍ الرَّادِ الْيَمَانِي الْمَتَّصِفُ فِي كِتَابِهِ مُوجِبَاتُ الرَّحْمَةِ وَعَزَائِمُ الْمَغْفِرَةِ“

نماز کی مسنون ترکیب

(۸۱) جب نماز پڑھنے لگو تو قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاؤ پھر جو نماز پڑھنی ہے اس کی نیت دل سے کرو، مثلاً یہ کہ فجر کی نماز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پڑھتا ہوں: پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، ہتھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رخ رہیں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہوں اس وقت اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لو۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ

بِسَنَدٍ فِيهِ مَجَاهِيلٌ مَعَ انْقِطَاعِهِ عَنِ الْخِضَرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
(الْمُقَاصِدُ الْحَسَنَةُ، باب الميم)

ترجمہ: ”اور اسی طرح وہ قصہ بھی غلط ہے جس کو ابو العباس یمنی صوفی نے اپنی کتاب ”موجبات الرحمة وعزائم المغفرة“ میں درج کیا ہے چونکہ اس کی سند میں بہت سے نامعلوم (جھول لوگ ہیں، ساتھ ہی ساتھ یہ کہ خضر علیہ السلام کے ساتھ سرے سے راوی کی ملاقات ہی ثابت نہیں۔“ ایک اور قصہ حضرت طاؤس کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے شمس بن نصر سے سنا کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر انگوٹھے چومے وہ اندھا نہیں ہوگا۔ خود علامہ سخاوی اس کو نفل کر کے فرمائے ہیں کہ ”ولا يصح في المرفوع من هذا شيء“ ان سب باتوں میں سے ایک بھی مرفوعاً ثابت نہیں۔

اور جناب احمد رضا خان صاحب بریلویؒ بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ انگوٹھے چومنا کسی بھی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں تو آج کے بعض ضعیف اور مجروح قصے ہیں جن کا سہارا لیا جاتا ہے اور یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد ٹھوس حقائق اور مضبوط دلائل پر رکھی گئی ہے۔ من گھڑت قصے کہانیوں پر نہیں۔ ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں۔

پر رکھو اور نظر سجدہ کی جگہ رہے۔ ہاتھ باندھ کر آہستہ آہستہ سبحانک اللہم... پڑھو، پھر اعوذ باللہ..... بسم اللہ..... پڑھ کر سورۃ فاتحہ پڑھو، پھر آہستہ سے آمین کہہ کر کوئی سورۃ یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات پڑھو، لیکن اگر تم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو سبحانک اللہم... پڑھ کر خاموش کھڑے رہو۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جاؤ

اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت نہیں۔ یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے۔ کلام سے خالی نہیں پس جو اسکے لیے ایسا ثبوت مانے یا اسے مؤکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر و ملامت کہے۔ بے شک غلطی پر ہے۔ ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل ابہامین وارد ہے۔

(احمد رضا خان۔ مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۱۵۵)

یہاں بعض علماء کو ایک غلطی لگی کہ ”یہ باتیں ضعیف ہیں اور فضائل میں ضعیف کمزور روایتوں پر بھی عمل کر لیا جاتا ہے۔“ لیکن اگر ان باتوں کے ثبوت کا ضعیف احتمال بھی ہو تو شاید ان کا کہنا درست ہو گا۔ جب کہ یہ باتیں سرے سے من گھڑت اور موضوع ہیں تو کسی درجہ میں بھی عمل کی بنیاد نہیں بن سکتی ملاحظہ ہو۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

الْأَحَادِيثُ الَّتِي رُوِيَتْ فِي تَقْبِيلِ الْأَنَامِلِ وَجَعْلِهَا عَلَى الْعَيْنَيْنِ
عِنْدَ سَمَاعِ اسْمِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُؤَدِّنِ فِي كَلِمَةِ
الشَّهَادَةِ كُلِّهَا مَوْضُوعَاتٌ. (تيسير البقال)

کہ دوران اذان کلمہ شہادت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر انگوٹھے چومنے کی تمام روایات من گھڑت (موضوع) ہیں۔
اور علامہ سخاوی ابن حجر سے نقل کرتے ہیں۔

تسبیح پڑھو، پھر سمع اللہ من حمدہ کہتے ہوئے سیدھے ہو جاؤ اور ربنا لک الحمد کہو، اگر امام کے پیچھے ہو تو امام فرمے سمع اللہ من حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے، پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جاؤ۔ پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھو۔ ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ رہیں، کہنیاں پسلیوں سے اور پیٹ رانوں سے علیحدہ رہے۔ کہنیاں زمین پر مت بچھاؤ۔ سجدے میں تین یا پانچ مرتبہ تسبیح کہو، پھر پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتے ہوئے بیٹھ جاؤ پھر تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ کرو پھر تکبیر کہتے ہوئے اٹھو، اٹھنے میں پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھا کر پنچوں کے بل سیدھے کھڑے ہو جاؤ، کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ لو اور بسم اللہ اور سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھو۔ اگر امام کے پیچھے ہو تو خاموش کھڑے رہو۔ پھر اسی طرح رکوع، قنوت، سجدہ، جلسہ، دوسرا سجدہ کرو۔ دوسرے سجدے سے اٹھ کر بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاؤ۔ دایاں پاؤں کھڑا رہے اور ہاتھوں کو رانوں پر رکھو اور التحیات پڑھو۔ جب اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰہُ پر پہنچو تو سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بڑی انگلی سے حلقہ باندھ لو اور چھنگلیاں اور اس کے پاس والی چھوٹی انگلی کو بند کر لو اور شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرو لا الہ الا انت اٹھاؤ اور لا الہ الا انت جھکاؤ اور یہ حلقہ آخر تک باندھے رکھو، اگر دو رکعت والی نماز ہے تو شہد ختم کر دو و شریف پڑھو، پھر دعا پڑھ کر دائیں بائیں سلام پھیر دو اور

وَيَجُوزُ يَسْتَحِبُّ الْعَمَلُ فِي الْفَضَائِلِ وَالْتَرْغِيبِ وَالتَّهْذِيبِ
بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ مَا لَمْ يَكُنْ مَوْضُوعًا وَقَالَ «أَمَّا الْمَوْضُوعُ
فَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهِ بِحَالٍ» (لِقَوْلِ الْبَيْهَقِيِّ ۱۹۵ ص ۱۹۶)

کہ فضائل اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف روایت پر عمل کرنا جائز اور مستحسن ہے۔ بشرطیکہ من گھڑت نہ ہو، چونکہ من گھڑت (موضوع) بات پر عمل کرنا کسی حال میں جائز نہیں۔

اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہو تو تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کی بجائے تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ اور تیسری یا چوتھی رکعت پوری کر کے سلام پھیر دو۔

فرائض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھنا ضروری نہیں، البتہ سنن و نوافل کی تیسری، چوتھی رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملا نا ضروری ہے۔

اس اجمال کے بعد ذیل میں اہم نکات کی تفصیل اور دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

کپڑے پہننا

(۸۲) صاف ستھرے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی چاہیے۔ واضح رہے کہ مرد کے لئے کم از کم ناف سے گھٹنوں تک جسم کو چھپانا ضروری ہے جب کہ عورت کے لئے چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ بقیہ سارا بدن چھپانا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

ارشاد ربانی ہے: يَا بَنِي آدَمُ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ... (الاعراف)

اے آدم کی اولاد ہر نماز کے وقت آرائش اختیار کرو۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْفَحْذُ عَوْرَةٌ»
وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَطَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِينَ
دَخَلَ عُثْمَانُ. (بخاری: مَا يَذْكُرُنِي الْفَحْذُ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: "ران ستر ہے" (یعنی اس کو چھپانا ضروری ہے) حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے گھٹنوں کو ڈھانپ دیا۔

عَنْ جَابِرٍ وَفِيهِ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَفِئْ بِهِ وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهِ»
(بخاری: إِذَا كَانَ الثَّوبُ ضَيِّقًا)

حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو پورے جسم پر لپیٹ لیا کرو ورنہ لنگی کی طرح باندھ لیا کرو۔

سر ڈھانپنا

(۸۳) نماز کے آداب میں سے یہ ہے کہ پورا لباس پہن کر نماز پڑھے اور سر کو بھی ڈھانپ کر رکھے بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر شخص کو عام حالات میں سر ڈھانپ کر رکھنا چاہیے۔ ہاں اگر مجبوری کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی لیکن کپڑا ہوتے ہوئے بھی ننگے سر نماز پڑھنا اور ننگے سر رہنا خلاف سنت ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ..... (شمائل ترمذی ص ۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے سر مبارک کو کپڑے سے ڈھانپ کر رکھتے تھے۔

استقبال قبلہ

(۸۴) (۱) نماز پڑھتے وقت ضروری ہے کہ نمازی کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہے۔

۱۔ خود مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالذوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہو پگڑی سے یا ٹوپی سے۔

(ثناء اللہ امرتسریؒ: فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۵)

نیز مولانا ابوسعید شرف الدینؒ لکھتے ہیں:-

(ننگے سر) نماز ادا ہو جائے گی مگر سر ڈھانپنا اچھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اکثر

قَدْ نَزَّحِي تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا
وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ..... (الآية بقرة ص ۱۴۴)

بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا ترے منہ کا آسمان کی طرف تو یقیناً پھیریں گے
ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے، اب پھیر اپنا منہ مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا
کر و اپنا منہ اس کی طرف پھیرو.....

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ..... وَفِيهِ إِذَا أَقَمْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ
فَاسْبِغِ الوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ. (مسلم واجبات الصلوة)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو
کامل وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر نماز پڑھو۔

عمامہ یا ٹوپی رکھتے تھے.... مگر یہ بعض کا جو شیوہ ہے کہ گھر سے پگڑھی یا ٹوپی سر پر رکھ کر آئے ہیں اور ٹوپی
یا پگڑھی قصداً اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے اور پھر اس کو سنت کہتے ہیں بالکل غلط
ہے۔ یہ فعل سنت سے ثابت نہیں ہاں اس فعل کو مطلقاً ناجائز کہنا بھی بیوقوفی ہے ایسے ہی برہنہ سر کو
بلا وجہ شعار بنانا بھی خلاف سنت ہے اور خلاف سنت بے وقوفی ہی تو ہوتی ہے۔

(شمار اللہ امر لتسری؟ فتاویٰ شانیہ ج ۱ ص ۵۲۳)

مولانا غزنویؒ فرماتے ہیں۔

اگر ننگے سر نماز فیشن کی وجہ سے ہے تو نماز مکروہ ہے اگر خشوع کے لئے ہے تو تشبہ بالنصارى
ہے اسلام میں سوائے احرام کے ننگے سر رہنا خشوع کے لئے نہیں ہے، اگر سستی کی وجہ سے ہو تو منافقین کی
عادت ہے، غرض ہر لحاظ سے ناپسندیدہ ہے۔ (فتاویٰ علماء اہل حدیث ج ۲ ص ۲۹۱)

(ب) استقبال قبلہ نماز کی بنیادی شرط ہے جیسے با وضو ہونا، کپڑوں، بدن، جگہ کا پاک ہونا نماز کی بنیادی شرائط ہیں، اسی اہمیت کے پیش نظر ارشادِ ربانی ہے کہ ”تم جہاں کہیں بھی ہو (نماز پڑھتے وقت) قبلہ رخ ہو جاؤ۔“ یہی وجہ ہے کہ اگر نماز کا رخ لمحہ بھر کے لئے بھی جہت قبلہ سے پھر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بس اور ریل گاڑی وغیرہ میں نماز پڑھتے وقت استقبال قبلہ اور دیگر تمام شرائط وارکان کا خیال رکھنا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

قیام

(۸۵) صحت مند آدمی کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے معذور ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور اگر بیٹھنے کی ہمت بھی نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھے ایسی حالتوں میں سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جھکے۔ اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو نماز کو مؤخر کرنے کی اجازت ہے چونکہ اس کے بعد اور کوئی مرحلہ نہیں اور آنکھوں کے اشارہ

لے بعض لوگ گاڑی میں نماز پڑھنے کے لئے تیمم کر لیتے ہیں، حالانکہ اگر نماز کے مقررہ وقت میں پانی ملنا ممکن ہو تو تیمم کرنا صحیح نہ ہوگا اور اگر حالات کا اندازہ ہو کہ رستہ میں وضو کا انتظام نہ ہو سکے گا تو دیگر ضروریات سفر کی طرح پانی بھی ساتھ رکھا جائے، نیز قبلہ رخ ہوئے بغیر جس طرف بھی رخ ہو نماز پڑھ لیتے ہیں یہ نماز صحیح نہیں۔ اس پر مزید کہ یہ نماز بیٹھ کر اشاروں سے پڑھی جاتی ہے جو صحیح نہیں چونکہ قیام فرض ہے اور دیگر ارکان کی صحیح اور مکمل ادائیگی بھی ضروری ہے اور اشاروں سے نماز پڑھنا اس وقت روا ہے جب اور کوئی ممکنہ صورت نہ رہے جب کہ یہاں اولاً تو سفر کے لئے ایسے مناسب وقت کا انتخاب کیا جائے جس میں نماز باسانی ادا ہو سکیں، ثانیاً نماز کے لئے بس وغیرہ رکوانے کی بات چیت بھی ہو سکتی ہے، ورنہ کم از کم مقررہ اسٹاپ پر جتنی دیر گاڑی رکتی ہے اس میں فرض رکعات تو ادا کی جاسکتی ہیں۔

Website: <http://www.allimagestool.com>

سے نماز نہیں ہوتی۔ واضح رہے کہ نوافل میں اختیار ہے چاہے کھڑے ہو کر ادا کرے یا بیٹھ کر

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصِينٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ. (بخاری: إِذَا لَمْ يَطِقْ قَاعِدًا....)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر ورنہ لیٹ کر تو بہر حال نماز ادا کرو

نیت

(۸۶) نیت دل کا ارادہ ہے نماز پڑھنے سے پہلے متعین کرے کہ نماز فرض ہے یا سنت، باجماعت یا علیحدہ، کتنی رکعات ہیں اور پانچ نمازوں میں سے کون سی نماز ہے؟ بس دل ہی دل میں ان امور کی تعیین کافی ہے۔ لیکن اگر کسی کو وساوس آتے ہوں اور وہ نماز شروع کر کے ٹوڑ دیتا ہو یا نماز کے خشوع و خضوع اور دھیان میں کمی آتی ہو اس خیال سے کہ کہیں نیت میں غلطی تو نہیں ہوگئی؟ اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ زبان سے بھی یہ کلمات دہرائے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ..... (الحدیث)

(بخاری: کیف کان بدو الوحي)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

تکبیر

(۸۷) اللہ اکبر کہتے ہوئے نماز شروع کرے، تکبیر کے بعد سلام پھیرنے تک نماز کے علاوہ خارجی کام حرام ہو گئے، اسی لئے اسے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اور پھر ہر ایک رکن سے

Website: <http://www.allimagestool.com>
 ۱۲۳
 دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے لئے تکبیر کہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَفِيهِ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ
 يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ
 حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ
 الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ
 حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى
 يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثَّانِيَةِ بَعْدَ الْعُبُوسِ.
 (بخاری: باب التکبیر اذا قام من السجود)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت
 مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت التکبیر
 کہتے۔ پھر رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ
 کہتے، پھر کھڑے ہو کر ربنا لک الحمد کہتے پھر دونوں دفعہ سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے
 اور نماز مکمل ہونے تک یوں ہی تکبیر کہتے اور دوسری رکعت میں تشہد کے بعد اٹھتے ہوئے
 بھی تکبیر کہتے۔

ہاتھوں کو اٹھانا

(۸۸) (۱) تکبیر کہتے ہوئے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا چاہئے، اس طور پر کہ ہتھیلیاں
 اور انگلیاں قبلہ رخ رہیں اور انگوٹھے کانوں کی لوکے بالمقابل ہوں۔

عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِذَا كَبَّرَ لِفَتْحِ الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ ابْرَهَامَاةَ
 قَرْنَيَا مِّنْ شَعْمَتِي أَذْنَيْهِ. (طحاوی۔ رفع الیدین فی افتتاح الصلوة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب نماز شروع کرنے کی تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے۔

(ب) يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا؛

(ترمذی: نشر الاصابع عند التكبير)

وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ رَأَى نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا فَرْوَعًا أَدْنَاهُ۔

(مسلم: استحباب رفع اليدين حذو المنكبين)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو اچھی طرح اٹھاتے اور صحیح مسلم میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے نبی کو دیکھا وہ ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھاتے تھے۔

۱۰ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جیسا کہ آپ کا عمل کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا بھی تھا اور کانوں کی لو تک بھی یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ صرف کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور دوسرے طبقہ کی بابت علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ وہ ہاتھوں کو کانوں سے بھی اونچا اٹھاتے ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۸۹)

مگر فقہاء حنفیہ کی نظر ہے کہ صرف ایک حدیث پر نہیں بلکہ احادیث پر ہوتی ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ تکبیر کہتے وقت اس طرح ہاتھ اٹھاؤ کہ تمام احادیث پر عمل ہو سکے کہ ہاتھ کی انگلیاں کانوں کے برابر انگوٹھے کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں۔

Website: <http://www.allimagestool.com> ۱۲۵
دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا

(۸۹) (۱) اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اس طور پر باندھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رہے اور انگوٹھے اور چھنگلیا کا حلقہ بنا کر گٹے کو پکڑے اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر رہیں۔

عَنْ عَاصِمِ بْنِ كَلَيْبٍ قَالَ فِيهِ..... ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ
كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرَّسْخَ وَالسَّاعِدَ..... الْحَدِيثُ ابوداؤد، رفع اليدين
في الصلوة۔

حضرت عاصم بن کلیب فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو اس طرح رکھا کہ وہ بائیں ہتھیلی کی پشت اور گٹے اور کلائی پر تھا۔

(ب) عَنْ قَبِيصَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَمَّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ۔ (حسن)
(ترمذی، ما جاز فی وضع الیمین علی الشمال)

۱۔ اس سلسلہ میں تین قسم کے عمل منقول ہیں۔ ۱۔ دائیں کلائی کو بائیں کلائی پر رکھنا۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ
الْيَمَانِيَّةَ عَنْ ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ۔

(بخاری، وضع الیمنی علی الیسری)

۲۔ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھنا، ۳۔ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا یہی وجہ

ہے کہ بعض لوگ صرف پہلی حدیث پر عمل کر کے بقیہ احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں، لیکن فقہا حنفیہ کی نظر
چونکہ احادیث پر وسیع ہے لہذا ان کے ہاں مسنون و مستحسن ہے کہ ان تمام صورتوں کو جمع کیا جائے۔ چونکہ
ابوداؤد کی روایت عاصم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تین صورتوں کو جمع فرمایا کہ دائیں
ہاتھ کا کچھ حصہ بائیں ہتھیلی پر اور کچھ کلائی پر رکھا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ کہ دوسری روایات میں ہاتھ کو پکڑنے کی وضاحت
بھی ہے۔

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ کے والد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز

پڑھاتے وقت اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا کرتے تھے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

(۹۰) (۱) حالت قیام میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا مستنون ہے۔ لہ

لہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ جائیں یا سینہ پر؟ اس پر کوئی قطعی و یقینی نص موجود نہیں، البتہ دونوں طرف ایسی روایات موجود ہیں جس پر علماء سند نے کلام کیا ہے، تاہم ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات نسبتاً زیادہ واضح اور ثابت ہے۔ ذیل میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے دلائل اور ان کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ - (ابن خزيمة)

۲۔ عَنْ هَلْبٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ

عَلَى صَدْرِهِ. (مسند احمد)

۳۔ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ

الْيُمْنَى عَلَى يَدِ الْيُسْرَى ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ

فِي الصَّلَاةِ. (مراسیل ابی داؤد)

۴۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ ضَعَّ يَدَاكَ الْيُمْنَى عَلَى

الشِّمَالِ عِنْدَ التَّحَرُّكِ -

جائزہ

دلیل نبرہ: عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ الْحَدِيثُ -

یہ حدیث تین طرح سے منقول ہے۔ (۱) مصنف ابن ابی شیبہ میں وائل بن حجر کی اسی روایت

میں "علی صدرہ" (سینہ پر) کی بجائے "تحت السرة" (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں۔

Website: <http://www.allimagestool.com>

تَحْتَ الشَّرَافِ (البوداؤد: وضع اليمين على اليسرى)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔

(ب) ابن خزمہ کی نقل کردہ روایت میں "علی صدرہ" کے الفاظ ہیں۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اعلام الموقعین ج ۳ ص ۹ پر فرماتے ہیں: إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ عَلَى صَدْرِهِ غَيْرَ مُؤَمِّلِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ کہ اس حدیث کو نقل کرنے والوں میں مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے بھی علی صدرہ کے الفاظ نقل نہیں کئے جس کی بابت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، منکر الحدیث کہ اس کی بیان کردہ حدیثیں منکر ہیں۔

امام البوزرعة رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، وہ آخر عمر میں بہت غلطیاں کیا کرتا تھا، نیز یہ کہ اس روایت کی سند میں سفیان ثوری بھی ہیں جن کا اپنا مسلک یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں اگر یہ روایت قابل عمل ہوتی تو حضرت سفیان ثوری ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے۔

(ج) وائل بن حجر کی روایت کو بزاز نے بھی نقل کیا ہے اس میں "علی صدرہ" کی بجائے "عند صدرہ"

کے الفاظ ہیں۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں ایک راوی محمد بن حجر ہے "لَهُ صَنَاقِيٌّ" کہ جو بہت سی منکر روایات کا راوی ہے۔

الغرض یہ روایت تین طرح سے منقول ہے ایک میں تو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے دوسرے میں مؤمل بن اسماعیل اور تیسرے میں محمد بن حجر جیسے راوی ہے۔ پھر اس سے کیونکر استدلال ممکن ہے؟

جائزہ دلیل نمبر ۲: عَنْ هَلْبٍ قَالَ رَأَيْتُ ۱۲

Website: <http://www.allimagestool.com>

(ب) عَنْ أَنَسٍ قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ أَخْلَاقِ النَّبِيِّ تَعْجِيلُ الْأَفْطَارِ وَتَأْخِيرُ السُّجُودِ وَوَضْعُ الْيَدِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

(جوہر النقی۔ باب وضع الیدین علی الصدر؟)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق نبوت میں سے ہیں۔

۱۔ وقت ہونے پر جلد افطاری کر لینا۔

۲۔ سحری آخری وقت میں کھانا۔

۳۔ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا۔

(ج) دلیل عقلی:

عقلی دلیل اور فطری عادت کے مطابق جب انتہائے ادب و تعظیم مقصود ہو تو انسان ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

(۱) تَفَرَّدَ بِهِ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ وَلَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ وَاحِدٌ وَقَالَ النَّسَائِيُّ: إِذَا تَفَرَّدَ بِأَصْلٍ لَمْ يَكُنْ حُجَّةً۔

اس کی روایت میں سماک بن حرب نے تفرّد اختیار کیا ہے اور اس کو بہت سے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سماک جب تفرّد اختیار کرے تو اس کی روایت دلیل نہیں بن سکتی۔

(ب) اس روایت کی سند میں حضرت سفیان ثوری ہیں۔ اگر یہ روایت قابل استدلال و عمل ہوئی تو وہ خود بھی اس پر عمل کرتے، جب کہ وہ بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

جائزہ دلیل نمبر ۳: عَنْ طَاوُسٍ قَالَ كَانَ ... الْحَدِيثُ۔

(۱) علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۵) امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، ابو اسحاق المروری الشافعی سب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور مسلک، امام شافعی رحمۃ اللہ سے ایک روایت بھی یہی ہے۔

(ب) یہ روایت مرسل ہے۔

(ملخص معارف السنن ج ۳ ص ۴۳۵ تا ص ۴۳۵)

جائزہ دلیل نمبر ۴: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ضَعَّ يَدَكَ الْيُمْنَى ۱۲.....۱۳

(د) اس کی سند میں کئی بن ابی طالب ہے جس کی بابت موسیٰ بن ہارونؒ فرماتے ہیں۔
أَشْهَدُ أَنَّهُ يَكْذِبُ. میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کی عادت جھوٹ بولنے کی تھی۔
وَحُظُّ أَبُو دَاوُدَ عَنْ حَدِيثِهِ.

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے نقل کردہ احادیث کو حذف کر دیا۔

میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۶۳

(ب) اس کی سند میں "عمر و" راوی ہے جس کی بابت۔

علامہ ابن عدی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں "منكر الحديث جوہر النقی ج ۲ ص ۳۰
کہ اس کی بیان کردہ روایت منکر ہوتی ہے۔

(ج) اس کی سند میں "روح" راوی ہے جس کی بابت۔

قال ابن حبان "يُرْوَى الْمُوضَعَاتِ وَلَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ."

ابن حبان رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ سن گھڑت روایتیں نقل کرتا ہے اس سے روایت کرنا حلال

نہیں۔ قَالَ الْحَاكِمُ. "لَيْسَ بِالْقَوِيَّ"

امام حاکم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کوئی قوی نہیں ہے۔

Website: <http://www.allimagestool.com>

(۹۱) (۱) اللہ اکبر کہہ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھے امام ہو یا مقتدی آہستہ آواز سے یہ ثنا پڑھے۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ اے اللہ تو شریکوں سے پاک ہے۔ بے عیب ہے۔ تیری تعریف کرتا ہوں تیرے نام میں بڑی برکت ہے۔ تیری شان سب سے اونچی ہے، اور تیرے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں۔

ارشاد ربّانی ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِكَ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ۔ الطور۔ ۴۸
حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ثنا پڑھا کرو۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔

ابن الجوزی: زاد المسیر ج ۸ ص ۶۸

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَجْهَدُ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ (مسلم، حجة من قال لا يجير بالبسلة)

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ قُطَنِي وَفِيهِ يَسْمَعُنَا وَيَعْلَمُنَا۔

قَالَ الْمُنْذِرِيُّ وَقَدْ رَوَى هَذَا الْكَلَامُ مِنْ عُمَرَ مَرْفُوعًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّارِمِيُّ قُطَنِي وَهُوَ الصَّحِيحُ۔

عون العبود ج ۲ ص ۱۷۷۹

حضرت عبدہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (لوگوں کو تعلیم کے لئے) ان کلمات کو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ

Website: <http://www.allimageetool.com>

دارقطنی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ہمیں سکھانے اور بتانے کے لئے سناتے تھے، منذری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شمار حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی منقول ہے دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔

(ب) افضل شمار: امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

فَافْضَلُ أَنْوَاعِ الْإِسْتِفْتَاحِ مَا كَانَ تَشَاءَ مَحْضًا۔

”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ

وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔“ ابن تیمیہ قاعدہ فی النواع الاستفتاح ۲۵

نماز کے شروع میں سب سے بہتر پڑھنی جانے والی چیز وہ ہے جو محض شمار ہی شمار ہو اور وہ یہ ہے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔

(ج) قَالَ الشُّوْكَانِيُّ، قَالَ الْمُصَنِّفُ وَجْهَرِيَّةً عَمْرًا حَيًّا نَابِغًا حَضَرَ مِّنَ الصَّحَابَةِ لِيَتَعَلَّمَهُ النَّاسُ مَعَ أَنَّ السُّنَّةَ اخْفَاءُ يُدَلُّ عَلَى أَنَّهُ الْأَفْضَلُ وَأَنَّهُ الَّذِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْأِئُ بِهِ عَلَيْهِ غَالِبًا۔

نیل الادطار ج ۲ ص ۲۱۲

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف نے کہا، ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کی موجودگی میں کبھی کبھی بلند آواز سے شمار پڑھ لیتے تاکہ لوگوں کو اس کا پتہ چل جائے باوجودیکہ اس کو آہستہ آواز سے پڑھنا ہی مسنون ہے اور یہ عمل دلالت کرتا ہے کہ یہی شمار پڑھنا افضل ہے اور یہی وہ شمار ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پڑھا کرتے تھے۔“

(د) عمل صحابہ رضی اللہ عنہم

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہی منقول ہے حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت

جابر حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔

ترمذی: ما یقول عند افتتاح الصلوۃ۔

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی یہی سنار پڑھا کرتے تھے۔ دارقطنی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور ابن المنذر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی نقل کیا ہے۔

شوکانی: نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۱۱

تعوذ

(۹۲) سنار پڑھنے کے بعد منفرد اور امام کو چاہیے کہ پست آواز سے یہ تعوذ پڑھے۔ اور مقتدی سنار پڑھ کر خاموش ہو جائے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ میں شیطانی پھندوں سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

ارشاد ربّانی ہے

فَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (النحل نمبر ۹۸)

جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود کے حملوں سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ حاصل

کر لیا کرو۔

عَنِ الْحَسَنِ اَنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ
«اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ» (تلخیص الجیر ص ۲۳)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ حاصل کرنے کے لیے «اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ» پڑھتے تھے۔

۱۔ تعوذ کا معنی ہے «پناہ حاصل کرنا» منفرد وہ ہے جو بغیر جماعت کے اکیلا نماز پڑھے۔ مقتدی وہ ہے جو امام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرے۔

(۹۳) (۱) تَعُوذُكَ بَعْدَ اِمَامٍ اَهْمَسَتْ اَوَازُ سَمِيَةٍ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں ،
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰہ کے نام کیساتھ شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے ۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تسمیہ بلند
آواز سے پڑھنے کا نہیں تھا۔

(ب) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بُکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
(مسلم: حجة من لا یجہز بالبسملة)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں لیکن کسی ایک کو بھی بسم اللہ
الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

(ج) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ
العَالَمِينَ۔ (بخاری: ما یقرء بعد التکبیر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی
اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کی قرارت الحمد للہ رب العالمین سے شروع کیا کرتے تھے۔
عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُخَفِّي بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ (جامع المسانید ج ۱ ص ۳۴۷)
حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم
آہستہ سے پڑھا کرتے تھے۔

خلفاء راشدین، دیگر صحابہ اور تابعین کا عمل

(۱) قَالَ التِّرْمِذِيُّ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَغَيْرُهُمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ وَبِهِ يَقُولُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَاحْمَدُ وَإِسْحَاقُ لَا يُرَوْنَ أَنْ يُجْهَرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالُوا وَيَقُولُهَا فِي نَفْسِهِ۔
(ترمذی: ماجار فی ترک الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمہور صحابہ کا عمل بھی یہی تھا۔ جن میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ بھی ہیں اور ان کے بعد تابعین کا بھی یہی مسلک تھا۔ سفیان ثوری؟ ابن المبارک، امام احمد، اسحاق؟ یہ سب کے سب تسمیہ اوپنی پڑھنے کے قائل نہ تھے، بلکہ کہتے تھے کہ تسمیہ آہستہ پڑھی جائے۔

(۹۴) الغرض معلوم ہوا کہ نماز میں بلند آواز سے تسمیہ نہیں پڑھنی چاہیے چونکہ احادیث نبویہ کی روشنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، خلفاء راشدین کی سنت حضرات صحابہ تابعین اور بقیہ اسلاف امت کا عمل یہی ہے۔

۱۔ بعض لوگ بلند آواز سے تسمیہ پڑھنے کے لئے نعیم مجمر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

عَنْ نَعِيمِ الْمَجْمَرِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَيْتُ أَيْ هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأَمِّ الْقُرْآنِ۔

جس کی بابت علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے آٹھ سو

شاگردوں میں سے جن میں صحابہ اور تابعین بھی ہیں کسی نے بھی با آواز بلند تسمیہ پڑھنے کو نقل نہیں کیا سوائے

سورة فاتحہ

(۹۵) تسمیہ کے بعد سورة فاتحہ پڑھے۔

نعیم مجمر کے، لہذا یہ حدیث معلول ہے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف یہ نسبت نعیم مجمر کا وہم ہے۔

۳۔ امام بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں بسم اللہ کا ذکر نہیں کیا۔

۴۔ نعیم مجمر کی روایت میں تسمیہ کی زیادتی کو زیادتی ثقہ کہہ کر قبول نہیں کیا جاسکتا چونکہ اس مسئلہ میں صحیح مسلک یہ ہے کہ زیادتی تب قبول ہوتی ہے کہ اس کا راوی معتد ہو اور جس نے یہ اضافہ نقل نہیں کیا۔ وہ اسی جیسا یا اس سے کم ہو حالانکہ نعیم مجمر کی اس زیادتی کی بابت غالب گمان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

۵۔ بالفرض اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو بھی اس سے جہر تسمیہ پر استدلال نہیں ہو سکتا چونکہ اس میں مطلقاً تسمیہ پڑھنے کا ذکر ہے، بلند آواز سے پڑھنے کا ذکر نہیں۔ (نصب الراية ص ۳۳۶)

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام کی جہری نمازوں میں بلند آواز سے تلاوت کرتے تھے، اگر وہ تسمیہ بھی جہراً پڑھتے ہوتے تو یقیناً سب کو معلوم ہوتا اور پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ کیوں فرماتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین میں سے کسی نے بھی تسمیہ اونچی آواز سے نہیں پڑھی؟ پھر حضرت عبداللہ بن مسفل رضی اللہ عنہ اس کو بدعت شمار کیوں کرتے؟ اور پھر آج تک محراب نبوی میں اہل مدینہ کا مسلسل عمل ترک جہر پر کیوں ہے؟

الغرض اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ نعیم مجمر کی روایت سے جہر تسمیہ پر استدلال صحیح نہیں۔

اور اس کے علاوہ کوئی اور صحیح روایت بھی نہیں ملتی جس سے جہر تسمیہ سنت ثابت ہو۔

اس لئے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "فَصَحِيحُ تِلْكَ الْاَحَادِيثِ

غَيْرُصَرِيحٍ وَصَرِيحُهَا غَيْرُصَحِيحٍ" (زاد المعاد ج ۱ ص ۲۰۰)

اس سلسلہ میں جو احادیث صحیحہ وارد ہیں ان میں جہر تسمیہ کی تصریح نہیں ہے اور جن روایات میں جہر

اگر نماز کی امام ہے تو فجر، مغرب، عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ بلند آواز سے پڑھے اور ظہر و عصر کی نماز میں آہستہ۔

تسمیہ کی تصریح ہے وہ صحیح نہیں ہیں۔

نیز امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں

وَقَدْ اتَّفَقَ أَهْلُ الْبَعْرِفَةِ أَنَّهُ لَيْسَ فِي الْجَهْرِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَلَمْ يُرَوْا أَهْلُ السُّنَنِ مِنْ ذَلِكَ شَيْعًا وَإِنَّمَا يُوجَدُ الْجَهْرُ بِهَا فِي أَحَادِيثٍ مَوْضُوعَةٍ وَإِنَّمَا كَثُرَ الْكِذْبُ فِي أَحَادِيثِ الْجَهْرِ لِأَنَّ الشَّيْعَةَ تَرَى الْجَهْرَ وَهُمْ مِنْ أَكْذَابِ النَّاسِ فَوَضَعُوا أَحَادِيثَ لِبُسْوَابِهَا عَلَى النَّاسِ أَمْرٌ دِينَهُمْ وَلِهَذَا يُوجَدُ فِي كَلَامِ أَيْمَةِ أَهْلِ السُّنَةِ مِثْلُ سَفِيَّانِ الثَّوْرِيِّ «مِنْ السُّنَةِ الْمُسَعَّةِ عَلَى الْخَفِيِّ وَتَرْكُ الْجَهْرِ بِالْبُسْمَلَةِ» كَمَا يَذْكُرُونَ تَقْدِيمَ ابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لِأَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَهُمْ شِعَارَ الرَّافِضَةِ.

(مختصر فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۲۸، ۲۹)

اہل علم کا اتفاق ہے کہ تسمیہ اونچی پڑھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں جسے اہل سنن نے نقل کیا ہو، البتہ اونچی بسم اللہ پڑھنے کا تذکرہ من گھڑت روایات میں ضرور ملتا ہے، ابن تیمیہ اس کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ نماز کے دوران اونچی تسمیہ کے مسئلہ میں جھوٹی روایات اس لئے بہت ہیں کہ شیعہ کا نظریہ بھی یہی ہے اور وہ سب سے جھوٹے ہیں، لہذا انھوں نے جھوٹی روایتیں گھڑ کر اس دینی مسئلہ کو مشتبه بنا دیا، یہی وجہ ہے کہ سفیان ثوری اور دیگر ائمہ اہل سنت نے فرمایا کہ موزوں پر مسح کرنا اور تسمیہ آہستہ پڑھنا اہل سنت ہونے کی پہچان ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی و عمر رضی کو مقدم

Website: <http://www.allimageetool.com>

اگر نمازی امام کی اقتدار میں نماز پڑھ رہا ہے تو خاموش رہے۔
اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو وہ بھی تسمیہ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ، اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ،
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ.
(الفاتحہ)

ہر طرح کی تعریف کے لائق صرف اللہ ہے جو سارے جہانوں کو پالنے والا ہے۔

ماننا اہل سنت کی علامت ہے چونکہ ان کے برعکس دوسری چیزیں شیعہ کی نمایاں علامات ہیں۔

نواب صاحب کا ارشاد

نیر نواب صدیق حسن خانؒ طریقہ نماز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ

پڑھے، ملاحظہ ہو۔

”بعدہ بسمہ گوید آہستہ و احتیاط دریں است زیرا کہ روایت مختلف آمدہ است در بوردن و نبودن
بسمہ آیتی از فاتحہ و صحیح شدہ است از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح کردن نماز با الحمد و عدم جہر بسم اللہ“

نواب صدیق حسن خان: مسک الختام ج ۱ ص ۲۷۹

کہ نماز میں تعوذ کے بعد تسمیہ آہستہ پڑھے کہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے چونکہ تسمیہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے
یا نہیں اس میں مختلف قسم کی روایات ماتی ہیں لیکن یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے قراوت کا آغاز الحمد سے کیا، نیز یہ کہ تسمیہ بلند آواز سے نہیں پڑھی“

اب رکعت کے شروع میں تسمیہ بلند آواز سے پڑھنے والے حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنی مسلکی اور
گردہی وابستگی کو بالائے طاق رکھ کر اپنی نمازوں کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق
کیا کریں۔

نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تونے اپنا فضل کیا جو تیرے غضب سے محفوظ رہے اور جو بھٹکے ہوئے نہیں۔
 (۹۶) منفرد سورۃ فاتحہ پڑھے؛ منفرد وہ شخص ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔ ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے۔

عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصَلُوَةٍ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (صحیح مسلم: وجوب قراءۃ الفاتحہ فی کل رکعت)

حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی تصریح کے لئے ہم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات تابعین و محدثین کی طرف رجوع کرتے ہیں، چونکہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلوبہ مفہوم و مراد کو بخوبی سمجھتے تھے۔

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اکیلا نماز پڑھے۔ اس کے لئے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، لیکن اگر امام کے پیچھے ہو تو ضروری نہیں ہے۔ اسی لئے امام بخاریؒ کے استاذ اور ایک عظیم محدث امام احمدؒ نے بھی حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو منفرد پر ہی محمول کیا ہے جسے امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصَلُوَةٍ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِذَا كَانَ وَحْدَهُ، وَاحْتِجَ بِحَدِيثِ جَابِرٍ خَيْثُ قَالَ مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ أَحْمَدُ فَهَذَا رَجُلٌ

Website: <http://www.allimagetool.com>

وَمِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَصَلُوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِنَّ هَذَا إِذَا كَانَ وَحْدَهُ.

(ترمذی: ترک القراءة خلف الامام)

لَأَصَلُوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر اس کی نماز نہیں ہوگی، اس کی دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ جس نے ایک رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوگی۔ (الایہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ امام بخاریؒ کے استاد امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا مفہوم وہ ہے جو ایک جلیل القدر صحابی نے سمجھا ہے کہ لَأَصَلُوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ والی حدیث منفرد کے بارے میں۔

۲۔ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضرت سفیانؒ سے بھی منقول ہے کہ حضرت

عبادۃ کی یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے۔ ملاحظہ ہو ابوداؤد شریف میں ہے۔

عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ يُبْلَغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَصَلُوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا قَالَ سُفْيَانٌ لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ.

(ابوداؤد: من ترک القراءة)

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادۃؓ کی حدیث لَأَصَلُوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا اس شخص کی بابت ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

الغرض واضح ہو گیا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سلف صالحینؒ اور محدثینؒ کے نزدیک یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے۔ لہذا اس حدیث سے قطعاً یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ امام کے ساتھ مقتدی کو بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔

مقتدی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے: تعلیمات قرآنیہ اور ارشادات نبویہ کے مطالعہ

Website: <http://www.allimageetool.com>

سے یہ بات ظہرِ سامے آجاتی ہے کہ باجماعت نمازیں مفدی کو سورہ فاتحہ اور زائد سورہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

(۹۸) دلیل نمبر: ارشادِ ربّانی ہے۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۰۴﴾ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۱) ذیل میں اس آیت کی تفسیر حضرات صحابہ کرام حضرات تابعین اور حضرات مفسرین و محدثین کے حوالہ سے نقل کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۱)

امام بخاریؒ کے استاد امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر امتِ اسلامیہ کا اجماع ہے۔ أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى أَنَّ هَذَا الْآيَةَ فِي الصَّلَاةِ۔ (المنہج ج ۱ ص ۲۹۹)
اس بات پر سبھی متفق ہیں کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔

امام زید بن اسلمؒ اور ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں کہ: «كَانُوا يَتَرَوْنَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَنَزَلَتْ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ»

(المنہج ج ۱ ص ۲۹۹)

کہ بعض لوگ امام کے پیچھے قرائت کیا کرتے تھے تو یہ حکم نازل ہو گیا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔

عَنْ بَشِيرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ صَلَّى ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
فَسَمِعَ نَاسًا يَقْرَأُونَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَمَا أَنْ
لَكُمْ أَنْ تَفْهَمُوا أَمَا أَنْ لَكُمْ أَنْ تَعْمَلُوا وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ

Website: <http://www.allimagestool.com>

فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لِمَا أَمَرُكُمُ اللَّهُ. (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸)

حضرت بشیر بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھائی تو انھوں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ امام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نماز کے بعد آپ نے ایسے لوگوں کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو اس کے باوجود تم اس بات کو نہیں سمجھتے، کیا اب بھی تمہارے سمجھنے کا وقت نہیں آیا۔ اس تفصیل سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔ لہذا جب امام قرآن پڑھ رہا ہو تو مقتدی خاموش رہیں۔

(ب) یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ اس آیت میں دو قسم کے حکم ہیں (۱) غور سے سنو (۲) خاموش رہو، ان دونوں پر عمل صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب مقتدی امام کے ساتھ سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔ چاہے امام اونچی قرارت کر رہا ہو، یا آہستہ، البتہ اتنا ضرور ہے کہ جو مقتدی جہری نمازوں میں امام کے ساتھ پڑھے گا۔ اس نے مندرجہ بالا دونوں حکموں کی خلاف ورزی کی کہ نہ تو امام کی قرارت کو غور سے سنا اور نہ ہی خاموش رہا اور جو مقتدی سری نمازوں میں امام کے ساتھ پڑھے گا۔ اس نے دوسرے حکم کی مخالفت کی کہ خاموش نہیں رہا، اس لئے مشہور مفسر امام ابو بکر جصاصؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

كَانَتْ الْآيَةُ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا يَجْهَرُ بِهِ، فَهِيَ دَالَّةٌ عَلَى النَّهْيِ فِيمَا يُخْفَى، لِأَنَّهُ أَوْجَبَ الْإِسْتِمَاعَ وَالْإِنْصَاتَ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْمُتَرَانِ وَلَمْ يَشْتَرِطْ فِيهِ حَالَ الْجَهْرِ مِنَ الْإِخْفَاءِ فَإِذَا جَهِرَ فَعَلَيْنَا الْإِسْتِمَاعَ وَالْإِنْصَاتَ وَإِذَا خَفَى فَعَلَيْنَا الْإِنْصَاتَ بِحُكْمِ اللَّفْظِ لَعَلَّنَا بِأَنَّهُ قَارِئٌ لِلْمُتَرَانِ۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۳۹)

اس آیت کی رو سے جس طرح جہری نمازوں میں مقتدی کو امام کے ساتھ پڑھنے

سے روکا گیا ہے۔ اس طرح سری سماروں میں بھی امام کے ساتھ پڑھنے سے روکا گیا ہے، چونکہ تلاوت قرآن کے وقت اس کو سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے، اس میں جہری نماز کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ الغرض جب امام بلند آواز سے پڑھ رہا ہو تو ہم پر اس کا سننا اور خاموش رہنا ضروری ہے اور جب وہ آہستہ پڑھ رہا ہو تو خاموش رہنا بہر حال ضروری ہے چونکہ ہمیں معلوم ہے کہ امام قرآن پڑھ رہا ہے۔

(ج) اس آیت سے یہ نتائج معلوم ہوئے۔

- یہ آیت قرآنیہ نماز میں فاتحہ خلف الامام کی بابت نازل ہوئی ہے۔
- جب امام بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہو تو اس کو غور سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔

- جب امام آہستہ آواز سے قرآن پڑھ رہا ہو تو مقتدی کو خاموش رہنا چاہیے۔
- اس آیت میں خاموشی کا حکم ہے اور اس پر عمل اُسی صورت میں ممکن ہے جب مقتدی خود نہ پڑھے۔

- اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اس شخص کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو نماز میں قرآن کو غور سے سنے اور خاموش رہے۔

- جو مقتدی امام کے ساتھ قرارت کرتا ہے اس نے اس حکم پر عمل نہیں کیا۔ لہذا آج کل جو لوگ اپنی مسلکی مجبوریوں کی وجہ سے اس آیت پر عمل کرنے کی بجائے اس کی دور دراز خانہ ساز تاویلیں کرتے ہیں انہیں بھی چاہیے کہ وہ قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کیا کریں۔

چند بنیادی حقائق؛ فاتحہ خلف کا مسئلہ سمجھنے کے لیے یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں مختلف آراء ہیں۔ ذیل میں مختصر آراء کو بیان کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ان کے قوی یا ضعیف ہونے کی بابت بھی

(۹۹) دیکھیں میرا سر اور ربانی ہے: لَا تَحْزَنْكَ بِهِ لِسَانُكَ لِنَعْمَلْ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (القیامۃ: ۱۶-۱۹)

فردری و صاحت کی جاتی ہے۔

(۱) پہلی رائے: سڑی و جہری تمام نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدی سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ نہ پڑھے۔

(۲) دوسری رائے: سڑی نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھے جہری نمازوں میں نہ پڑھے۔

(۳) تیسری رائے: سورۃ فاتحہ پڑھنے کے دوران اور آخر میں امام جو وقفہ کرے، مقتدی اس میں

سورۃ فاتحہ پڑھے

(۴) تمام نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

تجزیہ: پہلا مسلک رائج ہے چونکہ قرآن کریم، احادیث شریفہ اور آثار صحابہؓ سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا دلائل سے واضح ہو گیا۔

دوسری رائے: درج ذیل وجوہ کی بنا پر دوسری رائے مرجوح ہے۔

(۱) قرآنی تعلیمات کی رو سے جب نماز میں قرآن پڑھا جائے تو اس کو سننا اور خاموش رہنا

فردری ہے۔ اس میں جہری اور سڑی نمازوں کی تفریق نہیں کی گئی۔ لہذا ہمیں بھی یہ تفریق نہیں کرنی چاہیے

(۲) مسلم شریف میں حضرت زید بن ثابتؓ کی حدیث بڑی واضح ہے کہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے

نہیں پڑھنا چاہیے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ چاروں رکعات میں مقتدی نہ پڑھے اور ظاہر ہے

چار رکعات والی نمازوں میں سے ظہر و عصر میں مکمل انشاء کی دو رکعات میں آہستہ قرات کی جاتی ہے۔ الغرض

جہری و سڑی دونوں طرح کی نمازوں میں مقتدی امام کے ساتھ نہ پڑھے اور ان میں تفریق کرنا صحیح نہیں کہ

جہری نمازوں میں تو مقتدی نہ پڑھے اور سڑی نمازوں میں پڑھے۔

تیسری رائے: دلائل کے نقطہ نظر سے یہ تیسرا قول بھی کمزور ہے۔ علامہ صنعانی نے غیر مقلد ہونے کے

(اے اللہ کے بی) آپ اس (قرآن) کو جلدی جلدی لینے کے لئے اس پر زبان نہ ہلایا کیجیے یہ تو ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھنا واجب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجیے پھر اس کا بیان کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔
امام بخاریؒ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ.....
فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ
إِنَّ عَلَيْكَ جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ قَالَ جَمَعَهُ لَكَ فِي صَدْرِكَ
وَتَقْرَأَهُ فَإِذَا قَرَأَهُ قَالَ فَاسْتَبَحْ لَهُ، ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا
بَيَانَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا تَأَلَّاهُ جَبْرِيلُ اسْتَمَعَ
فَإِذَا انْطَلَقَ جَبْرِيلُ قَرَأَهُ السَّبِيحُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَمَا قَرَأَهُ.

(بخاری: کتاب الوحي)

باوجود بلوغ المرام کی شرح سبیل السلام میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ثُمَّ اخْتَلَفَ الْقَائِلُونَ بِوُجُوبِ قِرَاءَتِهَا خَلْفَ الْإِمَامِ فَقِيلَ فِي مَحَلِّ
سَكَاتِهِ بَيْنَ الْآيَاتِ وَقِيلَ فِي سُكُوتِهِ بَعْدَ تِمَامِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ وَلَا دَلِيلَ
عَلَى هَذَيْنِ الْقَوْلَيْنِ.

(سبیل السلام ج ۱ ص ۲۸۷)

فاتحہ خلف الامام کے قائلین کا بھی اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ (امام کی قرأت کے دوران)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نزول قرآن کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت مشقت ہوتی اور حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھنے کے لیے آپ ہونٹ ہلاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ آپ اس کو جلدی جلدی لینے کے لیے اس پر زبان نہ ہلایا کیجیے، یہ تو ہمارے ذمہ ہے اس کو جمع کر دینا اور پڑھوانا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے مراد ہے کہ قرآن کو سینہ میں جمع کر دینا اور پڑھوانا، جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجیے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن کو غور سے سنیں اور چپ رہیں پھر اس کا بیان کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے، یعنی اس کا پڑھوانا، اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام آتے تو آپ غور سے قرآن سنتے جب وہ واپس چلے جاتے تو پھر آپ پڑھتے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام نے پڑھا تھا۔ (بخاری شریف)

فَإِذَا قَرَأْتَ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ۔ جب ہم پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجیے۔ اس آیت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ جب ہم قرآن پڑھیں تو آپ اس کی اتباع کریں اور اس وقت خود نہ پڑھیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی وضاحت کر دی کہ اتباع سے مراد یہ ہے کہ غور سے سنیں۔ اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو غور سے سنتے اور تکمیل جبریل کے بعد خود پڑھتے۔

جب نماز سے باہر تلاوت قرآن کے موقع پر حکم الہی اور عمل نبوی بغور سننے اور خاموش رہنے کا ہے تو نماز کے دوران اس کا اہتمام اور بھی زیادہ ہونا چاہیے۔ واضح رہے

ہر آیت کے بعد والے وقفہ میں سورۃ فاتحہ پڑھتا جائے۔ جب کہ بعض یہ کہتے ہیں کہ امام سورۃ فاتحہ پڑھ چکے

کہ یہ خاصیت وادب صرف قرآن کے لیے ہے۔ لہذا سورۃ فاتحہ اور زائد سورۃ کے علاوہ بقیہ تسبیحات و تکبیرات مقتدی کو بھی پڑھنی ہوں گی۔

(۱۰۰) دلیل نمبر ۳۔ مقتدی خاموش رہے۔ صحیح مسلم شریف کی درج ذیل حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام اور مقتدی کی ذمہ داریوں کا تعین فرمادیا ہے بعض میں تو امام اور مقتدی شریک ہیں جب کہ بعض میں شریک نہیں۔ لہذا حکم نبویؐ کے مطابق امام اور مقتدی کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں مسلم شریف کی روایت بطریق حضرت قتادہؓ ملاحظہ ہو۔

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَطَبْنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَوَاتَنَا فَقَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ
فَاقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَوْمُكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا
وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا وَإِذَا قَرَأَ غَيْرَ الْبَعْضِ صُوبَ عَلَيْهِمْ
وَلَا الصَّالِّينَ فَمَقُولُوا آمِينَ يُعِجِبُكُمُ اللَّهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ

تو مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھے، لیکن یہ دونوں قول بلا دلیل ہیں۔

چوتھی رائے کا تجزیہ : پاک دہند کے غیر متقلیدین عوام کو اپنا یہ مسلک بتاتے ہیں کہ باجماعت نماز میں سری دجہری تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ یہ چوتھا قول دلائل کے اعتبار سے تو بہت زیادہ ہی کمزور ہے ذیل میں اس قول کا مرحلہ دار جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ پہلا مرحلہ : قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کی کوئی واضح و صریح دلیل قرآن کریم میں موجود نہیں ہے کہ مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔ جب کہ قرآن کریم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب امام قرآن پڑھے تو مقتدی غور سے سنے اور خاموش رہے۔

دوسرا مرحلہ حدیث شریفہ : قرآن کریم کے بعد دوسری دلیل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

فَكَبَّرُوا وَارْتَعَوْا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَكْبُرُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَلَيْكَ بِتِلْكَ
وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَاقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا
لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللَّهُ لَكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ
اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا كَبَّرَ فَسَجَدَ فَكَبَّرُوا وَاسْجُدُوا.

(صحیح مسلم: الشہد فی الصلوة)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ میں سنت سکھائی اور ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کر لیا کرو۔ پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ لے تو تم آمین کہو، اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا اور جب تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ واضح رہے کہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا رہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے، جب امام سمع اللہ لمن حمد کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے یہ بتایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے

احادیث مبارکہ ہیں اور حدیث کا علم رکھنے والوں پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ کوئی ایک صحیح حدیث بھی ایسی نہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو کہ امام کے پیچھے ہر نماز میں مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اس سلسلہ میں حضرات غیر مقلدین جو دلیل بھی پیش کرتے ہیں وہ یا تو مرفوع نہیں ہے، یا وہ ضعیف ہے یا ان میں نماز باجماعت کی صراحت نہیں ہے۔

اور جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔ (مسلم شریف)
 علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد امام مسلم امام اسحاق نے صحیح قرار دیا ہے، لہذا اس پر کسی طرح کا کلام اثر انداز نہیں ہوتا۔ (مسائل دینیہ سلفیہ ص ۵۴)
 صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں بالکل واضح ہے، چونکہ اس میں نماز باجماعت کی تصریح ہے۔

باجماعت نماز کے دوران امام اور مقتدی کے کاموں کا تعین کر دیا گیا ہے۔ اور جہاں دونوں میں کچھ فرق ہے اس کی بھی وضاحت کر دی۔ مثلاً امام تکبیر تحریمہ کہے تو تم بھی تکبیر کہو وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ وہ تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔

امام مقتدی کے متفرق کاموں کی وضاحت یوں کی کہ جب امام قرات شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ سورۃ فاتحہ ختم کر کے ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اس طرح جب امام سمع اللہ من حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

اس حدیث مبارکہ کے الفاظ اور اسلوب میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ باجماعت نماز میں قرآن پڑھنا صرف امام کی ذمہ داری ہے۔ چونکہ ارشاد نبویؐ ہے جب امام پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ، یہاں ایک طرف امام کو پڑھنے والا قرار دیا گیا ہے اور دوسری طرف مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا مقتدی نہ تو سورۃ فاتحہ پڑھے نہ ہی کوئی اور سورۃ پڑھے۔ نیز اس حدیث میں ارشاد ہے کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھے تو تم آمین کہو۔ یہاں بھی امام کو ہی پڑھنے والا قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ امام بخاری نے فاتحہ خلف الامام سے متعلق بعض روایات کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے جس میں بہت سی روایات ضعیف ہیں۔
 نیز بہت سی روایات میں ہے

Website: <http://www.allimagestool.com>

اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کی تصریح و تعیین بھی موجود ہے » جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تک پہنچ جائے تو تم آمین کہو۔ اب ظاہر ہے کہ تکبیر کے بعد اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تک جو کچھ پڑھا گیا ہے یہ سورۃ فاتحہ ہی تو ہے اسی دوران مقتدیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔

الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تو یہی ہے کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش ہو جاؤ ہم اہل سنت و جماعت اسی پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن اس حدیث کے مقابلہ میں حضرات غیر مقلدین کہتے ہیں کہ جب امام پڑھے تو تم بھی پڑھو۔ اب قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کس کی بات ماننی چاہیے ؟

(۱۰) دلیل نمبر ۴۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِمَ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا وَإِذَا قَالِ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَتَوَلَّوْا أَمِينَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا
سُنَنِ ابْنِ مَاجَةَ: بَابُ إِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا. فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ فَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ هُوَ صَحِيحٌ يَعْنِي وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا فَقَالَ هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ

(صحیح مسلم شریف: التَّشَهُُّدُ فِي الصَّلَاةِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ جہری خاڑوں میں مقتدی کو سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے۔ اب حضرات غیر مقلدین اکثر و بیشتر ان ضعیف روایات کو ذکر کرتے ہیں جن میں فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہے لیکن ان روایات کے ضعیف و کمزور ہونے کو

فرمایا کہ امام کا مقصد یہی ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور اس کی اقتداء یہ ہے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔

امام مسلم کے ایک شاگرد ابو بکر نے امام مسلم سے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کی بابت پوچھا تو امام مسلم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، یعنی جس میں **وَإِذَا تَرَءَ فَاَنْصِتُوا** کا جملہ آیا ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ (مسلم شریف)

اس حدیث کی تشریح حضرت ابو موسیٰؓ والی سابقہ روایت سے ملتی جلتی ہے۔ اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ امام کا مقصد یہ ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور اقتدار یہ ہے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھنے لگے تو خاموش ہو جاؤ، معلوم ہوا کہ امام کے پڑھتے وقت جو شخص خاموش نہیں ہوتا اس نے امام کی صحیح اقتداء نہیں کی، اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص امام کی تکبیر کے وقت تکبیر نہ کہے، امام رکوع میں چلا جائے اور وہ کھڑا رہے تو ایسے شخص کی اقتداء کیونکر صحیح ہوگی؟ ایسے ہی وہ شخص ہے جو امام کے پڑھنے کے وقت خاموش رہنے کی بجائے پڑھنے لگے۔

(۱۰۲) **دلیل نمبر ۵:** عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالِ الْقَارِئُ عِزَّ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ مَنْ خَلْفَهُ أَمِينٌ، فَوَافَقَ قَوْلَهُ أَهْلُ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

(صحیح مسلم شریف: التسمیع والتأمین)

چھپاتے ہیں بلکہ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ اس رسالہ کی روایات بھی صحیح بخاری شریف کے معیار کی ہیں۔ نیز یہ حضرات اسی رسالہ کی ان روایات کو بھی عوام سے چھپاتے ہیں جن میں جہری نماز کے دوران مقتدی کے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قرآن پڑھنے والا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے اور اس کے مقتدی آمین کہیں تو جس کی آمین آسمان والوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

- یہ حدیث نماز باجماعت کے بارہ میں بالکل واضح ہے۔
 - اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھنے والے کا اطلاق صرف امام پر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ باجماعت نماز میں قرآن پڑھنا صرف امام کی ذمہ داری ہے اور اگر امام و مقتدی سب کے ذمہ پڑھنا ہوتا تو امام کی تخصیص نہ کی جاتی۔
 - اس حدیث میں یہ بھی صراحت ہے کہ سورۃ فاتحہ صرف امام پڑھے گا اسی لئے فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے والا (امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو مقتدی آمین کہیں۔
- (۱۳) **دلیل نمبر ۶:** عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّنَ الْمُتَارِعُ فَأَمِنُوا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَسْمَعُونَ۔ صحیح بخاری شریف۔ کتاب الدعوات۔ بالتأمین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قرآن پڑھنے والا آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، بے شک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ گذشتہ حدیث کی طرح یہ حدیث بھی بڑی واضح ہے جو کہ نماز باجماعت کے بارہ میں

کے لیے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ الغرض ذیل میں ان حضرات کے اہم دلائل کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ مادہ لوح عوام متنبہ رہیں۔

(۱) حضرت عبادۃؓ کی روایت: حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرأت گراں گزری تو آپؐ نے نماز کے بعد

ہے اور اس میں بھی صرف امام کو پڑھنے والا قرار دیا گیا ہے، گویا امام کے علاوہ باقی سب خاموش رہیں البتہ جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں۔ اب اگر امام کی طرح مقتدی بھی پڑھنے لگ جائیں تو ان دونوں حدیثوں کی مخالفت لازم آئے گی۔

الغرض صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کی ان دو حدیثوں سے بھی واضح ہو گیا کہ صرف امام ہی پڑھنے والا ہوتا ہے۔ مقتدی خاموش رہتے ہیں۔

۱۰۴ دلیل نمبر ۲: حالت رکوع میں شمولیت: جو شخص رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اس کی وہ رکعت مکمل شمار ہوتی ہے۔ حالانکہ اس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی یہ بڑی واضح اور صریح دلیل ہے۔ قرأت فاتحہ مقتدی پر فرض نہیں ہے۔ درج ذیل بخاری شریف کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ نیز جمہور اسلاف امت کا مسلک بھی یہی ہے۔

(۱) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ۔

(صحیح بخاری: إِذَا رَكَعَ دُونَ الصَّفِّ)

ذِكْرُ ابْنِ حَبَّيْرٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الطَّبْرَانِيِّ فَقَالَ أَتَيْكُمْ صَاحِبُ هَذَا النَّفْسِ قَالَ خَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي الرُّكْعَةُ مَعَكَ۔

(فتح الباری: إِذَا رَكَعَ دُونَ الصَّفِّ)

پوچھا شاید کہ تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا صرف سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرو چونکہ اس کو پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

تجزیہ: شروع میں یہ عرض کر دینا مناسب ہے حضرات غیر مقلدین کی مضبوط ترین دلیل یہ روایت ہے۔

حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں تھے، تو حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ نے صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہارے اس شوق کو بڑھائے، اُسندہ ایسا نہ کرنا کہ صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی نماز شروع کر دو۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ طبرانی نے حضرت حسنؓ سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس نے ایسا کیا؟ تو حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے ایسا کیا تاکہ آپ کے ساتھ میری یہ رکعت فوت نہ ہو جائے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کے شوق کو سراہتے ہوئے انھیں دعا دی اور اُسندہ صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی نماز شروع کرنے سے روکا۔

حضرت ابوبکرؓ جلدی سے رکوع میں شریک ہو گئے تاکہ یہ رکعت فوت نہ ہو جائے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے انھیں نماز لوٹانے کا

جس کا تجزیہ اُسندہ سطور میں پیش ہوگا اور اس سے اندازہ ہو سکے گا کہ جب ان کی مضبوط ترین دلیل کا یہ حال ہے تو بقیہ دلائل کا کیا حال ہوگا؟

ضعف کی پہلی وجہ: واضح رہے کہ یہ روایت مختلف طرق سے منقول ہے اور نسبتاً اس کا مضبوط سلسلہ سند وہ ہے جس میں محمد بن اسحق ہے۔ لہذا ذیل میں اسی سلسلہ کا ضعف بیان کر دیا جاتا ہے تاکہ اہل حق کا بخوبی اندازہ ہو سکے۔

حضرت عبادہؓ والی روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحق ہے جس کی بابت قال الدار

Website: <http://www.allimagestool.com>

۱۵۲

حکم نہیں دیا، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مہر تصدیق ثبت فرمادی کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے۔

امام بیہقی کا استدلال: مشہور محدث امام بیہقی نے حضرت ابوبکرؓ کی یہ روایت اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی یہی عمل نقل کیا جاتا ہے اور ان روایات کا عنوان قائم کرتے ہوئے یوں استدلال کیا ہے۔ **بَابُ مَنْ رَكَعَ دُونَ الصَّغَرِ وَفِي ذَلِكَ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الرُّكْعَةَ وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَمَّا تَكَلَّفُوا**۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۹۰۲)

یہ بات ان لوگوں کے بیان میں ہے جنہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا اور یہ عمل دلیل ہے کہ اس سے ان کا مقصد اس رکعت کو حاصل کرنا تھا۔ ورنہ انہیں اس جدوجہد کی کیا ضرورت تھی؟

(ب) حضرات صحابہ کرام کا نظریہ: ذیل میں رکوع کی حالت میں شامل ہونے والے مقتدی کی بابت حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے آثار نقل کئے جاتے ہیں۔ یہ حضرات بھی اسی کے قائل ہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے۔

إِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَابْنَ عُمَرَ كَانَا يُفْتِيَانِ الرَّجُلَ إِذَا انْتَهَى إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ رُكُوعٌ أَنْ يُكَبِّرَ تَكْبِيرَةً وَتَدَا ذَلِكَ الرُّكْعَةَ فَلَا وَاْنَ وَجَدَهُمْ سُجُودًا سَجَدَ مَعَهُمْ وَلَمْ يُعْتَدْ بِذَلِكَ.

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۷۸)

قَطْنِي لَا يَحْتَجُّ بِهِ قَالَ سُلَيْمَانُ التَّمِيمِيُّ كَذَّابٌ، قَالَ مَالِكٌ دَجَّالٌ مِّنَ الدَّجَاجِلَةِ قَالَ يَعْنِي الْقَطَّانِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ كَذَّابٌ.

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۶۹ ص ۲۷۱)

Website: <http://www.allimagestool.com>

حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جو شخص جماعت کو رکوع کی حالت میں پائے وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو اس نے اس رکعت کو پالیا، البتہ اگر وہ سجدہ کی حالت میں شریک ہو تو اس کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ فَاتَهُ الرُّكُوعُ فَلَا يَجْتَدِبُ السُّجُودَ۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا رکوع چھوٹ جائے، اور وہ سجدہ میں شریک ہو تو اس کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

● مندرجہ بالا روایات اس مسئلہ میں بالکل صریح ہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے اور اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ ضروری نہیں ورنہ ایسے شخص کی رکعت کیونکر شمار ہو سکتی ہے جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی؟ مگر افسوس کہ ان صریح روایات کے باوجود بعض لوگ کہتے ہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

دارقطنی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی بات قابل استدلال نہیں ہے، سلیمان تیمیٰ فرماتے ہیں کہ وہ بہت جھوٹا تھا، مالک فرماتے ہیں کہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ یحییٰ قسطنان فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق جھوٹا ہے۔

دوسری وجہ: امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امامت کا یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صحابہ کرامؓ کے مابین پیش نہیں آیا، بلکہ حضرت عبادۃ رحمہ اور بعض تابعین کے مابین پیش آیا ہے۔ (لہذا سورۃ فاتحہ پڑھنے سے متعلق اس حکم کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے) لیکن چونکہ اس واقعہ کے الفاظ دوسری مرفوع حدیث سے ملتے جلتے تھے تو بعض شامی راویوں کو مغالطہ ہوا اور انھوں نے اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا، یہی وجہ ہے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی بابت صراحت سے منقول ہے جبکہ کسی ایک حدیث سے بھی اس صراحت کے ساتھ ثابت نہیں کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی اس رکعت کا اعتبار نہیں۔

(ج) جمہور علماء امت کا مسلک: امام ابن تیمیہؒ نے فتاویٰ میں نواب صدیق حسن خانؒ نے بدورالاہلہ میں علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ نے عون المعبود میں اور علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ جمہور علماء امت کا مسلک یہی ہے کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی وہ رکعت شمار ہوگی امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

وَالْمَسْبُوقُ إِذَا كَمَّ يَتَسَّعُ وَقْتُ قِيَامِهِ لِمَقْرَأَةِ الْفَاتِحَةِ
فَإِنَّهُ يَرْكَعُ مَعَ إِمَامِهِ وَلَا يَتِمُّ الْفَاتِحَةَ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ
وَأِنْ كَانَ فِيهِ خِلَافٌ فَهُوَ شَاذٌ. (مختصر فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۵۹)

جماعت میں تاخیر سے شامل ہونے والے شخص کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کا وقت نہ ملے تو وہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور فاتحہ نہ پڑھے۔ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں اختلاف کی حیثیت شذوذ کے مترادف ہے۔

عبادۃ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو اس طرح نقل نہیں کیا بلکہ اس میں امامت کا یہ تذکرہ ہی نہیں۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ، ج ۲ ص ۲۸۷)

تیسری وجہ: مشہور محدث علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے قرارت فاتحہ خلف الامام کی بابت حضرت

عبادۃ والی اس روایت پر تفصیلی بحث کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سند میں اٹھ قسم کا اضطراب ہے اور اس کے متن میں تیرہ قسم کا اضطراب ہے۔ (معارف السنن ج ۳ ص ۲۰۷)

Website: <http://www.allimageetool.com>

نواب صدیق حسن خانؒ لکھتے ہیں: **وَأَعْتَدَ أَحَدُ الْاَحْقَاقِ بِرُكْعَتَيْنِ** کہ رکوع و عشاء

دریافتہ مذہب جمہور راست مگر جماعت از اہل علم در آن خلاف
کرد کا بدور الاہلۃ۔

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی پوری رکعت شمار ہوگی مگر بعض

علماء اس کے مخالف ہیں۔

الغرض موصوف کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ جمہور کا مسلک یہی ہے۔ یہ الگ

ہات ہے کہ موصوف اپنی مسلکی مجبوریوں کی وجہ سے جمہور علماء کا راستہ چھوڑ گئے ہیں۔

مشہور غیر مقلد عالم علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ نے عون المعبود میں لکھا ہے کہ علامہ

شوکانیؒ نے ابتداء نیل الاوطار میں یہی فرمایا ہے کہ رکوع میں شامل ہونے سے وہ رکعت شمار

نہیں ہوتی لیکن بالآخر فتح الربانی فی فتاویٰ الشوکانی میں اس قول سے رجوع کیا اور جمہور کے

مسلک کو رائج قرار دیا چونکہ اس کے دلائل موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

عون المعبود: الرجل یدرک الإمام ساجداً

الغرض بخاری شریف کی روایت، حضرات صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ اور جمہور علماء راست

چوتھی وجہ: امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: **وَهَذَا الْحَدِيثُ مُعْتَلٌّ عِنْدَ أَئِمَّةِ**

الْحَدِيثِ بِأَمْرِ كَثِيرٍ ضَعْفُهُ أَحَدٌ وَغَيْرُهُ مِنَ الْأَئِمَّةِ۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ، ج ۲۳ ص ۲۸۶)

اس حدیث کو ائمہ حدیث نے مختلف وجوہ کی بنا پر ضعیف و کمزور قرار دیا ہے حتیٰ کہ امام بخاریؒ کے

استاذ امام احمد اور دوسرے ائمہ نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

قَالَ الشَّيْخُ هَبْرِيُّ حَدِيثُ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فِي التَّبَاسِ الْقِرَاءَةِ قَدْ رُوِيَ

(أما السنن ج ۱ ص ۷۹)

بِأَمْرِ كَثِيرٍ ضَعْفُهُ۔

Website: <http://www.allimagestool.com>

کے مسلک سے معلوم ہو گیا کہ رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت شمار ہوتی ہے اور علامہ شوکانیؒ نے غیر مقلد ہونے کے باوجود بالآخر اسی موقف کو رائج قرار دیا چونکہ یہ موقف دلائل کے اعتبار سے بہت مضبوط ہے اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مقتدی پر فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

(۱۰۵) دلیل نمبر مقتدی بالکل قرارت نہ کرے۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ الْفِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ لَا فِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ۔ (صحیح مسلم، سجود التلاوة)

حضرت عطاء بن یسار نے حضرت زید بن ثابتؓ سے پوچھا کہ امام کے ساتھ ساتھ مقتدی کو بھی قرارت کرنی چاہیے یا نہیں تو صحابی رسولؐ حضرت زید بن ثابتؓ نے جواب دیا کہ کسی نماز میں بھی مقتدی کو امام کے ساتھ قرارت نہیں کرنی چاہیے۔

- صحیح مسلم شریف کی یہ روایت امام اور مقتدی کے مسئلہ میں بالکل واضح ہے۔
- اس حدیث میں مقتدی کو امام کے ساتھ پڑھنے سے صراحت کے ساتھ روک دیا گیا ہے۔

مشہور محدث علامہ نیوکیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں التباس قرارت کا ذکر ہے اس کے سبب طرق ضعیف اور کمزور ہیں (آثار السنن کے حاشیہ میں اس کی مکمل تفصیل موجود ہے)۔

پانچویں وجہ: مشہور غیر مقلد عالم شیخ البانی صاحب کی تحقیقات کو حضرات غیر مقلدین حرف آخر سمجھتے ہیں ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبادۃؒ والی یہ حدیث منسوخ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ نسخ قرآنہ خلف الامام (جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام منسوخ ہے) اس عنوان کے ذیل میں لکھتے ہیں وَكَانَ قَدْ اجَازَ لِلْمُسَوِّمِينَ اَنْ يَمْرُوْا بِهَا وَرَأَى الْاِمَامُ فِي الصَّلَاةِ الْجَهْرِيَّةِ شَمَّ فَمَآهُمْ عَنِ الْفِرَاءَةِ كُلِّهَا فِي الْجَهْرِيَّةِ..... وَجَعَلَ الْاِنْصَاتَ لِفِرَاءَةِ الْاِمَامِ

- فی شیء کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ امام کی موجودگی میں مقتدی کو کسی قسم کی قرارت نہیں کرنی چاہیے نہ تو سورۃ فاتحہ اور نہ ہی کوئی اور سورۃ
- نیز شیء کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلی وجہی ہر قسم کی نماز میں مقتدی کو امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

۱۶ دلیل نمبر ۸ امام کی قرارت مقتدی کے لیے کافی ہے عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ؛ مُوَظَّأً إِمَامًا مَا لَكَ، تَرَكُ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا مقتدی امام کے پیچھے قرارت کرے؟ تو آپ فرماتے کہ جب کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قرارت اس کے لئے کافی ہے، البتہ جب وہ اکیلا نماز

مَنْ تَمَامَ الْإِتْمَامِ فَقَالَ إِنَّمَا جَعَلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا اكْتَبَرَ فَكَبَّرُوا وَإِذَا قَرَأَ كَانُوا يُصَلُّونَ... شروع میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی اجازت تھی (اگے حضرت عبادۃ کی یہی بیان کر کے لکھتے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نمازوں میں مقتدی کو ہر قسم کی قرارت سے روک دیا۔۔۔ اور امام کی قرارت کے وقت مقتدی کی خاموشی کو اقتدار کے لوازمات میں سے قرار دیا۔ ارشاد نبوی ہوا۔ امام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے وہ یوں کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ (صفة صلاة النبي ص ۹۳)

الغرض یہ حدیث منسوخ ہے نیز یہ اس قدر ضعیف ہے کہ اس کی بنیاد پر واضح قرآنی آیات و نبوی احادیث کو نہیں چھوڑا جاسکتا اور اس سے فاتحہ خلف الامام پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

پڑھے تو پھر قرأت کرے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

علامہ نیمویؒ نے آثار السنن ج ۱ ص ۸۹ پر اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۱۰۷) دلیل نمبر ۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى وَرَاءَ الْإِمَامِ كَفَاءً قَرَأَهُ الْإِمَامُ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَنْ قَتَلَهُ۔ (سنن بیہقی: من قال لا یقر خلف الامام)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام کی اقتدار میں نماز پڑھے اس کے لیے امام کی قرأت کافی ہے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہی قول صحیح ہے۔

۲ حضرات غیر مقلیدین کی دوسری دلیل: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»
«جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی»

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب حضرات غیر مقلیدین کو قرآن کریم سے اور صریح و مرفوع احادیث سے کوئی دلیل نہیں ملتی تو اس حدیث کو فاتحہ خلف الامام کی بنیاد بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

تجزیہ: یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ دینی مسائل میں صرف ایک آدھ حدیث کو دیکھ کر بقیہ کو نظر انداز کر کے کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس مسئلہ سے متعلق جتنی آیات و احادیث منقول ہوں، ان سب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، فقہاء محدثین کا یہی امتیازی نشان ہوتا ہے، گو کہ محد و د اور سطحی معلومات رکھنے والے لوگ ایک آدھ حدیث کو دیکھ کر اس کی صحیح مراد متعین کئے بغیر اپنے فہم و ذوق کے مطابق اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں اور بزمِ خویش اس خوش فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ہم بھی حدیث پر عمل کر رہے ہیں اور بس اسی نسبت سے اپنے آپ کو اہل حدیث سمجھنے لگتے ہیں۔ واضح رہے کہ اصل اہل حدیث وہی لوگ ہیں جن کا علمی افتخار اتنا وسیع ہے کہ ہر مسئلہ سے متعلقہ آیات و احادیث و عمل صحابہؓ پر

Website: <http://www.allimagestool.com>

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دونوں روایات میں باجماعت نماز کی صراحت موجود ہے۔

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بالکل وضاحت سے بتا دیا کہ امام کی قرارت مقتدی کے لئے کافی ہے۔

● یہاں یہ بھی تصریح موجود ہے کہ صرف منفرد قرارت کرے گا۔

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی کا مسلک و معمول بھی یہی تھا کہ امام کے پیچھے مقتدی کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ نہیں پڑھنی چاہیے۔

(۱۰۸) دلیل نمبر امام کے پیچھے قرارت نہیں ہے: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ مَنْ صَلَّى رُكْعَةً لَمْ يَمُرَّ فِيهَا بِإِمَامٍ الْقُرْآنَ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ

ان کی نظر ہے اور اسی کے مطابق ان کا عمل ہے۔

اب فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں اگر صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو شاید غیر مقلد حضرات کا مطلوبہ استدلال صحیح ہوتا، لیکن اس سلسلہ کی بقیہ روایات کو پیش نظر رکھنے سے اس حدیث کا جو مفہوم متعین ہوگا وہی صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو

(۱۱) ترمذی شریف میں ہے کہ امام بخاریؒ کے استاد امام احمدؒ نے اس حدیث کو منفرد پر محمول کیا ہے چونکہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا یہی مفہوم بتایا ہے۔ قَالَ أَحْمَدُ فَهَذَا رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْلُوَّةٍ لِّمَنْ لَّمْ يَمُرَّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ أَنَّ هَذَا إِذَا كَانَ وَحْدَهُ، ترمذی: تَرَكُوا الْقِرَاءَةَ۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا یہ مفہوم وہ جو ایک جلیل القدر صحابی نے سمجھا ہے کہ لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَّمْ يَمُرَّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ دالی حدیث منفرد کے بارے

وَرَاءَ الْإِمَامِ - (حسن صحیح)

ترمذی: تَرَكَ الْمِرَاءَ خَلْفَ الْإِمَامِ، مَوْطَأَ إِمَامٍ مَالِكٍ

بَابُ تَجِبُ بِتَرَاءٍ فَتَاتِحَةٍ الْكِتَابِ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے ایک رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

● اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ کا مسئلہ بالکل واضح فرمادیا کہ منفرد ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے گا۔

● جو شخص امام کی اقتدار میں نماز پڑھے وہ سورۃ فاتحہ نہیں پڑھے گا۔

میں ہے۔

(۲) ابوداؤد شریف میں حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں یہ حدیث منفرد کے بارہ میں ہے۔

لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا، قَالَ سُفْيَانُ

لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ. (ابوداؤد شریف)

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

فَصَاعِدًا والی حدیث اکیلے نماز پڑھنے والے کے بارہ میں ہے۔

(۳) الغرض اس حدیث شریف کا جو مفہوم ایک صحابی رسولؐ نے سمجھا، جس کو امام بخاریؒ کے استاذ

نے ترجیح دی ہے اور جسے ابوداؤد و ترمذی نے نقل کیا ہے، ہمیں تو وہی مفہوم زیادہ پسند ہے۔

(۴) دوسری روایات کو سامنے رکھنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے

لئے کافی ہے اسی لئے ایسے وقت میں مقتدی کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کی بجائے خاموش رہنے کا حکم

دیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

دلیل نمبر ۱ دلیل نمبر ۲ دلیل نمبر ۳ دلیل نمبر ۴، الغرض مقتدی تو اس حدیث کی زد میں آتا ہی نہیں ہے۔

اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کی تعیین بھی ہے اور نماز باجماعت کی تصریح بھی ہے
لیکن پھر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز باجماعت میں مقتدی سورۃ فاتحہ ضرور پڑھے؟!!
(۱۰۹) دلیل نمبر مقتدی چاروں رکعات میں سورۃ فاتحہ پڑھے۔ عَنْ اِبْرَاهِيمَ

چونکہ اس حدیث میں اس شخص کی نماز کی نفی کی گئی ہے جس کو سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے تھی مگر اس نے نہیں پڑھی
اور وہ منفرد ہے، جہاں تک مقتدی کا مسئلہ ہے تو اس کی طرف سے سورۃ فاتحہ پڑھی جا چکی ہے۔
علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ امام کی قراۃ مقتدی کو بھی شامل
ہے۔ وَقَدْ ثَبَتَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَبِالْإِجْمَاعِ أَنَّ الْإِصْنَافَ الْمَأْمُومَ لِمِثْرَةِ
إِمَامِهِ يَتَضَعْنَ مَعْنَى الْفِرَاءَةِ مَعَهُ وَزِيَادَةً (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۹۰)
تحقیق یہ کہ بتا قرآن کریم حدیث شریف اور اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے کہ امام کی قراۃ
کی وجہ سے مقتدی کا خاموش رہنا ہی اس کے پڑھنے کے حکم میں ہے، بلکہ اس کو قراۃ کے ثواب کے
ساتھ خاموش رہنے سے متعلق حکم کی تعمیل کا ثواب بھی ملتا ہے۔

نیز یہ کہ قرآن کریم و سنت نبویہ کی رو سے مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم مل چکا ہے۔ اب جو
مقتدی ان تعلیمات کے مطابق خاموش رہے اور سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس پر یہ فتویٰ کیونکر لگایا جاسکتا
ہے کہ اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی؟

(۵) مسلم شریف میں اسی حدیث کی بعض سندوں میں فصاعداً کا لفظ بھی منقول ہے۔ یعنی جو شخص سورۃ
فاتحہ اور اس کے بعد کوئی سورت یا چند آیات زائد نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود
حضرات غیر تقلیدین بھی کہتے ہیں کہ مقتدی یہ زائد سورۃ نہ پڑھے، آخر ایک ہی حدیث میں یہ تفریق کیونکر ہے؟ کہ
مقتدی پر سورۃ فاتحہ کو لازم قرار دیتے ہیں اور زائد سورۃ پڑھنے سے روکتے ہیں؟ جب کہ حدیث
میں دونوں کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات غیر تقلیدین سادہ لوح عوام کے سامنے حدیث شریف کا
ایک حصہ تو بیان کرتے رہتے ہیں۔ "الْأَصْلُوةُ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" لیکن

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ لَمْ يَمُتْ خَلْفَ الْإِمَامِ لَا فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ وَلَا فِي غَيْرِهِمَا۔
(جامع المسانيد ج ۳ ص ۱۳)

حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرات نہیں کیا کرتے تھے نہ تو پہلی دو رکعتوں میں اور نہ ہی آخری دو رکعتوں میں۔

اس کے دوسرے حصہ کو چھپائے رکھتے ہیں چونکہ یہ ان کے مسلک کے خلاف ہے۔
(۶) قرآن کریم احادیث نبویہ شریفہ اور اقوال صحابہؓ کو پیش نظر رکھ کر اس حدیث کا جو مفہوم بیان کیا گیا ہے اس سے تمام نصوص میں مطابقت و موافقت قائم رہتی ہے کہ لا صلوة لمن يقرأ بفاتحة الكتاب والی حدیث مسند کے بارہ میں ہے اور دیگر آیات و احادیث میں مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن اگر اس حدیث کا وہ مفہوم لیا جائے جو حضرات غیر مقلدین بیان کرتے ہیں تو پھر اس کا تقاضا ہوگا کہ امام کے پیچھے مقتدی بھی پڑھیں جب کہ قرآنی آیت اور دیگر احادیث میں خاموش رہنے کا حکم ہے، گویا کہ اس مفہوم سے نصوص میں تعارض و ٹکراؤ پیدا ہو جائے گا نتیجہ دور دراز کی تاویلیں کرنی پڑیں گی۔

حضرت انسؓ کی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی جاتی ہے جس

میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو کہا گیا ہے۔

تجزیہ: امام بیہقیؒ نے خود ہی اس روایت کی بابت تصریح فرمادی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وَقَدْ قِيلَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۶)

جو روایت ابو قلابہ نے حضرت انسؓ سے بیان کی ہے وہ محفوظ نہیں ہے۔

الغرض ان دلائل کے تجزیہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرات غیر مقلدین کے پاس ان کے موقف کی

کوئی دلیل حدیث شریف میں نہیں اور جن سے وہ استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا تو وہ ضعیف

اس روایت سے بھی صراحتہ معلوم ہو گیا کہ امام کے پیچھے چاروں رکعات میں مقتدی قرأت نہیں کرے گا۔

قرأت کا لفظ سورۃ فاتحہ اور زائد سورۃ دونوں کو شامل ہے لہذا مقتدی نہ تو سورۃ فاتحہ پڑھے گا نہ ہی کوئی سورۃ۔

(۱۱) دلیل نمبر ۱۲ جمہور صحابہ کرام اور جمہور علماء امت کا مسلک: امام ابن تیمیہ کی تحقیق پر حضرات غیر مقلدین بہت اعتماد کرتے ہیں۔ لہذا ذیل میں ان کی تحقیق پیش کی جا رہی ہے جس میں انھوں نے قرآن و سنت کو بنیاد بنایا ہے۔

ہیں یا ان سے مطلوبہ استدلال صحیح نہیں ہے۔

تیسرا مرحلہ: قرآن کریم اور سنت نبویہ شریفہ کی رو سے مسئلہ فاتحہ خلف الامام کے دلائل کا تجزیہ کر دیا گیا۔ ذیل میں حضرات غیر مقلدین کے ان دلائل کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے جن کا تعلق آثار صحابہ کے ساتھ ہے اس سلسلہ میں یہ بنیادی حقیقت پیش نظر ہے کہ

(۱) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف آثار منقول ہیں اکثر میں تو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ جب کہ بعض میں پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ اب وہ آثار یقیناً راجح ہیں جس میں امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے چونکہ ان کی تائید قرآن کریم اور احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ہوتی ہے۔ (۲) یہاں یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ اس تیسرے مرحلہ میں بھی حضرات غیر مقلدین کے اکثر دلائل سند کے اعتبار سے کمزور ہیں جیسے کہ آئندہ تفصیل سے واضح ہوگا۔

حدیث ابی ہریرۃؓ (۱) حضرت ابو ہریرۃؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نامکمل ہے۔ کسی نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے پوچھا کہ جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو؟ حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا کہ: «اِقْرَأْ بِهَا فِیْ نَفْسِکَ» اپنے نفس میں پڑھ لیا کرو..... (آگے سورۃ فاتحہ کی فضیلت کا بیان ہے)

وَالْأَمْرُ بِاتِّبَاعِ قِرَاءَةِ الْإِمَامِ وَالْإِنصَاتِ لَهُ مَدْكُورٌ فِي الْقُرْآنِ
وَفِي السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ وَهُوَ أَجْبَاهُ الْأُمَّةِ فِيمَا زَادَ عَلَى الْفَاتِحَةِ
وَهُوَ قَوْلُ جَمَاهِيرِ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهِمْ فِي الْفَاتِحَةِ
وَعِزُّهَا۔ (رسائل دینیہ: تنوع العبادات ۵۵)

امام کی قرأت سننے اور خاموش رہنے کا حکم قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد والی سورۃ کی ثابت جمہور صحابہ کرامؓ اور دیگر علماء امت

(۲) جزر القراءۃ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ جب امام پڑھے تو تم بھی پڑھو۔

تجزیہ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایات منقول ہیں اس روایت سے بظاہر امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے جب کہ ان کی دوسری حدیث میں صراحت ہے کہ جب امام قرأت شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ (امام مسلم نے صحیح شریف میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے) اور یہی قول رائج ہے چونکہ جب ایک ہی شخص سے دو طرح کی روایات منقول ہیں تو وہ روایت رائج ہوگی جس کی تائید قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے۔

(۲) یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ مسئلہ رائج ہے جس کے دلائل قوی ہیں اور دلائل سے یہ حقیقت معلوم ہو چکی کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں امام کے پیچھے پڑھنے سے روکا گیا ہے اور صراحت کے ساتھ خاموش رہنے کا حکم دیا ہے جب کہ قرآن کریم کی کسی آیت اور کسی حدیث صحیحہ مرفوعہ میں فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ فاتحہ خلف الامام کے جو دلائل بیان کئے جاتے ہیں وہ ضعیف ہیں، امام ابن تیمیہؒ کی تصریح ملاحظہ ہو۔

لَكِنَّ الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ هُمْ جَمَهُورُ السَّلَفِ
وَالْخَلَفِ وَمَعَهُمُ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ الصَّحِيحَةُ وَالَّذِينَ أَوْجَبُوا عَلَى
الْمَأْمُومِ فِي حَالِ الْجَهْرِ كَذَلِكَ دِيْشُهُمْ تَذْضَعْفُهُ الْأَيْمَةُ وَرَوَاهُ

کا یہی مسلک اور سورۃ فاتحہ کے بعد والی سورۃ کی قرات کے وقت مستند کی گئے تھے اور خاموش رہنے پر تو ساری امت کا اجماع ہے۔

البوداؤد۔ (رسائل دینیۃ: تنوع العبادات ص ۵۲)

جمہور سلف صالحین قرات خلف الامام سے روکتے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور بعض لوگوں کا یہ دعویٰ کہ جہری نمازوں میں بھی امام کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ ان کا استدلال البوداؤد کی حدیث سے ہے جس کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنا قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ جب کہ پڑھنے کے دلائل کمزور ہیں اور یہ حقیقت بھی معلوم ہے کہ صحابی قرآن کی آیت اور حدیث صحیحہ مرفوعہ کے مرتبے و پایہ کا نہیں ہے۔ لہذا جو موقف قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے وہ قوی اور راجح ہے۔

(۳) اگر حضرت ابوہریرہؓ سے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا ذکر ہے تو دوسرے بڑے بڑے صحابہ کرام سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے فاتحہ خلف الامام سے روکا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت جابرؓ کی روایات میں گذرا اور قرآن و حدیث کے دلائل اس پر مستزاد ہیں۔

(۴) آخر میں ایک اہم بات پیش نظر رہے کہ اس سارے استدلال کی بنیاد ”اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ“ پر ہے جس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ امام کے پیچھے آہستہ آواز سے پڑھا کرو۔ لیکن اس جملہ کا یہ ترجمہ کوئی حتمی و یقینی نہیں اس کے اور معنی بھی آئے ہیں جیسا کہ بخاری مسلم کی درج ذیل روایات میں غور کرنے سے واضح ہوگا جو کہ حضرت ابوہریرہؓ سے ہی منقول ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمَ قَالَ قَتَادَةُ إِذَا أَطْلَقَ فِي نَفْسِهِ فَلَيْسَ

(۱۱) خلاصہ کلام: گذشتہ تحقیق سے واضح ہو گیا کہ: (۱) قرآنی نقطہ نظر سے مقتدی کو امام کی قرارت سننے اور خاموش رہنے کا حکم ہے۔

بِشَيْءٍ : بخاری: الطَّلَاقُ فِي الْأَعْلَاقِ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی استیازی حیثیت یہ ہے کہ ان کے دل ہی دل میں جو باتیں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان پر کوئی گرفت نہیں کرتے۔ الا یہ کہ وہ ان پر عمل کریں یا اپنی زبان سے ادا کریں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے دل ہی دل میں بیوی کو طلاق کا سوچے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

● اس حدیث میں دل ہی دل کی گفتگو کو حدیث نفس قرار دیا گیا ہے جس پر مواخذہ نہیں ہے جب کہ انہی باتوں کا زبان سے ذکر کرنا قابل مواخذہ ہے۔

● حضرت قتادہؓ کے کلام میں بھی طلق فی نفسہ کے الفاظ ہیں یعنی دل میں طلاق کا سوچے۔

● معلوم ہوا کہ فی نفسہ کا اطلاق دل ہی دل میں کچھ کہنے پر بھی ہوتا ہے۔ لہذا مندرجہ بالا حدیث ابوہریرہؓ کے اس جملہ "اِفْتَرَاءٌ بِهَا فِي نَفْسِكَ" میں بھی دونوں احتمال ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ زبان کے ساتھ آہستہ آہستہ پڑھے اور دوسرا یہ ہے کہ دل ہی دل میں پڑھے تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث زبان کے ساتھ آہستہ پڑھنے کے بارہ میں صریح نہیں ہے۔

مسلم شریف کی دوسری حدیث ملاحظہ ہو اس میں بھی فی نفسہ کا استعمال ہوا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي أَنِ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأَةٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأِهِمْ خَيْرٌ مِنْهُمْ۔

(صحیح مسلم: الحث علی ذکر اللہ)

- (۲) امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا قرآن کریم سے ثابت نہیں ہے۔
 (۳) جو مسئلہ قرآن کریم سے ثابت ہے وہ اس مسئلہ پر رائج ہے جو قرآن کریم سے ثابت نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا بندہ میرے بارہ میں جس قسم کا گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اپنے نفس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجمع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں ایسے مجمع میں اس کا ذکر کرتا ہوں جو اس کے مجمع سے کہیں بہتر ہے۔

● اس حدیث شریف میں بھی دل میں ذکر کرنا وارد ہے اور ذکر فی نفسہ کے الفاظ میں اس سے بھی معلوم ہوا کہ فی نفسہ ہی کا استعمال جہاں آہستہ پڑھنے میں ہوتا ہے وہاں دل میں پڑھنے پر بھی ہوتا ہے۔ لہذا حدیث ابی ہریرہؓ سے فاتحہ خلف الامام پر استدلال کرنا بہت ہی کمزور ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اثر: حضرات غیر مقلدین فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں اس روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

یحییٰ بکا کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فاتحہ خلف الامام کی بابت پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ ان کے ہاں فاتحہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہ تھا۔ (جزر القراءۃ)

تجزیہ: (۱) اس میں ایک راوی یحییٰ بن مسلم البکاء ہے جس کو علامہ ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (المیزان ج ۴ ص ۴۹)

(۲) دلیل نمبر ۹ کے ضمن میں روایات صحیحہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مسلک نقل کر دیا گیا کہ وہ فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں تھے اور دلیل نمبر ۹ کے ضمن میں امام بیہقیؒ کی تصریح موجود ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہی قول صحیح ہے اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ ان کی طرف اس دوسرے قول کی

(۴) احادیث مرفوعہ سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ مران پڑھنا امام کی ذمہ داری ہے اور مقتدی کے ذمہ خاموش رہنا ہے۔

(۵) کسی صحیح مرفوع حدیث سے اس صراحت کے ساتھ یہ ثابت نہیں کہ باجماعت نماز میں مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا لازم ہے۔

(۶) جو مسئلہ احادیث صحیحہ مرفوعہ سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے وہ بہر حال اس مسئلہ پر راجح ہے جو کسی صحیح و مرفوع حدیث سے صراحتاً ثابت نہیں ہے۔

نسبت صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابی بن کعب کا قول؛ حضرت عبداللہ بن ہذیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے پوچھا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لیا کروں تو انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ (جزر القراءۃ)

تجزیہ، اس میں ایک راوی عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ابو جعفر الرازی ہے جو کہ ضعیف ہے ملاحظہ ہو۔

قَالَ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْمَقْوِيِّ، قَالَ الْفَلَاسِيُّ سَيِّئُ الْحِفْظِ
قَالَ ابْنُ حِبَّانٍ يَنْفَرِدُ بِالْمَنَاكِيرِ عَنِ الْمَشَاهِيرِ وَقَالَ

أَبُو زُرْعَةَ يَهُمُّ كَثِيرًا: (الميزان ج ۳ ص ۳۱۹)

امام احمد اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ ابو جعفر الرازی قوی نہیں ہے امام فلاس فرماتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب ہے، ابن حبان فرماتے ہیں کہ مشہور لوگوں کی طرف منکر روایتیں منسوب کرتا تھا ابو زرعتہ فرماتے ہیں کہ اس کو وہم بہت ہوتا تھا۔

یہ تھے حضرات غیر مقلدین کے چند مشہور دلائل جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کے بقیہ دلائل بھی کس قدر کمزور ہیں؟ ان میں وہ دلائل بھی ہیں جن کو امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے۔ اس مختصر تجزیہ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ امام بخاریؒ کے اس رسالہ کی روایات کا وہ معیار نہیں جو صحیح بخاری شریف کا ہے۔ عموماً سادہ لوح عوام مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، لہذا ان دلائل کا مختصر تجزیہ کر دیا گیا تاکہ وہ اصل حقیقت حال کا اندازہ کر سکیں۔

فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

(۸) بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے فاتحہ خلف الامام کے جو اقوال منقول ہیں وہ یا تو ضعیف ہیں یا ان میں نماز باجماعت کی صراحت نہیں یا وہ منسوخ ہیں یعنی اس زمانے سے متعلق ہیں جب ممانعت والا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور اگر کچھ صحیح آثار بھی ہوں تو ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث و جمہور صحابہؓ والے دلائل کو اولیت حاصل ہوگی۔

(۹) جو مسئلہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وضاحت و صراحت کے ساتھ منقول ہے وہ یقیناً رائج ہے اس مسئلہ پر جس کے دلائل میں صراحت و وضاحت اور قوت نہیں ہے۔ لہذا ہر شخص کو اپنی پوری نماز قرآن کریم کے واضح ارشادات پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کے مطابق پڑھنی چاہیے کہ اگر وہ منفرد ہے تو ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ پڑھے لیکن اگر وہ مقتدی ہے تو سورۃ فاتحہ اور سورۃ نہ پڑھے۔ اس کے باوجود اگر کسی کا فرقہ وارانہ تعصب اور مسلکی وابستگی اڑے آئے تو خدا را اسے بالائے طاق رکھ دے۔

نوٹ: آج کل کچھ لوگ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں بہت مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کے پاس امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، لہذا اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور مخالفین کے اہم دلائل کا تجزیہ بھی کر دیا گیا ہے تاکہ انصاف پسند طبائع اصل حقیقت حال کا اندازہ کر سکیں۔

آمین

(۱۱۲) جب امام سورۃ فاتحہ مکمل کر چکے تو مقتدی آہستہ سے آمین کہے۔ یہی اولیٰ ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۱۷۲
وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ
آمِينَ، فَوَافَقَتْ أَحَدَهُمَا الْآخَرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ
ذَنْبِهِ. (بخاری: فضل التامین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جب تم میں سے کوئی آمین کہے اور آسمان میں ملائکہ بھی کہیں اور ایک دوسری میں
موافقت ہو جائے تو آمین کہنے والے کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ مَيْنِيرٍ فِي ذِكْرِ مُنَاسَبَةِ الْبَابِ بِأَنَّ التَّامِينَ دُعَاءٌ
وَقَالَ إِنَّ التَّامِينَ قَائِمٌ مَقَامَ التَّلْخِيصِ بَعْدَ الْبَسْطِ فَالِدَّلِيُّ
فَصَلَ الْمَقَاصِدَ وَالْمُؤَمِّنُ أَيْ بِكَلِمَةٍ تَشْمَلُ جَمِيعًا.

(فتح الباری، شرح بخاری، ج ۲ ص ۲۶۳)

» ابن مینرباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ آمین دعا ہے
اور آمین تفصیل کے بعد اختصار کے مترادف ہے۔ امام نے اپنے مقاصد و مطالب کو تفصیلاً
ذکر کیا اور اس پر آمین کہنے والا صرف یہ کلمہ کہتا ہے جو ساری دعا کو شامل ہے « (فتح الباری)
اور آمین کا معنی ہے « اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ » (اللہ اس دعا کو قبول فرما)

نیز كَذَلِكَ يَكُونُ، (اے اللہ ایسا ہی ہو جائے)

(۱۱۳) جب یہ ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دعا وہ ہے جس میں
عاجزی اور اخفار ہو۔

ارشاد ربّانی ہے۔

أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (الاعراف نمبر ۵۵)

اللہ سے دعا کرو گڑ گڑا کر اور خفیہ۔ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت کے ذیل میں ابن کثیر رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَفَعَ النَّاسُ
أَصْوَاتَهُمْ بِالْذُّعَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَيُّهَا النَّاسُ أَرْبَعُونَ عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَأَتَكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَابَكُمْ
وَلَا غَائِبًا إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ.

(تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۲۲۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے دعائیں اپنی آوازوں کو بلند
کرنا شروع کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! میانہ روی سے کام لو
تم کسی بہرے یا غائب شخص کو نہیں پکار رہے جس کو تم پکارتے ہو وہ ہر بات کو سننے والا ہے
نزدیک ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ۔

- جس کی آئین فرشتوں کی آئین کے موافق ہوگی۔ اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے
- آئین دعا ہے۔

- اللہ تعالیٰ نے دعائیں اخفاء پوشیدگی، اور عاجزی کا حکم دیا ہے۔
- جو لوگ اونچی آواز سے دعا کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا۔
- اللہ تعالیٰ ہر آواز کو سننے والے اور ہر شخص کے قریب ہے۔

لہذا آہستہ آواز سے آئین کہنی چاہیے چونکہ یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ

پسندیدہ ہے۔

(۱۱۴) بعض علماء کا کہنا ہے کہ آئین ذکر ہے۔ اس صورت میں بھی اس کا اخفاء اولیٰ ہے۔

چونکہ ارشاد ربانی ہے۔

وَإِذَا كُنْتَ فِي أَنْفُسِكَ تَضَرَّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ۔

(اعراف نمبر ۲۰۵)

اسی لئے امام ابو حنیفہؒ نے ایک مختصر سے جملہ میں سارے مسئلہ کو حل کر دیا کہ:
اگر آمین، دعا ہو تو سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۵۵ کی رو سے آمین آہستہ کہنی چاہیے
اور اگر آمین ذکر ہو تب بھی سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۲۰۵ کی رو سے آہستہ کہنی چاہیے
● ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا يَقُولُ لَا تُبَادِرُوا الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ
فَكَبِّرُوا إِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ؛ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا
وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَاقُولُوا-

اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ (مسلم: الہنی عن مبادرۃ الامام بالتکبیر وغیرہ)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم
دیتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں امام سے جلدی نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے پھر تم تکبیر کہو اور جب
وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب
وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو۔

اس روایت میں ارشاد ہوا کہ امام کے ولا الضالین کہنے پر تم آمین کہو اور اسی
روایت میں ہے کہ امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے پر اللہم ربنا لک الحمد کہو۔ ظاہر ہے کہ اللہم
ربنا لک الحمد آہستہ آواز میں کہا جاتا ہے اور بعینہ اسی قسم کے الفاظ آمین کہنے کے لیے
استعمال ہوئے ہیں۔ لہذا دلائل حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین بھی آہستہ آواز سے
ہی کہنی چاہیے۔

(د) فرمان عمر رضی اللہ عنہ

عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ
قَالَ يُخْفَى الْإِمَامُ أَرْبَعًا، التَّعَوُّذُ، وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(یعنی شرح ہدایہ ج ۱ ص ۶۲)

وَأَمِينَ، وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

ابو عمر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) اعوذ باللہ..... (۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۳) آمین (۴) ربنا لک الحمد۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ لَمَّا يَكُنْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ

(الجوهر النقي، ج ۲ ص ۴۸)

الرَّحِيمِ وَلَا بِأَمِينٍ۔

حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔

فرمان حضرت ابن مسعود

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ يُخْفِي الْإِمَامُ ثَلَاثًا الْإِسْتِعَاذَةَ

وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَأَمِينَ۔ (المحلی۔ ج ۳ ص ۱۸۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ امام تین چیزوں کو آہستہ کہے۔ تعوذ بسم اللہ

الرحمن الرحیم اور آمین۔

⑪۵ اس تحقیق کے بعد یہ نتائج نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔

- قرآنی تعلیمات کی رو سے آمین آہستہ کہنی چاہیے
- صحیح مسلم شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بھی معلوم ہوا کہ ربنا لک الحمد کی طرح آمین بھی آہستہ آہستہ آواز سے کہنی چاہیے۔
- آہستہ آمین کی ترجیح کے لیے اتنا کافی ہے کہ آیات قرآنیہ اور مسلم کی حدیث سے

یہی معلوم ہوتا ہے

- قرآن کریم کی کسی ایک آیت سے بھی اونچی آمین کا ثبوت نہیں ملتا۔

- کسی صحیح حدیث میں آئین اونچی کہنے کا حکم نہیں دیا گیا۔
- اونچی آئین کی بابت جو روایات بیان کی جاتی ہیں سب ضعیف ہیں۔
- آج کل کچھ لوگ مصر ہیں کہ آئین ہمیشہ اونچی آواز سے کہنی چاہیے، لیکن وہ جتنی روایات کا سہارا لیتے ہیں (قطع نظر اس کے کہ وہ ضعیف ہیں) ان میں ایک آدھ دفعہ اونچی آئین کہنے کا ذکر ہے۔ لہذا ان سے ہمیشہ والا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔
- حدیث کا علم رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ جس روایت میں اونچی آئین کا ذکر ہو تو وہ حاضرین کی تعلیم کے لئے ہے چونکہ بہت سی روایات میں ہے کہ آپ سورۃ فاتحہ کے بعد چند لمحے خاموش رہتے تھے۔ لہذا ایک آدھ دفعہ اونچی آئین کہہ کر حاضرین کو بتا دیا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد خاموشی والے لمحات میں یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ دیگر روایات میں ہے کہ کبھی آپ ظہر و عصر میں ایک آدھ آیت اونچی پڑھ لیتے تاکہ نئے آنے والے حضرات کو معلوم ہو جائے کہ قرات ہو رہی ہے نیز مسلم میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ سبحانک اللہم بلند آواز سے پڑھا تعلیم کے لئے اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں کہ ظہر و عصر میں ایک آیت اور نماز کے شروع میں سبحانک اللہم بلند آواز سے پڑھنا چاہیے۔ بعینہ یہی کیفیت آئین کی بھی ہے۔
- اگر اونچی آئین کہنا آپ کا معمول ہوتا تو صحیح احادیث کے ذخیرہ میں اس کا ذکر کثرت سے ملتا کہ جن حضرات صحابہؓ نے آپ کی انگلی کے اشارہ اور اس کی کیفیت تک کو نقل کیا ہے وہ اس عظیم عمل کو ضرور نقل کرتے لیکن ایسا نہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اونچی آئین کا عنوان باندھا ہے لیکن اونچی آئین کی کوئی صحیح مرفوع حدیث نقل نہیں کی۔
- اس لئے علامہ نیموی رحمہ اللہ فرماتے:

لَمْ يَثْبُتِ الْجَهْرُ بِالتَّامِينَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنِ
الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ وَمَا جَاءَ فِي الْبَابِ فَهُوَ لَا يَخْلُومُنْ شَيْءٌ

Website: <http://www.allimagestool.com>

بلند آواز سے آمین کہنا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اور نہ ہی چاروں خلفاء سے اور جو کوئی روایت اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں وہ جرح و تنقید سے خالی نہیں

۱۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں بعض ایسی روایات کی نشاندہی کر دی جائے
(۱) اُمُّ الْحَصَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا کی روایت ہے کہ اِنَّهَا صَلَّتْ خَلْفَ رَسُولِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الصَّالِّينَ قَالَ اَمِيْن فَسَمِعْتُهُ وَهِيَ فِي
صَفِّ النِّسَاءِ۔

(۲) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَلَا عَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الصَّالِّينَ قَالَ اَمِيْن. حَتَّى
يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ. وَزَادَ ابْنُ مَاجَةَ فَبَرَّجْتُ بِهَا الْمَسْجِدَ۔
(۳) عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اَمِيْن حِينَ
يَفْرُغُ مِنْ فِرَآءَةِ الْكِتَابِ۔

جائزہ دلیل نمبر ۱: عَنْ اُمِّ الْحَصَيْنِ اَنَّهَا صَلَّتْ.....

اس میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم مکی جس کو علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۴ میں اور

شوکانی نے نیل الاوطار میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ مبارک پوری کہتے ہیں کہ ابن المبارک نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام احمد فرماتے

(تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۹۸)

ہیں۔ "منکر الحدیث"

جائزہ دلیل نمبر ۲

(۱) اس میں ایک راوی بشر بن رافع ہے جس کو امام بخاری امام ترمذی امام احمد امام نسائی

اور ابن حصین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(نصب الرأیۃ ج ۱ ص ۳۷)

سورة

(۱۱۶) سورة فاتحہ کے بعد امام اور منفرد کوئی اور سورة ایک بڑی بیت، یا تین چھوٹی آیات پڑھیں۔ ظہر، عصر، عشاء اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت

علامہ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ”أَبُو الْأَسْبَاطِ بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ وَقَدْ أَجْمَعُوا عَلَىٰ ضَعْفِهِ۔“ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۲)

تمام علماء کا اجماع کہ ابو الاسباط بن رافع ضعیف ہیں۔

(ب) اس کی سند میں دوسرا راوی ابو عبد اللہ بن عثم ابی ہریرہ ہے۔

وَأَبُو عَبْدِ اللَّهِ هَذَا لَا يَصْرِفُ لَهُ حَالٌ وَلَا رَوَى عَنْهُ غَيْرُ بَشِيرٍ
وَالْحَدِيثُ لَا يَصِحُّ۔ (نصب الراية ج ۱ ص ۲۷۴)

ابو عبد اللہ بن عثم ابی ہریرہ راوی مجہول ہے اور بشر بن رافع کے علاوہ کسی اور نے اسے نقل نہیں کیا ہے۔

لہذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جائزہ دلیل نمبر ۳: عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...

اس روایت کی بابت ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: ”هَذَا عِنْدِي خَطَأٌ“ میرے

ہاں یہ غلط ہے نیز اس میں ابن ابی لیلیٰ ہے جس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ (تلخیص الحکمیر ص ۲۳۸)

جائزہ دلیل نمبر ۴:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا فَرَغَ مِنْ أَمِّ الْقُرْآنِ رَفَعَ صَوْتَهُ فَقَالَ أَمِينَ۔

حضرت ابو ہریرہ سے منسوب اس حدیث کا مدار اسحاق بن ابراہیم پر ہے اس کی بابت ملاحظہ

ہو۔

اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی۔ قَالَ الشَّافِعِيُّ لَيْسَ بِشَقَةٍ، وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ

ملائیں آخری رکعات میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھیں۔

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأَوَّلِينَ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَيُسَمِعُنَا الْآيَةَ وَيَطُولُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يَطُولُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهَكَذَا فِي الصُّبْحِ۔ (بخاری: ما یقرأ فی الاخرین بفاتحہ الكتاب)

حضرت ابو قتادہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت

لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَكَذَبَهُ مُعَدِّتٌ حَمَصُ مُحَمَّدِ بْنِ عَوْفٍ۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۸۱)
اسحاق بن ابراہیم زبیدی کی بابت امام نسائی فرماتے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں ہے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں۔ حدیث کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ حمص کے شیخ الحدیث محمد بن عوف نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔

جائزہ دلیل نمبر: قارئین پر واضح رہے کہ بعض روایات حضرت وائل بن حجر سے منقول ہیں ان میں اپنی آئین کے مختلف الفاظ ہیں جو صرف تعلیم کے لئے ہیں اور حضرت وائل کی ان روایات میں تعلیم کی خصوصیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ چند دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے آئے تھے۔ تاکہ وہ براہ راست کچھ باتیں سیکھ لیں۔ اس مناسبت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لئے بتا دیا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد آئین کہی جاتی ہے۔ اگر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حسب سابق سورۃ فاتحہ کے بعد ایک لمحہ خاموش رہتے اور آہستہ آہستہ آئین ہی کہتے تو حضرت وائل کو یہ پتہ نہ چلتا کہ اس موقع پر یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔ الغرض حضرت وائل سے منقول روایت میں مسئلہ آئین کے ادنیٰ کلمہ پر استدلال نہیں کیا جاتا۔

مبارکہ یہ تھی کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دو سورتیں اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھار ہمیں ایک آیت سنا دیتے تھے۔ اور پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبا ادا کرتے تھے، عصر اور صبح میں بھی یوں ہی کرتے۔

ظہر و عصر میں آہستہ قرارت

(۱۱۷) امام اور منفرد ظہر عصر میں قرارت آہستہ کریں، فجر، نماز جمعہ، نماز عیدین، وتر، (باجاماعت) میں امام بلند آواز سے قرارت کرے، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں بلند اور بقیہ میں آہستہ قرارت کرے۔

عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِلْخَبَابِ بْنِ الْأَرْثِ، أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قَرَأْتَهُ؟ قَالَ بِإِضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ

(بخاری: باب القراءة في العصر)

حضرت ابو معمر نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر، عصر میں قرارت کیا کرتے تھے؟ فرمایا: ہاں، ابو معمر نے عرض کیا آپ کو کیسے معلوم ہوتا تھا؟ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارکہ کے ہلنے سے معلوم ہو جاتا کہ آپ پڑھ رہے ہیں۔

قرارت سے فارغ ہو کر سیدھا رکوع میں چلا جائے اور رفع یدین نہ کرے، اس طرح رکوع سے اٹھتے ہوئے اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین نہ کرے چونکہ قرآن کریم، حدیث شریف، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل اور بہت سے اسلاف کا یہی عمل رہا لہذا یہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

۱۱۹ دلیل نمبر نماز نبوی: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّوْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ
يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ. (حدیث حسن) ترمذی: ماجار فی رفع الیدین۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھی اور صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے، بعد میں نہیں لہذا ہمیں بھی پیارے نبی کی پیاری سنت پر عمل کرتے ہوئے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا چاہیے بعد میں نہیں۔

۱۲۰ دلیل نمبر رفع یدین سے ممانعت عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ يَقُولُ أَحَبُّ شَاكِرٍ هَذَا الْحَدِيثُ صَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ وَغَيْرُكَامِنَ الْحِفَاطِ وَهُوَ
مَدِيْنَةُ صَحِيْحٌ وَمَا قَالُوْكَ فِي تَغْلِيْلِهِ كَيْسٌ بِعِلَّةٍ. (ترمذی محقق، ج ۲ ص ۴۱)

(۱) احمد شاہ فرماتے ہیں کہ ابن حزم اور دیگر حفاظ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور جو لوگ اس کی طرف کمزوری کی نسبت کرتے ہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

(۲) علامہ ترکمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم شریف کے راوی ہیں۔ (الجوہر النقی ص ۲۷)

عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهُمَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَبَسِ
أُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ - (مسلم: الامر بالسكون في الصلاة)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے
باہر تشریف لائے اور فرمایا، کیا ہوا میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ
شریر گھوڑوں کی دُیس ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔
مسلم شریف کی اس حدیث میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کرنے والوں

واضح رہے کہ امام ترمذی نے ابن مبارک کا جو قول نقل کیا ہے وہ حضرت ابن مسعود کی اس
حدیث کی بابت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں، إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ
جب کہ مندرجہ بالا روایت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس بات میں بہت سے علماء کو غلطی ہوئی ہے
یا وہ مغالطہ دیتے ہیں۔ (لغضب الراية، ج ۱ ص ۳۹۴)

اسی لئے ترمذی شریف کے مختلف نسخوں میں یہ روایت مستقل باب کے تحت نقل کی گئی ہے لہذا
ابن مبارک کا وہ قول گذشتہ باب میں رہ جاتا ہے۔ آئندہ باب کی حدیث سے اس کا کیا تعلق ہے ملاحظہ
ہو (ترمذی محقق ج ۲ ص ۱۲) اس موقع پر احمد شاہ کا یہ تجزیہ بھی ملاحظہ ہو: وَذَهَبُوا يَصْعَقُونَ
بَعْضَ الْأَسَانِيدِ وَيُضْعَفُونَ انْتِصَارًا لِبُذْهَبِهِمْ وَتَرْكُوكًا كَثِيرًا مِنْهُمْ سَبِيلَ
الْإِنْصَافِ وَالتَّحْقِيقِ. (ترمذی محقق ج ۲ ص ۳۲) مسند رفع یدین میں بعض متعصب لوگ
ضعیف احادیث کو صحیح اور صحیح کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے اکثر لوگ
حقیقت و انصاف کا دامن بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

نوٹ: آج کل کے غیر متقلید بھی اپنے پرانے ہمنواؤں کی طرح سادہ لوح عوام کو یہی باور کراتے ہیں
کہ رفع یدین نہ کرنے کی بابت تمام روایات ضعیف ہیں۔ لہذا ہم نے مندرجہ بالا تمام دلائل کے ساتھ

لو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے مساوی ہے لہذا
 میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے لہ
 (۱۲۱) دلیل نمبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل : عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ
رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ۔ طحاوی رفع الیدین
 معہ الزیلعی۔ و ہذا رجالہ ثقات، درایہ، ج ۱ ص ۱۵۲ و ہذا سند صحیح
 علی شرط مسلم الجوہر النقی، ج ۲ ص ۵۷
 قَالَ الطَّحَاوِيُّ وَفَعَلَ عُمَرُ هَذَا وَتَرَكَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامًا عَلَى ذَلِكَ دَلِيلٌ صَحِيحٌ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ هُوَ الْحَقُّ الَّذِي لَا يُبْعَى
 لِأَمْرٍ خِلَافَهُ۔

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر
 کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں۔

ساتھ بڑے بڑے محدثین کے حوالہ سے ان کا صحیح ہونا بھی نقل کر دیا ہے تاکہ قارئین کرام غیر مقلدین کے مغالطوں
 سے محفوظ رہیں۔

۱۔ مسلم شریف کی ایک اور روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے وقت رفع یدین کرنے
 سے بھی رد کا ہے اس میں بھی کاتھا اَذْنَابُ خَيْلٍ شَبَسٍ کا جملہ استعمال فرمایا اس سے بعض حضرات
 کو شبہ ہو گیا کہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں حالانکہ ایسا نہیں دونوں حدیثوں میں علیحدہ
 اور مستقل احکام بیان ہوئے ہیں دونوں کا باہمی فرق ملاحظہ ہو۔

(۱) دونوں روایتوں میں حضرت جابر نے آپ کے مختلف قسم کے الفاظ نقل کئے ہیں اس حدیث میں
 ۱۔ قَالَ أَرَأَيْتُمْ رَافِعِي أَيَّدِيكُمْ كَاتَهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شَبَسٍ جب کہ دوسری سلام والی
 روایت میں ہے ۲۔ عَلَّامُ تَسْمُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَاتَهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شَبَسٍ إِنَّمَا يَكْفِيكُمْ

Website: <http://www.allimagestool.com>

علامہ زیلعی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ شارح بخاری علامہ ابن حجرؒ نے اس کے تمام راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ علامہ ترکمانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح مسلم کے معیار پر صحیح ہے۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اگر صرف اسی حدیث کو ہی بنیاد بنایا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تھے اور حضرات صحابہؓ نے انھیں ایسا ہی کرتے رہنے دیا تو یہ واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی خلاف ورزی کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہیے۔

(۱۲۲) دلیل نمبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل : عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ مِّنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدَ.
(بہقی من لم يذكر الرفع الا عند الافتتاح)

صحیحہ الزیلعی۔ قال ابن حجر رواته ثقات ج ۱ ص ۱۵۲ قال العینی

فی العبدۃ اسناد عاصم صحیح علی شرط مسلم۔

حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ

أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخْذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمَ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ۔ دونوں میں فرق واضح ہے۔

(۲) اس حدیث میں ہے کہ ہم اپنی اپنی نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ ہم نے نماز باجماعت میں سلام کے وقت اشارہ کیا تو آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔

(۳) اس حدیث میں أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ کا جملہ ہے جو کہ دوسری حدیث میں نہیں ہے۔

(۴) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنے سے روکا جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ سلام کے وقت دائیں بائیں اشارہ کرنے سے روکا۔

اب ظاہر ہے کہ حضرت جابرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان دونوں روایات کے راوی ہیں۔ اب یہ

کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی صحابی ایک ہی واقعہ کو مختلف الفاظ مختلف اسلوب اور مختلف پس منظر میں بیان

عمرہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ علامہ زیلعی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے شارح بخاری علامہ ابن حجر کہتے ہیں اس کے سب راوی ثقہ ہیں شارح بخاری علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح مسلم کے معیار پر ہے

بیان کریں؟ حضرات صحابہؓ حدیث کے معاملہ میں محتاط تھے۔ وہ آپ کے الفاظ مبارکہ کو جوں کا توں محفوظ کر کے نقل کرتے تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ دونوں حدیثیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور دونوں کو ایک ہی واقعہ سے متعلق کرنا صحیح نہیں۔

چند بنیادی حقائق: مسئلہ رفع یدین کو ترجیحی بنیادوں پر سمجھنے کے لیے چند اصولی

حقائق کو سمجھنا ضروری ہے۔

پہلی حقیقت: احادیث میں وارد ہے کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز گفتگو کرنی جائز تھی، حتیٰ کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوران نماز آنے والے شخص کے سلام کا جواب دیتے تھے لیکن بعد میں یہ حکم باقی نہ رہا۔ ملاحظہ ہو

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا سَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيُرَدُّ عَلَيْنَا فَلَنَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَأَلْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا:

بخاری مابینہی عن الکلام۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شروع میں جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، لیکن نجاشی کے یہاں سے واپس آنے کے بعد ہم نے سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز گفتگو جائز تھی، لیکن پھر یہ حکم باقی نہ رہا گویا کسی مسئلہ کا ثابت ہونا اور اس کا باقی رہنا دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ابتدائی دور والی

- کسی صحیح حدیث میں آمین اونچی کہنے کا حکم نہیں دیا گیا۔
- اونچی آمین کی بابت جو روایات بیان کی جاتی ہیں سب ضعیف ہیں۔
- آج کل کچھ لوگ مصرع ہیں کہ آمین ہمیشہ اونچی آواز سے کہنی چاہیے، لیکن وہ جتنی روایات کا سہارا لیتے ہیں (قطع نظر اس کے کہ وہ ضعیف ہیں) ان میں ایک آدھ دفعہ اونچی آمین کہنے کا ذکر ہے۔ لہذا ان سے ہمیشہ والا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔
- حدیث کا علم رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ جس روایت میں اونچی آمین کا ذکر ہو تو وہ حاضرین کی تعلیم کے لئے ہے چونکہ بہت سی روایات میں ہے کہ آپ سورۃ فاتحہ کے بعد چند لمحے خاموش رہتے تھے۔ لہذا ایک آدھ دفعہ اونچی آمین کہہ کر حاضرین کو بتا دیا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد خاموشی والے لمحات میں یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ دیگر روایات میں ہے کہ کبھی آپ ظہر و عصر میں ایک آدھ آیت اونچی پڑھ لیتے تاکہ نئے آنے والے حضرات کو معلوم ہو جائے کہ قرات ہو رہی ہے نیز مسلم میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ سبحانک اللہم بلند آواز سے پڑھا تعلیم کے لئے اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں کہ ظہر و عصر میں ایک آیت اور نماز کے شروع میں سبحانک اللہم بلند آواز سے پڑھنا چاہیے۔ بعینہ یہی کیفیت آمین کی بھی ہے۔
- اگر اونچی آمین کہنا آپ کا معمول ہوتا تو صحیح احادیث کے ذخیرہ میں اس کا ذکر کثرت سے ملتا کہ جن حضرات صحابہؓ نے آپ کی انگلی کے اشارہ اور اس کی کیفیت تک کو نقل کیا ہے وہ اس عظیم عمل کو ضرور نقل کرتے لیکن ایسا نہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اونچی آمین کا عنوان باندھا ہے لیکن اونچی آمین کی کوئی صحیح مرفوع حدیث نقل نہیں کی۔

اس لئے علامہ نیموی رحمہ اللہ فرماتے:

لَمْ يَثْبُتِ الْجَهْرُ بِالتَّامِينَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنِ
الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ وَمَا جَاءَ فِي الْبَابِ فَهُوَ لَا يَخْلُو مِنْ شَيْءٍ.

(آثار السنن، ج ۱ ص ۹۴)

بلند آواز سے آمین کہنا نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اور نہ ہی چاروں خلفاء سے اور جو کوئی روایت اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں وہ جرح و تنقید سے خالی نہیں

۱۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں بعض ایسی روایات کی نشاندہی کر دی جائے
(۱) اُمُّ الْحَصَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا کی روایت ہے کہ اِنَّهَا صَلَّتْ خَلْفَ رَسُولِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَبَّأَ قَالَ وَلَا الصَّالِّينَ قَالَ آمِينَ فَسَمِعْتُهُ وَهِيَ فِي
صَفِّ النِّسَاءِ۔

(۲) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَلَا عَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الصَّالِّينَ قَالَ آمِينَ حَتَّى
يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ۔ وَزَادَ ابْنُ مَاجَةَ فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ۔
(۳) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَنَسٍ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ آمِينَ حِينَ
يَمْرُغُ مِنْ فِرَاعَةِ الْكِتَابِ۔

جائزہ دلیل نمبر: ۱ عَنْ اُمِّ الْحَصَيْنِ اِنَّهَا صَلَّتْ.....

اس میں ایک راوی اسماعیل بن مسلم کی جس کو علامہ بیہقیؒ نے مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۱ میں اور

شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ مبارک پوریؒ کہتے ہیں کہ ابن المبارکؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام احمدؒ فرماتے

ہیں۔ "منکر الحدیث" (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۹۸)

جائزہ دلیل نمبر ۲

(۱) اس میں ایک راوی بشر بن رافع ہے جس کو امام بخاریؒ امام ترمذیؒ امام احمدؒ امام نسائیؒ

اور ابن حبانؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(نصب الراية، ج ۱ ص ۳۷)

سورۃ

(۱۱۶) سورۃ فاتحہ کے بعد امام اور منفرد کوئی اور سورۃ ایک بڑی آیت، یا تین چھوٹی آیات پڑھیں۔ ظہر، عصر، عشاء اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت

علامہ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ «أَبُو الْأَسْبَاطِ بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ وَقَدْ أَجْمَعُوا عَلَىٰ ضَعْفِهِ». (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۲)

تمام علماء کا اجماع کہ ابوالاسباط بن رافع ضعیف ہیں۔

(ب) اس کی سند میں دوسرا راوی ابو عبد اللہ بن عم ابی ہریرہ ہے۔

وَأَبُو عَبْدِ اللَّهِ هَذَا لَا يَصْرِفُ لَهُ حَالٌ وَلَا رَوَى عَنْهُ غَيْرُ بَشِيرٍ
وَالْحَدِيثُ لَا يَصِحُّ. (نصب الراية ج ۱ ص ۳۷۷)

ابو عبد اللہ بن عم ابی ہریرہ ہے اور بشر بن رافع کے علاوہ کسی اور نے اس سے نقل نہیں کیا ہے۔

لہذا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جائزہ دلیل نمبر ۳: عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...

اس روایت کی بابت ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: «هَذَا عِنْدِي خَطَأٌ» میرے

ہاں یہ غلط ہے نیز اس میں ابن ابی لیلیٰ ہے جس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ (تلخیص الجبر ج ۲ ص ۲۳۸)

جائزہ دلیل نمبر ۴:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا فَرَغَ مِنْ أَمِّ الْقُرْآنِ رَفَعَ صَوْتَهُ فَقَالَ أَمِينَ.

حضرت ابو ہریرہ سے منسوب اس حدیث کا مدار اسحاق بن ابراہیم پر ہے اس کی بابت ملاحظہ

ہو۔

اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی۔ قَالَ الشَّافِعِيُّ لَيْسَ بِشَقَّةٍ، وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ

ملائیں آخری رکعات میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھیں۔

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأَوَّلِينَ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَيَسْمَعُنَا الْآيَةَ وَيَطْوِلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يَطْوِلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهَكَذَا فِي الصُّبْحِ۔ (بخاری: ما یقرأ فی الاخرین بفاتحۃ الكتاب)

حضرت ابو قتادہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت

لَيْسَ بِكُنْهِ، وَكَذَبَهُ مُحَمَّدٌ بْنُ حَمَّصٍ مَحْمَدُ بْنُ عَوْفٍ۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۸۱)
اسحاق بن ابراہیم زبیدی کی بابت امام نسائی فرماتے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں ہے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں۔ حدیث کے میدان میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ حمص کے شیخ الحدیث محمد بن عوف نے اس کو بھڑکا کہا ہے۔

جائزہ دلیل نمبر: قارئین پر واضح رہے کہ بعض روایات حضرت وائل بن حجر سے منقول ہیں ان میں اونچی آئین کے مختلف الفاظ ہیں جو صرف تعلیم کے لئے ہیں اور حضرت وائلؓ کی ان روایات میں تعلیم کی خصوصیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ چند دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے آئے تھے۔ تاکہ وہ براہ راست کچھ باتیں سیکھ لیں۔ اس مناسبت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کے لئے بتا دیا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد آئین کہی جاتی ہے۔ اگر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حسب سابق سورۃ فاتحہ کے بعد ایک لمحہ خاموش رہتے اور آہستہ آئین ہی کہتے تو حضرت وائل کو یہ پتہ نہ ملتا کہ اس موقع پر یہ کلمہ کہا جاتا ہے۔ الغرض حضرت وائل سے منقول روایت میں مسئلہ آئین کے ادنیٰ کہنے پر استدلال نہیں کیا جاتا۔

مبارکہ یہ تھی کہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دو سورتیں اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھار ہمیں ایک آیت سنا دیتے تھے۔ اور پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبا ادا کرتے تھے، عصر اور صبح میں بھی یوں ہی کرتے۔

ظہر و عصر میں آہستہ قرارت

(۱۱۷) امام اور منفرد ظہر عصر میں قرارت آہستہ کریں، فجر، نماز جمعہ، نماز عیدین، وتر، (باجاماعت) میں امام بلند آواز سے قرارت کرے، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں بلند اور بقیہ میں آہستہ قرارت کرے۔

عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِلْخَبَابِ بْنِ الْأَرَثِ، أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قَرَأْتَهُ؟ قَالَ بِإِضْطِرَابٍ لِحَيْثِهِ

(بخاری: باب القراءة في العصر)

حضرت ابو معمر نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر عصر میں قرارت کیا کرتے تھے؟ فرمایا: ہاں! ابو معمر نے عرض کیا آپ کو کیسے معلوم ہوتا تھا؟ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارکہ کے ہلنے سے معلوم ہو جاتا کہ آپ پڑھ رہے ہیں۔

(۱) علامہ ترکمانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم شریف کے راوی ہیں۔ (المجہد النقی ص ۲۷)

Website: <http://www.allimagestool.com>

عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهُمْ أَذْنَابُ خَيْلٍ شَبَّسِ
 أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ - (مسلم: الامر بالسكون في الصلاة)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے
 باہر تشریف لائے اور فرمایا، "کیا ہو ایسے تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ
 شیر گھوڑوں کی دُیس ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔"
 مسلم شریف کی اس حدیث میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کرنے والوں

واضح رہے کہ امام ترمذی نے ابن مبارک کا جو قول نقل کیا ہے وہ حضرت ابن مسعود کی اس
 حدیث کی بابت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں، إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ
 جب کہ مندرجہ بالا روایت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس بات میں بہت سے علماء کو غلطی ہوئی ہے
 یا وہ مغالطہ دیتے ہیں۔ (لنصب الراية، ج ۱ ص ۳۹۲)

اسی لئے ترمذی شریف کے مختلف نسخوں میں یہ روایت مستقل باب کے تحت نقل کی گئی ہے لہذا
 ابن مبارک کا وہ قول گذشتہ باب میں رہ جاتا ہے۔ اُنہ باب کی حدیث سے اس کا کیا تعلق ہے ملاحظہ
 ہو (ترمذی محقق ج ۲ ص ۲۱) اس موقع پر احمد شاہ کا یہ تجزیہ بھی ملاحظہ ہو: وَذَهَبُوا يَصْعَدُونَ
 بَعْضُ الْأَسَانِيدِ وَيُصْعَقُونَ انْتِصَارًا لِمَذْهَبِهِمْ وَتَرْكًا لِمَذْهَبِ بَعْضِ الْأَنْصَابِ وَالتَّحْقِيقِ. (ترمذی محقق ج ۲ ص ۲۲) مسند رفع یدین میں بعض متعصب لوگ
 ضعیف احادیث کو صحیح اور صحیح کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے اکثر لوگ
 حقیقت و انصاف کا دامن بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

نوٹ: آج کل کے غیر متقلدین بھی اپنے پرانے ہمنواؤں کی طرح سادہ لوح عوام کو یہی باور کراتے ہیں
 کہ رفع یدین نہ کرنے کی بابت تمام روایات ضعیف ہیں۔ لہذا ہم نے مندرجہ بالا تمام دلائل کے ساتھ

کوسکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے متافی ہے لہذا
ہیں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔
(۱۲۱) دلیل نمبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل: عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ۔ طحاوی رفع الیدین
صحیحہ الزیلعی۔ وھذا رجالہ ثقات، درایۃ، ج ۱ ص ۱۵۲ وھذا سند صحیح
علی شرط مسلم الجوھر النقی، ج ۲ ص ۴۷

قَالَ الطَّحَاوِيُّ وَفَعَلَ عُمَرُ هَذَا وَتَرَكَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامًا عَلَى ذَلِكَ دَلِيلٌ صَحِيحٌ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ هُوَ الْحَقُّ الَّذِي لَا يَنْبَغِي
لَا حِدَّ خِلَافَهُ۔

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر
کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں۔

ساتھ بڑے بڑے محدثین کے حوالہ سے ان کا صحیح ہونا بھی نقل کر دیا ہے تاکہ قارئین کرام غیر مقلدین کے مفاطلوں
سے محفوظ رہیں۔

۱۔ مسلم شریف کی ایک اور روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے وقت رفع یدین کرنے
سے بھی روکا ہے اس میں بھی کاتھہا اذنا بخیل شمس کا جملہ استعمال فرمایا اس سے بعض حضرات
کو شبہ ہو گیا کہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں حالانکہ ایسا نہیں دونوں حدیثوں میں علیحدہ
اور مستقل احکام بیان ہوئے ہیں دونوں کا باہمی فرق ملاحظہ ہو۔

(۱) دونوں روایتوں میں حضرت جابر نے آپ کے مختلف قسم کے الفاظ نقل کئے ہیں اس حدیث میں
قَالَ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَاتْهًا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٍ جب کہ دوسری سلام والی
روایت میں ہے: قَلَامُ تَعْمُونٍ بِأَيْدِيكُمْ كَاتْهًا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٍ إِنَّمَا يَكْفِيكُمْ

Website: <http://www.allimagestool.com>

علامہ زیلعی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ شارح بخاری علامہ ابن حجر نے اس کے تمام راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ علامہ ترکمانی فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح مسلم کے معیار پر صحیح ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر صرف اسی حدیث کو ہی بنیاد بنایا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تھے اور حضرات صحابہ نے انھیں ایسا ہی کرتے رہنے دیا تو یہ واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی خلاف ورزی کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہیے۔

(۱۲۲) دلیل نمبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل: عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرِهِ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدَ.
(بیہقی من لم يذكر الرفع الا عند الافتتاح)

صحیحہ زیلعی۔ قال ابن حجر رواته ثقات ج ۱ ص ۱۵۲ قال العینی

فی العمدۃ اسناد عاصم صحیح علی شرط مسلم۔

حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ

أَنَّ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى فَخْذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ "دونوں میں فرق واضح ہے۔

(۲) اس حدیث میں ہے کہ ہم اپنی اپنی نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا جب کہ

دوسری حدیث میں ہے کہ ہم نے نماز باجماعت میں سلام کے وقت اشارہ کیا تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

(۳) اس حدیث میں اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ کا جملہ ہے جو کہ دوسری حدیث میں نہیں ہے۔

(۴) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنے سے روکا جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ سلام

کے وقت دائیں بائیں اشارہ کرنے سے روکا۔

اب ظاہر ہے کہ حضرت جابر جیسے جلیل القدر صحابی ان دونوں روایات کے راوی ہیں۔ اب یہ

کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی صحابی ایک ہی واقعہ کو مختلف الفاظ مختلف اسلوب اور مختلف پس منظر میں بیان

عزہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ علامہ زیلعی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے شارح بخاری علامہ ابن حجر کہتے ہیں اس کے سب راوی ثقہ ہیں شارح بخاری علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح مسلم کے معیار پر ہے

بیان کریں؟ حضرات صحابہؓ حدیث کے معاملہ میں محتاط تھے۔ وہ آپ کے الفاظ مبارکہ کو جوں کا توں محفوظ کر کے نقل کرتے تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ دونوں حدیثیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور دونوں کو ایک ہی واقعہ سے متعلق کرنا صحیح نہیں۔

چند بنیادی حقائق؛ مسئلہ رفع یدین کو ترجیحی بنیادوں پر سمجھنے کے لیے چند اصولی حقائق کو سمجھنا ضروری ہے۔

پہلی حقیقت؛ احادیث میں وارد ہے کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز گفتگو کرنی جائز تھی، حتیٰ کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوران نماز آنے والے شخص کے سلام کا جواب دیتے تھے لیکن بعد میں یہ حکم باقی نہ رہا۔ ملاحظہ ہو

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا سَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيُرَدُّ عَلَيْنَا فَنُكَلِّمُ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَامًا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا؛

بخاری ما ینبہی عن الکلام۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شروع میں جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، لیکن نجاشی کے یہاں سے واپس آنے کے بعد ہم نے سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز گفتگو جائز تھی، لیکن پھر یہ حکم باقی نہ رہا گویا کسی مسئلہ کا اثبات ہونا اور اس کا باقی رہنا دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ابتدائی دور والی

Website: <http://www.allimagestool.com>

(۱۲۳) دلیل نمبر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت: عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّى خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ۔ (طحاوی: باب رفع الیدین)

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ ج ۱ ص ۲۳۷۔ وهذا سند صحيح۔ الجوهر النقي، ج ۲ ص ۷۴۔

احادیث صحیحہ کو پیش کر کے یہ دعویٰ کرے کہ نماز میں گفتگو کرنا جائز ہے اور سلام کا جواب دینا سنت ہے تو اس کا یہ دعویٰ صحیح نہ ہو گا چونکہ یہ حکم باتفاق ثابت ہے، لیکن اب باقی نہیں رہا، اس طرح رکوع وغیرہ کے وقت رفع یدین کا ثابت ہونا متفق علیہ ہے لیکن حضرات غیر متقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ حکم آخر تک باقی رہا، واضح رہے کہ اس کے باقی رہنے والے دعوے پر کوئی حتمی دلیل نہیں ہے اور بیہقی کی روایت اس دعوے کی دلیل نہیں بن سکتی چونکہ وہ بالکل ضعیف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فَمَا زِلْتُ تِلْكَ صَلَوَتُهُ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ۔ بیہقی۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر تک رفع یدین والی نماز پڑھتے تھے۔

تجزیہ (۱) اس روایت میں ایک راوی عبدالرحمن بن قریش بن خزیمہ ہے اِسْمُهُ السُّلَيْمَانِيُّ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۸۲) علامہ سلیمانی فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن قریش حدیثیں گھڑتا ہے۔

اس میں دوسرے راوی عصمتہ بن محمد کی بابت ملاحظہ ہو۔ قَالَ يَحْيَى كَذَّابٌ يَضَعُ الْحَدِيثَ وَقَالَ الْعُقَيْلِيُّ حَدَّثَ بِالْبَوَاطِيلِ عَنِ الثَّقَاتِ وَقَالَ الدَّارِقُطْنِيُّ وَغَيْرُكَ مَتْرُوكٌ۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۸۲)

یحییٰ فرماتے ہیں کہ عصمتہ جھوٹا ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے۔ علامہ عقیلی فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدار میں نماز پر بھی
میں نے دیکھا کہ وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے
تھے۔

علامہ ترکمائی فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے۔

(۱۲۴) دلیل نمبر ۶ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت: عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ مَسْعُودٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرِ ثُمَّ لَا يَعُودُ۔

(جامع المسانید ج ۱ ص ۳۵۵)

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف پہلی تکبیر کے
وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے۔

راویوں کی طرف باطل روایتیں منسوب کرتا ہے۔ علامہ دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ محدثینؒ اس کو چھوڑ چکے ہیں
(۲) حضرات غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب نسائی شریف کی تعلیقات میں
لکھتے ہیں: وحدیث البیهقی ما زالت آکذا ضعیف جداً۔ التعلیقات السلفیة ص ۱۱۰
کہ بیہقی کی ما زالت والی روایت تو بہت زیادہ ضعیف ہے۔

الغرض حضرات غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ رفع یدین والا عمل باقی ہے کوئی حتمی امر نہیں، چونکہ اس کی
کوئی ٹھوس اور واضح دلیل نہیں ہے۔ اس لئے غیر مقلدین عموماً ایسی روایات پیش کر کے عوام پر رعب جھاتے
ہیں جن میں صرف رفع یدین کے ثبوت کا ذکر ہے۔ لیکن اس سے تو ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، چونکہ سابقہ
مرحلہ میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے، ان کا دعویٰ تو اس صورت میں ثابت ہوگا جب وہ اس عمل کے باقی رہنے
پر واضح دلیل پیش کریں۔

دوسری حقیقت: رفع یدین کی حقیقت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس مسئلہ سے

اعمال تمام احادیث کو پیش نظر رکھا جائے اگر مطلقاً ثبوت والے سابقہ مرحلہ کی روشنی میں دیکھا جائے

(۱۲۵) دلیل نمبر خلفاء راشدین اور رفع یدین: نامور محدث علامہ نمبوی اپنی مکمل تحقیق

کے بعد یہ نتیجہ بیان کرتے ہیں کہ وَأَمَّا الْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ فَلَمْ يَشْبَتْ عَنْهُمْ رَفْعُ الْأَيْدِي

فِي غَيْرِ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ۔ (أثار السنن ج ۱ ص ۱۰۹)

حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے ابتدائی تکبیر کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے۔

تو درج ذیل مقامات پر رفع یدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے (۱) نماز کے شروع میں (۲) رکوع کرتے اور اٹھتے ہوئے (۳) سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت (۴) ہر رکعت کے آغاز میں (۵) ہر تکبیر کرتے وقت (۶) سلام پھرتے وقت (اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر حضرات غیر مقلدین رفع یدین کے عمل کو باقی سمجھتے ہیں تو پھر ان تمام مقامات پر رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ بعض جگہ کرنا اور بعض جگہ چھوڑنا اس تفریق کی کیا بنیاد ہے؟) ملاحظہ ہو۔

(۱) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (وَهَذَا أَسْنَدٌ صَحِيحٌ جَدًّا) (البحر ج ۲ ص ۲۹۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں رفع یدین کرتے تھے۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ (تخفيض الجرج ص ۲۱۹)

حضرت ابو ہریرہؓ ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(۳) احمد شاہ نے حضرت وائلؓ کی روایت میں بحوالہ سند احمد نقل کیا ہے "كلما كبر ورفع ووضع وبين السجدين" (ترمذی محقق ج ۲ ص ۴۲)

کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر تکبیر، ہر اٹھتے بیٹھتے وقت اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

(۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا

حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانیت کی بزرگ ترین ہستیاں حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے سچے متبع تھے کہ آپ نے ان کی سنت کو بھی اپنی سنت کی طرح قابل عمل قرار دیا ہے، اب ابتداء نماز کے علاوہ ان کا رفع یدین

قَالَ سَمِعَ اللَّهَ لِمَنْ حَمِدَهُ وَادَّاسَجَدَ وَبَيْنَ الْكَعْبَتَيْنِ. (المفرد للبخاری) (المجلد ۲۹۴ ج ۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ نماز کے شروع میں، رکوع کرتے اور اٹھتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور ہر دو رکعت کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

تجزیہ: حضرات غیر مقلدین حدیث پر عمل کے بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، لیکن ان اہم مقامات میں سے اٹھائی مقامات نماز کے شروع میں (۲) رکوع کرتے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے آغاز میں تو رفع یدین کرتے ہیں، لیکن ہر سجدہ ہر تکبیر ہر رکعت اور سلام کے وقت رفع یدین نہیں کرتے، آخر کیوں؟

اب واضح ہو گیا کہ رفع یدین کی تمام روایات پر حضرات غیر مقلدین کا اپنا عمل کہاں تک ہے؟ لیکن تمہارے کہ جو حضرات دلائل کی بنیاد پر رکوع کے وقت بھی رفع یدین نہیں کرتے ان پر تو انھیں اعتراض ہے، لیکن اپنی حقیقت کی خبر نہیں۔ الغرض ان مؤخر الذکر مقامات میں غیر مقلدین جس بنیاد پر رفع یدین نہیں کرتے اسی بنیاد پر ہم رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے اور ان مقامات میں رفع یدین نہ کرنے کی بابت ان کا جو موقف ہے وہی موقف ہم رکوع کے وقت بھی اختیار کرتے ہیں۔

تیسری حقیقت: حضرات غیر مقلدین کے فرقہ پرست داعظ اور مصنف سادہ لوح عوام کو یہ مغالطہ بھی دیتے ہیں کہ رفع یدین کرنے کی روایات تو بخاری و مسلم میں ہیں جب کہ رفع یدین نہ کرنے کی روایات دوسری کتب حدیث میں ہیں لہذا بخاری و مسلم کی روایات راجح ہوں گی۔

تجزیہ: (۱) اس مسئلہ کی تمام روایات کو پیش نظر رکھنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رفع یدین کرنے کی روایات ابتدائی دور سے متعلق ہیں پھر ان سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

Website: <http://www.allimageetool.com>

نہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے اور ان کے نزدیک بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

(۲) یہ دعویٰ غلط ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کی روایات بخاری و مسلم میں نہیں ہیں۔ چونکہ مستدرج بالادلائل کے ضمن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم شریف والی حدیث بیان ہو چکی جس میں رفع یدین سے ممانعت ہے۔

(۳) غیر مقلدین کا یہ اصول کہ بخاری کی روایت اس لیے راجح ہے کہ وہ بخاری میں ہے ایک عوامی نعرہ تو ہو سکتا ہے لیکن علم حدیث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے چونکہ خود امام بخاری و امام مسلم کو یہ دعویٰ نہیں کہ انھوں نے تمام صحیح روایات کا احاطہ کر لیا ہے، بلکہ احادیث صحیحہ کا ایک عظیم ذخیرہ ان کے علاوہ بھی موجود ہے۔ لہذا جب صحیح ہونے کی صفت میں اور احادیث بھی شریک ہیں تو پھر یہ دعویٰ کیونکر صحیح ہے کہ بخاری کی روایت اس لیے راجح ہے کہ وہ بخاری میں ہے۔

فَقَدْ قَالَ الْبُخَارِيُّ مَا أَدْخَلْتُ فِي كِتَابِ الْجَامِعِ إِلَّا مَا صَحَّ وَتَرَكْتُ مِنَ الصَّحَاحِ مَخَافَةَ الطُّوْلِ، وَقَالَ مُسْلِمٌ لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِي صَحِيحٌ وَضَعْتُ هُنَا إِنَّمَا وَضَعْتُ هُنَا مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ. (تدريب الراوى ج ۱ ص ۹۸)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے جامع الصالح میں صرف صحیح احادیث کو ذکر کیا ہے اور میں نے بہت سے صحیح احادیث کو طوالت کے ڈر سے چھوڑ دیا ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ہر صحیح حدیث کو اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا البتہ جن کو ذکر کیا ہے ان کے صحیح ہونے پر علمائے حدیث کا اتفاق ہے۔

نیز حضرات غیر مقلدین رفع یدین کے مسئلہ میں تو اس نعرہ کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن سورۃ فاتحہ سے پہلے اونچی بسم اللہ پڑھ کر اس نعرہ کو نظر انداز کر کے خود ہی اس کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں چونکہ بخاری و مسلم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے اور کسی ایک صحیح حدیث میں بھی آنحضور صلی اللہ

(۱۲۶) دلیل ممبر صحابہ کا طریقہ عمل: قال ابو عیسیٰ حدیث بن مسعود حدیث حسن و بہ یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین، وهو قول سفیان و اهل الکوفۃ۔

(ترمذی: رفع الیدین)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث (متعلقہ عدم رفع یدین) درجہ حسن کی ہے اور حضرات صحابہ میں سے اہل علم حضرات کا یہی مسلک ہے۔

علیہ وسلم کا اونچی تسمیہ پڑھنا ثابت نہیں ہے، لیکن غیر مقلدین پھر بھی تسمیہ اونچی پڑھتے ہیں۔ الغرض یہاں بخاری و سلم کی روایات کو ترجیح دینے والا اصول کیوں بے اثر ہو جاتا ہے؟

چوتھی حقیقت: امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں احادیث نبویہ کا ایک عظیم ذخیرہ جمع کیا ہے اور ان احادیث کے انتخاب میں انھوں نے جو بلند معیار اپنایا ہے وہ ان کی دوسری تالیفات، رسالہ رفع یدین، اور رسالہ قرأۃ خلف الامام میں نہیں ہے اس لیے کتب حدیث میں جو حیثیت صحیح بخاری کو حاصل ہے وہ ان کی کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہے حتیٰ کہ ان کو صحاح ستہ کے درجہ میں بھی نہیں رکھا گیا چونکہ ان میں بہت سی روایات ضعیف ہیں لیکن غیر مقلدین کے متعصب و اعظ رسالہ رفع یدین اور رسالہ قرأۃ خلف الامام کی روایات بیان کر کے بار بار امام بخاریؒ کا نام لے کر سادہ لوح عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ان روایات کا مقام بھی وہی ہے جو صحیح بخاری شریف کا ہے اور وہ اس حقیقت کو مہیا تے ہیں کہ ان میں سے بیشتر روایات صحیح بخاریؒ کی نہیں بلکہ امام بخاریؒ کے رسالوں کی ہیں حضرات قارئین متنبہ رہیں۔

پانچویں حقیقت: حضرات غیر مقلدین عوامی محفلوں میں تو یہ تاثر پھیلاتے ہیں کہ روایت کے وقت رفع یدین نہ کرنے کی بابت کوئی صحیح حدیث موجود نہیں لیکن میدان تحقیق اور علمی محافل میں وہ کسی حقیقت ماننے پر مجبور ہیں کہ رفع یدین نہ کرنا بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

تیر بہت سے تابعین حضرت سفیان اور فقہار کوفی کا بھی یہی مسلک ہے

ملاحظہ ہو۔

(۱) مشہور غیر مقلد عالم سید نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں ”علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں..... (اگے دلائل کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں) قصہ مختصر کہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں۔ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۱۴۱ ص ۱۴۳۔

(۲) حضرات غیر مقلدین کے مشہور محقق مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب نسائی شریف کی تعلیقات میں

لکھتے ہیں۔

فَالْوَجْهُ أَنَّ الْعَدِيثَ ثَابِتٌ لَكِنَّ يَكْفِي فِي إِضَافَةِ الصَّلَاةِ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْنُهُ صَلَّى هَذِهِ الصَّلَاةُ أَحْيَانًا
وَإِنْ كَانَ الْمُتَبَادِرُ الْإِعْتْيَادُ وَالْإِدَامُ فَيَجِبُ الْحَمْلُ عَلَى كَوْنِهَا
كَانَتْ أَحْيَانًا تَوْفِيقًا بَيْنَ الْأَدِلَّةِ وَدَفْعًا لِلتَّعَارُضِ، وَعَلَى هَذَا
فَيَجُوزُ أَنَّ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ الرَّفْعَ عِنْدَ الرَّكْعَةِ
عِنْدَ الرَّفْعِ أَمَّا الْكَوْنُ التَّارِكُ سُنَّةً كَالْفِعْلِ أَوْ لِبَيَانِ الْجَوَازِ
..... وَالْإِنْصَافُ فِي هَذَا الْمَقَامِ أَنَّهُ لَا سَبِيلَ إِلَى زِدِّ رَوَايَاتِ
الرَّفْعِ بِرِوَايَةِ بَنِ مَسْعُودٍ وَفَعَلَهُ وَأَصْعَابُهُ وَدَعَاوِي
عَدَمِ ثُبُوتِ الرَّفْعِ وَلَا إِلَى زِدِّ رَوَايَاتِ التَّارِكِ بِالْكُلِّيَّةِ
وَدَعَاوِي عَدَمِ ثُبُوتِهِ. (التعليقات السلفية ص ۱۲۳ ص ۱۲۶)

حقیقت یہ ہے کہ مندرجہ بالا حدیث ثابت ہے اور اس سے واضح طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ

Website: <http://www.allimagestool.com>

علامہ ابن عبد البر التہمیدی (شرح موطا امام مالک) میں رفع یدین کی بابت حضرات صحابہ کا طریق کار نقل کرتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رفع یدین کئے بغیر نماز پڑھتے تھے، لیکن ہم بہر حال اس کی یہی تاویل کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی رفع یدین کئے بغیر نماز پڑھتے تھے تاکہ دونوں طرح کی احادیث میں تعارض نہ رہے، لہذا یہ صحیح ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے لئے جاتے اور اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں، یا یہ بتانے کیلئے کہ رفع یدین نہ کرنا بھی جائز ہے (مولانا مزید لکھتے ہیں کہ) اس مسئلہ میں انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ان کے عمل کی وجہ سے رفع یدین والی روایات کو رد نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی انصاف کی بات ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والی روایات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

(۳) احمد شاہ نے بھی غیر مقلد ہونے کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے لیکن رفع یدین کے عمل کو یوں ترجیح دی ہے کہ جب بعض احادیث سے ایک مسئلہ ثابت ہوتا ہو اور بعض سے اس کی نفی ہوتی ہو تو ثبوت والی روایات رائج ہوں گی، وہ تحقیق ترمذی میں لکھتے ہیں۔

وَلَيْسَ فِي رَوَايَةٍ مِّنْ رَّوِي تَرْكُ الرَّفْعِ إِلَّا مَا قُلْنَا، إِنَّ الْوُجُوبَ مُقْتَضٍ

(ترمذی محقق ج ۲ ص ۴۲)

عَلَى السَّانِي.

کہ جن روایات میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے ان میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے بس آج کے یہی کہہ سکتے ہیں کہ رفع یدین ثابت کرنے والی روایات ان روایات پر رائج ہیں جن میں رفع یدین کی نفی ہے۔

تجذیبہ: یہ تو ثابت ہو گیا کہ حضرات غیر مقلدین کے ذمہ دار علماء بھی یہ حقیقت تسلیم کرنے

پر آمادہ ہیں کہ رفع یدین نہ کرنا بھی سنت ہے اور احادیث سے ثابت ہے۔ رہا ثبوت و نفی کا یہ اصول تو

وَمَا يَذُلُّ عَلَىٰ أَنْ رَفَعَ الْيَدَيْنِ لَيْسَ بِوَاجِبٍ مَّا أَخْبَرَهُ الْحَسَنُ
عَنِ الصَّحَابَةِ أَنَّ مَنْ رَفَعَ مِنْهُمْ لَمْ يَعْيبَ عَلَىٰ مَنْ تَرَكَهُ۔

(التمهید، ج ۹ ص ۲۲۶)

حضرت حسنؓ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت فرماتے ہیں کہ ان میں رفع یدین کے قائلین ان صحابہ پر بھی کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔ جنہوں نے رفع یدین کو چھوڑ دیا تھا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ احادیث صحیحہ میں سجدہ وغیرہ کے وقت رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں لہذا مندرجہ بالا اصول کے مطابق رفع یدین کے ثبوت والی روایات کو ترجیح دے کر غیر مقلدین کو ان تمام مقامات پر بھی رفع یدین کرنا چاہیے۔ حالانکہ وہ خود بھی ان مقامات پر رفع یدین نہیں کرتے۔ آخر یہ اصول یہاں بے اثر کیوں ہو جاتا ہے۔ الغرض جو اصول سجدہ وغیرہ کے وقت رفع یدین کی ترجیح میں اثر انداز نہیں ہوتا وہ صرف رکوع کے وقت رفع یدین کی ترجیح کا باعث کیونکر بن سکتا ہے؟

چھٹی حقیقت: حضرات غیر مقلدین کے علمائے کرام سادہ لوح عوام کو یہ کہہ کر بھی مرعوب کرتے ہیں کہ رکوع کرتے اور اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا چار سو احادیث میں وارد ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ رفع یدین کی روایات پچاس صحابہؓ سے منقول ہیں نیز حضرات خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ سے بھی منقول ہیں۔

تجزیہ: (۱) ان مقامات پر رفع یدین کی بابت چار سو احادیث کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے ویسے بھی اس بحث کو فکری میدان میں رکھنے کے بجائے حضرات غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ عملی میدان میں اس دعوے کو ثابت کریں چودہ سو سال میں کسی ایک شخص نے بھی ان چار سو روایات کو جمع کیا ہو تو وہ مجموعہ منظر عام پر لائیں یا وہ خود ان چار صد روایات کو جمع کر کے پیش کریں۔ واضح رہے کہ قیامت تک وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

اس سے معلوم ہوا یہ کہ مسئلہ حضرات صحابہؓ میں بھی مختلف فیہ تھا کہ بعض کے نزدیک ابتداء نماز کے علاوہ بھی رفع یدین کرنا بہتر تھا اور بعض کے نزدیک ابتداء نماز کے علاوہ کسی

(۲) جہاں تک رفع یدین کی بابت پچاس صحابہؓ کی روایات کا تعلق ہے تو وہ نماز شروع کرتے وقت رکوع کرتے اور اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے آغاز میں نہیں۔ ملاحظہ ہو:

علامہ شوکانیؒ غیر مقلد ہونے کے باوجود اس حقیقت کے معترف ہیں کہ پچاس صحابہؓ کرام سے جو رفع یدین منقول ہے۔ وہ ابتداء نماز سے متعلق ہے۔

”وَجَمَعَ الْعِرَاقِيُّ عَدَدَ مَنْ رَوَى رَفَعَ الْيَدَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلَاةِ
فَبَلَغُوا خَمْسِينَ صَحَابِيًّا مِنْهُمْ الْعَشْرَةُ الْمَشْهُودُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ“

(نیل الاوطان ج ۲ ص ۱۹۱)

علامہ عراقی نے نماز کے شروع میں رفع یدین کی روایات نقل کرنے والے صحابہؓ کو شمار کیا تو ان کی تعداد پچاس تک پہنچ گئی۔ انہی میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔

نیز علامہ صنعانی نے غیر مقلد ہونے کے باوجود سبل السلام شرح بلوغ المرام میں اسی حقیقت کا اعتراف کیا ہے

”قَالَ الْبُصَيْفِيُّ أَنَّهُ رَوَى رَفَعَ الْيَدَيْنِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ خَمْسُونَ
صَحَابِيًّا مِنْهُمْ الْعَشْرَةُ الْمَشْهُودُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْ
الْعَاكِمِ لَا تُعْلَمُ سُنَّةٌ اتَّفَقَ عَلَى رَوَايَتِهَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ ثُمَّ الْعَشْرَةُ
الْمَشْهُودُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ فَمِنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعَ
تَمَرُّقِهِمْ فِي الْبِلَادِ الشَّاسِعَةِ غَيْرَ هَذِهِ السَّنَةِ سُبُلُ

Website: <http://www.allimagestool.com>

اور جگہ رفع یدین نہ کرنا بہتر تھا۔ نیز اس مسئلہ میں حضرات صحابہؓ کا عملی موقف بھی سامنے آگیا کہ ان میں سے رفع یدین کے قائلین رفع یدین نہ کرنے والوں پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔

(شارج بخاری) ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کی روایات کو پچاس صحابہؓ نے نقل کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اور علامہ بیہقی نے حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کا عمل ایسا ہے کہ اس کے نقل کرنے میں خلفائے راشدین عشرہ مبشرہ اور دیگر بہت سے صحابہؓ متفق ہیں باوجودیکہ وہ مختلف شہروں میں پھیل چکے تھے۔

نیز علامہ نیمویؒ کا ارشاد گزر چکا کہ حضرات خلفائے راشدین سے ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کا عمل ثابت نہیں ہے۔ (آثار السنن ج ۱ ص ۱۱۱)

الغرض معلوم ہوا کہ پچاس صحابہؓ سے جو رفع یدین منقول ہے وہ ابتداء نماز سے متعلق ہے۔ اور انہی میں سے خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ بھی ہیں اب پچاس صحابہؓ سے رفع یدین کا ذکر کرنا اور اس کے مقام و محل کو چھپا کر یہ تاثر دینا کہ یہ رفع یدین رکوع کرتے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں تھا۔ ایک واضح علمی خیانت اور امانت و دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

ساتویں حقیقت: حضرات غیر متقلدین حضرت دائل بن حجرؒ اور حضرت مالک بن حویرثؒ کی روایات کو بنیاد بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ حضرات آخری زمانہ میں تشریف لائے اور انہوں نے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جو کیفیت بیان کی ہے اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کے آنے تک رفع یدین کا عمل موجود تھا۔

تجزیہ: اگر ان حضرات کی روایات کو اس لئے بنیاد بنایا جائے کہ وہ آخر میں تشریف لائے تھے تو پھر جہاں جہاں انہوں نے رفع یدین کا عمل نقل کیا ہے۔ غیر متقلدین کو وہاں وہاں رفع یدین کرنا چاہیے۔ لیکن یہ خود بھی ایسا نہیں کرتے آخر کیوں؟ چونکہ حضرت دائلؒ اور مالک بن

اب اس سجد میں سجد کا یہ ہوا اختیار کرنا اور رفع یدین نہ کرنے والوں پر اعتراض کرنا
حضرات صحابہؓ پر بھی اعتراض کرنا ہے۔ نیز جب حضرات صحابہؓ بھی رفع یدین نہ کرنے والے صحابہؓ
کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے تو آج کے دور میں جو شخص بھی رفع نہ کرنے والوں پر اعتراض

کرے تو اس کی روایات میں سجدہ کرتے اٹھتے وقت اور ہر تکبیر کے وقت بھی رفع یدین منقول ہے۔ ملاحظہ ہو
(۱) عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثٍ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ
يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ رُكُوعِهِ وَإِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ
رَأْسَهُ مِنْ سُجُودِهِ۔ (المحلی، ج ۲ ص ۲۹۶)

حضرت مالک بن حویرث سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ
نے رکوع کرتے اور اٹھتے وقت نیز سجدہ کرتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیا۔

(۲) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَفِيهِ..... ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفْيَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ
رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ أَيْضًا رَفَعَ يَدَيْهِ۔ (المحلی، ج ۲ ص ۲۹۶)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اپنے چہرہ مبارک کو دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا اور جب سجدہ
سے سر اٹھایا تو بھی رفع یدین کیا۔

(۳) علامہ احمد شاہ نے تحقیق ترمذی میں مسند احمد کے حوالہ سے حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی

ہے جس میں ہر ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو

كُنْتُ رَوَايَةَ لَأَحْمَدَ مِنْ حَدِيثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ كَلَّمَ كَبَّرَ وَرَفَعَ وَوَضَعَ
وَيَدَيْنِ السُّجُودِ تَيْنِ۔ (ترمذی معقق، ج ۲ ص ۴۲)

مسند احمد میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ہر تکبیر ہر اٹھنے بیٹھنے

کرے گا وہ حضرات صحابہ کے طریقے سے ہوا ہے۔
 (۱۲۷) دلیل نمبر: اہل مدینہ اور رفع یدین: استاذ المحدثین امام مالکؒ ۹۲ھ میں پیدا ہوئے

اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

آٹھویں حقیقت: ذیل میں حضرات غیر مقلدین کے چند دلائل کی تحقیق اور ان کا پس منظر بیان کیا جاتا ہے جسے انھوں نے اپنے عوام سے اوجھل رکھا ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت: حضرات غیر مقلدین رفع یدین کے مسئلہ میں عموماً حضرت ابن عمرؓ کی روایات پیش کرتے ہیں۔

تجزیہ: ان روایات کے نقل کرنے والوں میں سب سے پہلا واسطہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں جو ان روایات کا مفہوم اور پس منظر ہم سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے، لیکن ان کا اپنا عمل بھی ان روایات پر نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ.
 مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷

(وہذا سند صحیح، جوہر النقیح ج ۲ ص ۷۲)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

الغرض جب حضرت ابن عمرؓ کے زمانہ میں خود ان کے ہاں یہ روایات رفع یدین کرنے کی بنیاد نہیں تھیں۔ تو بعد کے زمانوں میں ایسی روایات کو رفع یدین کی بنیاد کیونکر بنایا جاسکتا ہے۔؟
 ورنہ اگر یہ روایات اپنے ظاہری مفہوم پر ہوں تو یہ کیوں کہ ممکن ہے کہ ایک صحابی راوی اپنی ہی بیان کردہ حدیث پر عمل نہ کریں۔

(ب) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایات میں دوسری اہم بات پیش منظر رکھنی چاہیے کہ ان کی

ان کے سامنے تھا۔ وہ مسائل میں اہل مدینہ کے عمل کو بنیادی اہمیت دیتے تھے۔ امام مالکؒ

تمام روایات کو دیکھنے سے درج ذیل مقامات پر رفع یدین کرنا ملتا ہے۔ نماز شروع کرتے ہوئے رکوع کرتے اور اٹھتے وقت سجدہ کرتے اور اٹھتے وقت اور ہر رکعت کے شروع میں۔

مِنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ
وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا قَالَ سَبَّحَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَكَ وَإِذَا سَجَدَ بَيْنَ
الرُّكْعَتَيْنِ۔ (المفرد للبخاری) (المحلی، ج ۴ ص ۲۹۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ نماز شروع کرتے وقت رکوع کرتے اور سبوح اللہ لمن حمدہ کہتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور ہر دو رکعتوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

واضح رہے کہ سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا اسی طرح حضرت مجاہدؒ والی روایت صحیحہ سے معلوم ہوا کہ ابتداء نماز کے علاوہ آپؓ نے ہر موقع پر رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اسی لئے ہم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی تمام روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں۔

لیکن جب حضرات غیر مقلدین سے پوچھا جاتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی بعض روایات میں سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا بھی وارد ہے تو آپ سجدہ کے وقت بھی رفع یدین کیوں نہیں کرتے تو وہ کہتے ہیں کہ روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے بالآخر سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا لہذا ہم بھی سجدہ کے وقت رفع یدین نہیں کرتے۔ اس موقع پر حضرات غیر مقلدین کی خدمت میں بصد ادب عرض ہے کہ صحیح روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ابتداء نماز کے علاوہ ہر جگہ رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا پھر آپ لوگ اس پر بھی کیوں عمل نہیں کرتے؟ (شاید اپنی مسلکی مجبوری کی وجہ سے) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی تمام روایات کو پیش نظر رکھے بغیر مسئلہ کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی

کے مشہور شاکر دین قاسم رفع یدین کی بابت ان کا تجزیہ نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

قَالَ مَالِكٌ لَا أَعْرِفُ رَفَعَ الْيَدَيْنِ فِي شَيْءٍ مِّنْ تَكْبِيرِ الصَّلَاةِ
لَا فِي خَفَضٍ وَلَا فِي رَفَعٍ إِلَّا فِي إِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ قَالَ بَنُ قَاسِمٍ وَكَانَ
رَفَعَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ مَالِكٍ ضَعِيفًا.

(البدنة الكبرى، ج ۱ ص ۱۷۱)

لہذا آپ کی چند روایات کو لے کر اور باقی کو نظر انداز کر کے رکوع اور تیسری رکعت کے لیے رفع یدین کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

دلیل نمبر ۲: حضرات غیر مقلدین عموماً بیان کرتے ہیں کہ رکوع وغیرہ کے وقت رفع یدین کی روایات کثیر صحابہؓ سے مروی ہے۔ چھٹی حقیقت کے ضمن میں ان کے اس پروپیگنڈہ کی حقیقت تو بیان ہو چکی کہ رکوع کے وقت رفع یدین کی روایات پچاس صحابہؓ سے مروی ہیں، یہاں ان کے ایک دوسرے اسلوب کی تحقیق عرض کرنا مقصود ہے کہ حضرت ابو حمید ساعدی نے دس صحابہؓ کی موجودگی میں نماز پڑھی اور اس میں رفع یدین کی۔ — حضرات غیر مقلدین تعداد بڑھانے کے لیے اس روایت میں سے دس کے عدد کو لے کر رفع یدین کا عمل نقل کرنے والے دیگر چند صحابہؓ کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں۔

تجزیہ: اگر اسی اسلوب سے تعداد کا اندازہ لگانا ہو تو پھر ملاحظہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین تھے۔ مندرجہ بالا دلائل کے ضمن میں ان کا عمل گزر چکا کہ وہ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور تمام صحابہؓ مختلف اوقات میں ان کی اقتدار میں نماز پڑھتے تھے اور یہ ایک واضح دلیل ہے رفع یدین کے مسئلہ میں جمہور صحابہؓ کا موقف بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کہ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا چاہیے بعد میں نہیں، اسی لئے امام طحاویؒ فرماتے ہیں۔

وَفَعَلَ عُمَرُ هَذَا وَتَرَكَ أَحْبَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نمازوں ابتداء کی تکبیر اسی طرح کرتا تھا کہ رفع یدین کو نہیں جانتا۔ ابن قاسم فرماتے ہیں کہ امام مالک ابتداء کی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے مسلک کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

۱۲۸ دلیل نمبر ۱۸ حضرت ابراہیم نخعی کا ارشاد: عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ لَا تَرْفَعُ الْاَيْدِي فِي شَيْءٍ مِّنْ صَلَاةِكَ بَعْدَ الْهَرَكَةِ الْاُولَىٰ۔ (جامع المسانيد ج ۱ ص ۱۵۳)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَاةٌ عَلَىٰ ذٰلِكَ دَلِيْلٌ صَحِيْحٌ عَلٰى اَنَّ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ الَّذِي لَا يَسْبَغِي لِاحَدٍ خِلَافُهُ: طحاوی رفع الیدین۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین کرنا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا انھیں اسی عمل پر رہنے دینا ایک واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی مخالفت کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہیے۔

دلیل نمبر ۱۹ بعض لوگ حضرت سعید کی ایک ضعیف و کمزور روایت کا سہارا لے کر یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوً مِّنْ كَبِيْرِهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ التَّكْوِيْعِ۔

تجزیہ: یہ روایت بہت ہی کمزور اور ضعیف ہے چونکہ اس میں ایک راوی رشیدین

اس سلسلے اس کی بابت محدثین کا نظریہ ملاحظہ ہو:

قَالَ أَبُو زُرْعَةَ ضَعِيفٌ قَالَ الْجُبُوْرُ جَابِيٌّ عِنْدَهُ مَنَّا كِيْرٌ وَقَالَ الْبَاقِي مُتْرُوْكٌ۔

(الميزان، ج ۲ ص ۴۹)

حضرت ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ رشیدین بن سعد ضعیف ہے جو رجائی فرماتے ہیں کہ اس کے پاس

مذکورہ باتیں ہوتی ہیں اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ محدثین نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کر کے بعد میں کسی جگہ نہ

کرو۔

(۱۲۹) نتائج :- اس علمی تحقیق و تجزیہ کے بعد درجہ ذیل حقائق ثابت ہوئے۔
نمبر ۱۔ نبوی تعلیمات کی رو سے نماز کے دوران رفع یدین نہ کرنا بہتر ہے، چونکہ خشوع کا تقاضا یہی ہے۔

نمبر ۲۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے ساتھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے۔ بعد میں نہیں۔

نمبر ۳۔ حضرت جابرؓ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں رفع یدین کرنے سے روک دیا تھا۔

نمبر ۴۔ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات صحیحہ سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ میں امت اسلامیہ کے ان ذمہ دار حضرات کے نزدیک بھی رفع یدین نہ کرنا زیادہ صحیح اور رائج تھا، نیز حضرات صحابہؓ کا ان کو اسی عمل پر رہنے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جمہور صحابہؓ کا مسلک بھی یہی ہے۔

نمبر ۵۔ خلفائے راشدین سے ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے۔

نمبر ۶۔ خلفائے راشدین کا زمانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہے اس دور میں آپ کے مصلے پر آپ کے جانشینوں کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ ان کے نزدیک بھی آپ کا آخری عمل رفع یدین نہ کرنے کا تھا۔

نمبر ۷۔ رفع یدین کرنے یا نہ کرنے میں حضرات صحابہؓ کا بھی اختلاف تھا، دلائل کی روشنی میں ان حضرات صحابہؓ کا مسلک زیادہ وزنی اور رائج ہے جن کے نزدیک رفع یدین نہ کرنا بہتر ہے۔
نمبر ۸۔ سند صحیح سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ابتداء نماز

کے پس منظر سے بخوبی واقف تھے۔ لہذا اب رفع یدین کرنے کے لیے حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے حضرات کی روایات کو پیش نظر نہیں کیا جاسکتا۔

رکوع

(۱۳۰) قرأت سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّه كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فَيَكْبِرُ
كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَإِذَا أَنْصَرَفَ قَالَ إِنِّي لَا شَبَهَ لَكُمْ مَلَكَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(بخاری۔ باب انتہام التکبیر فی الركوع)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز ادا کرتے تو جب بھی (کسی رکن کی ادائیگی کے لیے) اوپر یا نیچے ہوتے تو تکبیر کہتے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”میری یہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح ہے۔“

رکوع میں پشت کو سیدھا رکھے

(۱۳۱) جب رکوع میں جائے تو کمر کو سیدھا رکھے، سر کو اس کے برابر رکھے نہ تو اس سے اونچا کرے نہ نیچا کرے۔

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِي صَلَاةٌ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ فِيهَا
يَعْنِي صَلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

(ترمذی۔ من لا یقیم صلبہ فی الركوع والسجود)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نماز کافی نہیں جس میں نماز رکوع میں اپنی کمر کو سیدھا نہ رکھے۔

رکوع کی سُنوں کیفیت

(۱۳۲) تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائے کمر اور سر کو برابر رکھے، ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے کہینوں کو جسم سے نہ ملائے، اطمینان سے رکوع کرے۔

عَنْ سَالِمِ الْبَرَاءِ أَيْتِنَا أَبُو مَسْعُودٍ الْفَارِسِيُّ فَقُلْنَا لَهُ حَدِّثْنَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَمَامَ بَيْنَ أَيْدِينَا فِي الْمَسْجِدِ فَكَبَّرَ فَلَهَا رُكْعٌ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ أَصَابِعَهُ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ وَجَانِبِي بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَبِذَةٍ فَمَامَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ جَانِبِي بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَجَلَسَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ ثُمَّ صَلَّى أَرْبَعَ رُكْعَاتٍ مِثْلَ هَذِهِ الرُّكْعَةِ فَصَلَّى صَلَاتَهُ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي.

(ابوداؤد: صلوٰۃ من لا یقیم صلیبہ فی الرکوع والسجود)

حضرت سالم البراء فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو مسعود الفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بتائیں حضرت ابو مسعود مسجد میں ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تکبیر کہی جب رکوع کیا تو ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھا کہ انگلیا گھٹنوں سے نیچے اور کہنیاں کو کھ سے فاصلہ پر تھیں۔ تا آنکہ ہر عضو میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا پھر سمع اللہ من حمدہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے تا آنکہ ہر عضو میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا، پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں گئے، ہاتھوں کو زمین پر رکھا

اور کہنیوں کو جسم سے علیحدہ رکھتا تاکہ اعضاء میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا، پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور بیٹھ گئے تاکہ اعضاء میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا، اس طرح چار رکعات پڑھ کر نماز مکمل کی، پھر فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

رکوع کی تسبیح

(۱۳۳) رکوع میں جا کر تین یا پانچ دفعہ تسبیح پڑھے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ۔ میرا رب جس کی بڑی شان ہے۔ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ
فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى قَالَ اجْعَلُوهَا فِي سُجُودِكُمْ

(وہو صحیح الاسناد: زیلعی) البوداؤد: ما یقول الرجل فی رکوعه۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ تو آپ نے فرمایا کہ اس تسبیح کو رکوع میں رکھو اور جب یہ آیت نازل ہوئی سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى تو آپ نے فرمایا کہ اس تسبیح کو سجدوں میں پڑھا کرو۔
عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ
فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ

الْأَعْلَى (حسن صحیح)

(ترمذی: ما جاء فی التسبیح فی الركوع)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ رکوع میں سبحان العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے۔
(۱۳۴) تسبیح و تحمید

(۱) پھر مع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے اور ربنا لک الحمد کہے۔

باجامعت نماز ہو تو امام سمع اللہ من حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.... وَفِيهِ ثُمَّ يَقُولُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَ لَا حِينَ يَرْفَعُ
صَلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ
..... الحديث (بخاری: بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ ”پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع
سے اٹھتے ہوئے سمع اللہ من حمدہ کہتے اور کھڑے ہو کر ربنا لک الحمد کہتے۔
(ب) ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ پڑھنا مستحب ہے اس کی بڑی فضیلت

عَنْ رُفَاعَةَ الزُّرْقَانِي قَالَ كُنَّا يَوْمًا يُصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ
اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَكَ، قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا
كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنْ الْمُتَكَلِّمُ؟
قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةَ وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَتَدَرَوْنَهَا
أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلًا.

(بخاری: فَضْلُ اللَّهِ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ)

حضرت رفاعہ زرقانی فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے
نماز پڑھ رہے تھے جب آپ رکوع سے اٹھے تو سمع اللہ من حمدہ کہا، ایک مقتدی نے
کہا، ”ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ“ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”یہ انوکھی
بات کس نے کی؟ ایک شخص نے عرض کیا، ”جی میں نے“ آپ نے فرمایا میں نے تیس (۳۰) سے
زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کو لکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا

پا رہے تھے۔

سجدہ (۱۳۵)

۱۳۵ پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں چلا جائے۔ سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے زمین پر رکھے پھر ہاتھ پھر پشانی اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے اس کے برعکس دوران سجدہ کہنیوں کو جسم سے علیحدہ رکھے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حَبْرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ۔

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي وَضْعِ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ فِي السُّجُودِ)

”حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سجدہ کرتے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور اٹھتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھاتے“

سجدہ کی تسبیح

سجدہ میں جا کر یہ تسبیح پڑھے: (۱۳۶)

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى مِثْرَ بِلْدَنْ مَدْيَنَ وَالْأُحُدَّ مِثْرَ بِلْدَانِ مَدْيَنَ۔
عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، وَفِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى. (حَسَنٌ صَحِيحٌ)

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي التَّسْبِيحِ فِي الرُّكُوعِ۔)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا۔
سجدہ میں کہنیاں زمین پر نہ بچھائے کہ یہ آداب سجدہ کے خلاف ہے۔

Website: <http://www.allimagestool.com>

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ إِنْ سَاطَ الْكَلْبِ. (مسلم: الإِعْتِدَالُ فِي السُّجُودِ)
حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سجدہ میں اعتدال کرو۔ اور تم میں سے کوئی بھی سجدہ میں کہینوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے۔

اعضائے سجدہ

(۱۳۷) سجدہ سات اعضا کو زمین پر لگا دینے کا نام ہے۔ اگر کوئی عضو بھی زمین سے بلند رہے گا تو اسی درجہ میں سجدہ ناقص شمار ہوگا۔ اعضا سجدہ کا ذکر حدیث میں ہے۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارِ بِيَدِي عَلَى أَنْفِي وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ، وَلَا تَكْفِتُ الشِّبَابَ وَالشَّعْرَ.
(بخاری: بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، پیشانی پر اور آپ نے ناک کی طرف بھی اشارہ کیا، دونوں ہاتھوں پر، دونوں گھٹنوں پر، دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اور (یہیں یہ بھی حکم دیا کہ) ہم نماز میں کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔

۱۳۸ (۱) دوران سجدہ ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر زمین پر رکھے، تاکہ ان کا رخ قبلہ کی طرف رہے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَكَعَ فَرَجَ بَيْنَ أَحَدِ ابْعِهِ وَلِذَا اسْجَدَ ضَمَّ أَصَابِعَهُ، (حاکم: صحیح علی شرط مسلم)
حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں انگلیوں کو گھول کر رکھتے اور سجدہ میں انگلیوں کو ملا کر رکھتے۔

(ب) ہتھیلیاں کندھوں کے برابر رکھئے کہ انکو کھٹے کالوں کی لو کے برابر رہیں،

چونکہ اس طرح دونوں قسم کی روایات پر عمل ہو جائے گا۔

۱۔ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ أَمَّنَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ الْأَرْضَ نَحَى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبِهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوً وَمُكَبِّبَةً -

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي السُّجُودِ عَلَى الْجَبْهَةِ وَالْأَنْفِ)

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ناک اور پیشانی کو خوب ٹکا کر رکھتے اور ہاتھ کندھوں کے برابر رکھتے

۲۔ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ قُلْتُ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ وَجْهَهُ إِذَا سَجَدَ؟ فَقَالَ بَيْنَ كَفَّيْهِ - (حسن)

(ترمذی: مَا جَاءَ ابْنُ يَضَعُ الرَّجُلُ وَجْهَهُ)

حضرت ابو اسحاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ انور کو سجدہ میں کہاں رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا: دونوں ہاتھوں کے درمیان

جل

پھر تکبیر کہتا ہوا سیدھا بیٹھ جائے، اس دوران یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔ (۱۳۹)

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَاجْبِرْنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي -

(ترمذی: مَا يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ)

پھر تکبیر کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کرے۔ اب ایک رکعت مکمل ہو گئی۔

قیام

(۱۴۰) (۱) دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر پھر دوسری رکعت کے لیے سیدھا کھڑا ہو جائے

Website: <http://www.allimageetool.com>

چونکہ یہ آنحضور ﷺ کی سنت ہے اور اسلاف امت کا اجماع اس پر ہے۔ جلسہ استراحت نہ کرے۔

عَنِ ابْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ وَفِيهِ ثُمَّ كَثُرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَثُرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَكَّلْ صَحَّحَهُ النَّيْمِيُّ (ابوداؤد۔ مِنْ ذِكْرِ التَّوَكُّلِ فِي الرَّابِعَةِ)

حضرت سہل کے صاحبزادے سعد ساعدی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

(ب) عمل صحابہ: حضرت عبدالرحمن بن یزید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بابت فرماتے ہیں۔

”فَرَأَيْتُهُ يَنْهَضُ عَلَى صُورَةٍ قَدَمَيْهِ وَلَا يَجْلِسُ إِذَا صَلَّى فِي

أَوَّلِ رُكْعَةٍ حِينَ يَقْضِي السُّجُودَ“ (بیہقی۔ مَنْ قَالَ يَرْجِعُ عَلَى صُورَةِ قَدَمَيْهِ) کہ میں نے ابن مسعودؓ کو دیکھا کہ وہ پہلی رکعت میں بیٹھتے نہ تھے، بلکہ سیدھے کھڑے

ہو جاتے تھے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ

عنہما حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہم کا بھی یہی

عمل تھا کہ آپ بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ (جوہر النقیح ج ۲ ص ۱۲۵)

شارح بخاری ابن حجرؒ نقل کرتے ہیں۔

عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ: أَذْكَرْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَحَدُهُمْ إِذَا رَفَعَ

رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ الثَّانِيَةِ مِنَ الرُّكْعَةِ الْأُولَى وَالثَّانِيَةِ

نَهَضَ كَمَا هُوَ وَلَمْ يَجْلِسْ۔ (الدراية ج ۱ ص ۱۱۴)

حضرت نعمان بن ابی عیاشؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے حضرات صحابہؓ کو

دیکھا کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے سے اٹھتے تو بیٹھے بغیر سیدھے

Website: <http://www.allimagestool.com>

کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور یہی منقول ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ حضرت
ابن عمرؓ حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے۔ (زیلعی: نصب الرأۃ ج ۱ ص ۳۸۹)
(ج ۱) اجماع امت:-

اسلاف امت کا اجماع و اتفاق اس بات پر ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے
بعد بیٹھے بغیر سیدھا کھڑا ہو جانا چاہئے۔

أَجْمَعُوا أَنَّهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ أَحْرِ سَجْدَةٍ مِنَ الرُّكْعَةِ الْأُولَى
وَالثَّالِثَةِ نَهَضَ وَلَمْ يَجْلِسْ إِلَّا الشَّافِعِيُّ - (جوہر النقی ج ۲ ص ۱۲۶)
امام شافعیؒ کے سوا تمام اسلاف کا اجماع ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے
سجدے کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے۔

۱۔ جلسہ استراحت کوئی مسنون عمل نہیں۔ ذخیرہ احادیث میں جن صحابہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ
وسلمؐ کی نماز کی کیفیت بیان کی۔ ان میں جلسہ استراحت کا ذکر نہیں ملتا۔

البتہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جلسہ استراحت
فرماتے تھے، جب کہ دوسری روایت میں ہے کہ جلسہ استراحت نہیں فرماتے تھے۔

امام طحاویؒ اس مضمون کی تمام احادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

فَلَمَّا تَخَالَفَ الْحَدِيثَانِ احْتَمَلَ أَنْ يَكُونَ مَا فَعَلَهُ فِي حَدِيثِ
مَالِكِ بْنِ الْحَوَيْرِثِ لَعَلَّةٍ كَانَتْ بِهِ فَقَعَدَ مِنْ أَحْلِهَا إِلَّا أَنَّهُ
وَلَاكَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ وَقَالَ: «وَلَوْ كَانَتْ هَذَا الْجُلُوسَةُ مَقْصُودَةً
لَتَرَكْنَا لَهَا ذِكْرًا مَخْصُوصًا»۔

کہ جب دونوں حدیثوں میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے تو اس کا حل یہی ہے کہ آپ نے کسی
خاص ذاتی کیفیت کی وجہ سے یہ جلسہ فرمایا ہو گا نہ اس لئے کہ یہ نماز کی سنت ہے اور اگر یہ جلسہ نماز میں

Website: <http://www.allimagestool.com>

دوسری رکعت کو پہلی رکعت کی طرح مکمل کرے بس اس میں ثناء، تعوذ نہ پڑھے
صرف سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ کر رکوع و سجدہ کرے۔

قعدہ (بیٹھنا)

(۱۲۱) دوسری رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد تشہد کے لئے بیٹھ جائے بیٹھنے کی مسنون
ترکیب ملاحظہ ہو۔

مطلوب ہوتا تو خاص طور پر اس کا علیحدہ تذکرہ ضرور ہوتا۔

امام طحاویؒ کے اس فرمان کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپؐ نے خود یہ فرمایا ہے
کہ بڑھاپے کے سبب، اب میں جیم ہو گیا ہوں، لہذا اسی دور میں اس خاص کیفیت کے پیش نظر پہلے بیٹھ کر
پھر کھڑے ہوتے تھے۔

ملاحظہ ہو: عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُونِي بِالرُّكُوعِ وَلَا بِالسُّجُودِ
فَمَهْمَا أَسْبَقَكُمْ بِهِ إِذَا رَكَعْتُ تَذَرُكُونِي بِهِ إِذَا رَفَعْتُ وَمَهْمَا أَسْبَقَكُمْ
إِذَا سَجَدْتُ تَذَرُكُونِي بِهِ إِذَا رَفَعْتُ إِنِّي قَدْ بَدَنْتُ.

(ابن ماجہ - السنن ان یسبق الإمام بالركوع)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس مضمون کی جملہ روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَلَوْ كَانَ هَدْيِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَعَلَهَا دَائِمًا لَذَكَرَهَا
كُلَّ وَاصِفٍ لِصَلَاتِهِ وَمُجَرَّدُ فَعْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدُلُّ عَلَى
أَنَّهُمَا مِنْ سُنَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ جَعَلَهَا سُنَّةً يُقْتَدَى بِهَا فِيهَا
وَأَمَّا إِذَا قَدَّرَ أَنَّهُ فَعَلَهَا لِلْحَاجَةِ لَمْ يَدُلُّ عَلَى كَوْنِهَا سُنَّةً مِنْ سُنَنِ
الصَّلَاةِ.

(ملخص زاد المعاد ج ۱ ص ۲۴)

مَنْ عَاشَتْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَفِيهِ وَكَانَ يَمُوزُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّاتِ
وَكَانَ يَمُوزُ رَجُلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رَجُلَهُ الْيُمْنَى.... الحديث.

(مسلم: صفة الصلوة)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و عن ابیہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات کے لئے بیٹھنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بائیں پاؤں بچھاتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے۔

تشہد

(۱۳۲) قعدہ میں یہ تشہد پڑھے۔

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَقْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

سب زبانی عبادتیں، سب بدنی عبادتیں اور سب مالی عبادتیں صرف اللہ کے لئے ہیں

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ ہمیشہ جلسہ استراحت کی ہوتی تو یقیناً ہر وہ شخص اس کا ذکر کرتا جس نے آپ کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے اور فقط آپ کا یہ عمل کر لینا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ نماز کی سنت ہے۔ الایہ کہ جب معلوم ہو کہ آپ نے یہ عمل بطور سنت کیا ہے تاکہ لوگ بھی ایسا کریں۔ البتہ جب یہ معلوم ہو کہ آپ نے یہ عمل کسی ذاتی ضرورت کے پیش نظر کیا ہے پھر تو اس سے قطعاً یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ نماز کی سنتوں میں سے ایک ہے۔

الغرض اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ: ذخیرہ احادیث میں جلسہ استراحت کا ذکر ایک مسنون عمل کی حیثیت سے نہیں ملتا، چونکہ آخری عمر میں جلسہ استراحت کرنا ایک ذاتی کیفیت بڑھاپے کی وجہ سے تھا اس لئے امت کا اجماع ہے کہ جلسہ سنت نہیں ہے۔

اے بی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بندگی کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ (حضرت محمد) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نَقُولُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا تَعَدَّ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا السَّيِّدُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ. فَإِذَا تَالَهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمُسْأَلَةِ مَا شَاءَ، (مسلم: الشَّهَادَةُ فِي الصَّلَاةِ)

(بخاری: الشَّهَادَةُ فِي الْآخِرَةِ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے "اللہ پر سلامتی ہو، فلاں پر سلامتی ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تو خود ہی سلامتی ہے جب تم نماز میں بیٹھو تو یہ پڑھا کرو۔ التحیات والصلوات والطیبات..... پھر جو دعا چاہے مانگے۔

انگلی کا اشارہ

(۱۴۳) انگوٹھ کے پاس والی انگلی کو شہادت کی انگلی کہتے ہیں، چونکہ جب نماز نماز میں اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے تو یہ انگلی بھی یہی شہادت دیتی ہے لہذا جب اشہدان لا الہ پر پہنچے تو ہاتھ کی بڑی انگلی اور انگوٹھ کا حلقہ بنائے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور لا الہ پر انگلی کو نیچے کر لے اور یہ حلقہ آخر تک

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ يَدْعُو وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُمْنَى وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِأَصْبَعِهِ السَّبَابَةِ وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى أَصْبَعِهِ الْوُسْطَى وَيَلْقَمُ كَفَّهُ الْيُسْرَى رُكْبَتَهُ.

(مسلم: صفة الجلوس في الصلاة)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور انگوٹھے کو درمیان کی انگلی سے ملا لیتے۔

لہ بعض لوگ انگلی سے اشارہ کی بجائے انگلی کو ہلاتے رہتے ہیں۔ شاید ان کی نظر صرف اس حدیث پر ہو۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ..... وَفِيهِ، ثُمَّ قَبَضَ ثَلَاثَةً مِّنْ أَصَابِعِهِ وَحَاقَ خَامَتَهُ ثُمَّ رَفَعَ أَصْبَعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا.

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ پھر آپ نے تین انگلیوں کو ملا کر حلقہ بنایا ایک کو اٹھایا میں نے دیکھا آپ اس کو ہلاتے دعا کرتے۔

جب کہ دوسری روایت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زُبَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ بِأَصْبَعِهِ إِذَا دَعَا لَا يُحَرِّكُهَا.

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا

پیام

(۱۴۴) اب اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہو تو تہجد کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے اور حسب سابق باقی تمام نماز مکمل کرے۔ البتہ فرائض کی تیسری چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورۃ نہ ملائے۔ سنن و نوافل میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ بھی ملائے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الْآخِرَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ، وَيَسْمَعُنَا الْآيَةَ..... الْحَدِيثُ (بخاری: يَقْرَأُ فِي الْآخِرَتَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)

حضرت عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی ایک آیت ہمیں بھی سناتے۔

درود شریف

(۱۴۵) اگر دو رکعت والی نماز ہو تو تہجد کے بعد درود شریف پڑھے

پڑھتے تو انگلی سے اشارہ کرتے تھے اس کو ہلاتے نہیں تھے۔ اب جو لوگ اشارہ میں انگلی کو ہلاتے ہیں بزرعِ خویش وہ پہلی حدیث پر عمل کرتے ہیں، لیکن دوسری کا خلاف کرتے ہیں۔ حالانکہ اس مضمون کی تمام احادیث پیش نظر رہنی چاہئیں۔ اسی لئے امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مُرَادُهُ بِالشَّعْرِيَّةِ الْإِشَارَةُ بِهَا لَا تَكْرِيْرُ تَحْرِيْكِهَا فَيَكُونُ مُوَافِقًا لِرَوَايَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ. (سنن بیہقی)

کہ حضرت وائلؓ کی حدیث میں تحریک سے مراد اشارہ ہے نہ یہ کہ اس کو ہلاتے ہی رہنا۔ اس طرح وہ حدیث بھی حضرت ابن الزبیرؓ کی حدیث کے موافق ہو جائے گی۔

اگر نین یا چار رکعت والی نماز ہو تو نیسری یا چوتھی رکعت پڑھ کر آخری قعدہ میں تسبیح کے بعد درود شریف پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
ارشاد نبوی ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِي مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَانَا رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِيْ مَجْلِسٍ سَعْدِ بْنِ
عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ بَشِيْرُ بْنُ سَعْدٍ اَمَرَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی
اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَتّٰی تَمَيِّزْنَا اَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قُولُوْا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
(مسلم: الصَّلٰوةُ عَلٰی النَّبِيِّ بَعْدَ التَّشْهِيْدِ)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لائے اور ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں تھے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ
عنہ نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ پر درود پڑھیں تو کیسے درود پڑھا
گئے؟ ابو مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ حتیٰ کہ ہمارے
دل میں آیا کہ کاش اس نے یہ سوال ہی نہ کیا ہوتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا "تم یہ کہا کرو۔ اے اللہ، حضرت محمدؐ اور آپؐ کی آل پر رحمت بھیج، جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ اور الن کی آل پر رحمت بھیجی۔ یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے" اے اللہ حضرت محمدؐ اور آپؐ کی آل پر برکت نازل فرما، جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر برکت نازل کی۔ یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔

دُعا

(۱۳۶) ۱۔ درود کے بعد سنون دعاؤں میں سے جو دعا چاہے مانگ سکتا ہے۔ ایک سے زائد دعائیں بھی مانگ سکتا ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَاءَ. (مسلم)
"پھر جو دعا چاہے مانگ لے"

(ب) دعا ابراہیمی

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا
اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝ (سورة ابراہیم ۴۰، ۴۱)
اے رب مجھ کو اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا، اے رب ہماری دعا قبول کر، اے رب قیامت کے دن مجھے اور میرے ماں باپ اور تمام مومنین کو معاف کر،

(ج) رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
(بقرہ نمبر ۲۰۱)

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نعمت دے اور آخرت میں ثواب دے اور دوزخ کی آگ سے بچا۔

(د) عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ، "قُلْ"

اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاعْرِضْ
مَغْفِرَةً مِنِّي عِنْدَكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

(بخاری: بَابُ الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
کہ ”مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیں جو نمازیں مانگا کروں۔ آپ نے فرمایا۔ ”یہ دعا مانگا
کرو۔“

(ترجمہ) اے اللہ میں نے تو اپنے آپ پر بہت ظلم کیا ہے اور گناہوں کو بخشنے
والا تیرے سوا کوئی ہے نہیں بس اپنے خاص فضل و کرم سے میری مغفرت کر دیجئے
اور میرے ساتھ مزید رحم کا معاملہ کیجئے یقیناً صرف تو ہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

سَلَام

(۱۲۷) درود شریف کے بعد دعا مانگ کر دائیں اور بائیں طرف منھ موڑتے ہوئے
کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ تم پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو۔

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتَّى أَرَى بَيَاضَ خَدَّيْهِ

(مسلم: اَلسَّلَامُ لِلتَّحْلِيلِ مِنَ الصَّلَاةِ عِنْدَ فَرَغِهَا)

حضرت عامر کے والد فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا
کہ آپ دائیں بائیں سلام پھیرتے ہیں، حتیٰ کہ میں آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی
کو بھی دیکھتا۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنْ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ،
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

(حَسَنٌ صَحِيحٌ)

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي السَّلَامِ فِي الصَّلَاةِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم السلام علیکم ورحمۃ اللہ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے۔

امام لوگوں کی طرف متوجہ ہو

(۱۲۸) اگر باجماعت نماز ہو تو امام کو چاہیے کہ سلام پھیرنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ. قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجَهُ.

(بخاری: یُتَقَبَّلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ)

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے

مَسْنُونِ تَسْبِيح

۱۴۹ نماز سے فارغ ہو کر ان مسنون تسبیحات کا پڑھنا بہت فضیلت کا باعث ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ فُقْرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا ذَهَبَ أَهْلُ
الدُّثُورِ بِالْأَرْجَاتِ الْعُلَى، وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ، فَقَالَ وَمَا
ذَلِكَ، قَالُوا يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، يَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ
وَيَتَصَدَّقُونَ وَلَا نُصَدِّقُ وَيَعْتِقُونَ وَلَا نَعْتِقُ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا
تَذْكُرُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ
وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ، إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ

قَالَ رَأَيْتُ يَارَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
تَسْبِّحُونَ وَتُكَبِّرُونَ وَتُحَمِّدُونَ دُبُرُ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا
وَتَلَاثِينَ مَرَّةً، قَالَ أَبُو صَالِحٍ فَرَجَعَ فَقَرَأَ الْمُهَاجِرِينَ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا سَمِعَ إِخْوَانُنَا
أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَصَنَعُوا مِثْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ
يَشَاءُ. (مسلم: اسْتِحْبَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں فقراء مہاجرین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مالدار لوگ تو اعلیٰ درجات اور جنت کی
نعمتوں میں ہم سے سبقت لے گئے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا کہ
نماز روزہ میں وہ ہمارے ساتھ شریک ہیں لیکن وہ مالی خیرات کرتے ہیں جو ہم نہیں
کر سکتے اور وہ غلام خرید کر آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ جس سے تم بھی سبقت لے جانے والوں کے برابر ہو
جاؤ اور اپنے بعد والوں کے علاوہ اور کوئی تم سے افضل نہ رہے۔ انہوں نے عرض
کیا کہ ضرور آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر ۳۳ بار پڑھا
کرو۔

حضرت ابو صالح کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد پھر فقراء مہاجرین بارگاہ رسالت میں
حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی ہماری طرح یہ عمل شروع
کر دیا، ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَعْقِبَاتٌ لَا يَغِيبُ قَائِلُهُنَّ أَوْفَاءُ لَهُنَّ ثَلَاثَ

Website: <http://www.allimagestool.com>

وَتَلَاتُونَ تَسْبِيحَةً، وَتَلَاتُونَ تَعْمِيدَةً، وَارْبَعٌ
وَتَلَاتُونَ تَكْبِيرَةً دُبْرُ كُلِّ صَلَاةٍ -

(مسلم: اسْتِحْبَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر نماز کے بعد یہ تسبیحات پڑھنے والا کبھی ناکام نہیں ہوگا۔ (ہمیشہ کامیاب ہوگا) سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ ۳۳ دفعہ اللہ اکبر ۳۳ دفعہ۔

دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا

(۱۵۰) نماز کے بعد دعا کی قبولیت کا وقت ہے اس وقت رب ذوالجلال کے حضور ہر قسم کی دعا کر سکتا ہے، عربی میں ہو یا اپنی زبان میں بس اس دعا کو سمجھ کر اخلاص اور حضور کی قلب کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اس وقت دعا کرنا مستحب ہے جو نماز کا لازمی حصہ نہیں ہے۔

لہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی بابت بعض لوگ افراط تفریط کا شکار ہیں۔ بعض تو اس کو نماز کا ایک جز شمار کرتے ہیں جب کہ کچھ اور لوگ اس کو ناجائز اور بدعت کہتے ہیں حالانکہ:

(۱) حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب فرماتے ہیں۔

”فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ شرعاً درست ہے۔

عبد اللہ روپڑی: فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۱۹۔

(ب) نزمیاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں:

”صاحب فہم پر مخفی نہیں کہ بعد نماز فرض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز مستحب ہے اور

زید مخطی ہے (جو اس کو بدعت کہتا ہے)

عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال ان اللہ حی کریم
یستحی ان یرفع الرجل الیہ یدیه ان یردہا صغراً۔

(ترمذی)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
جیا کرنے والا ہے کریم ہے جب بندہ اللہ کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو
جیا آتی ہے کہ وہ اس ہاتھ کو خالی واپس کریں۔

عن محمد بن ابی یحیی قال رأیت عبد اللہ بن الزبیر
ورأی رجلاً رفع یدیه ید عوقبل ان یفرغ من صلاتہ
فلما فرغ منها قال ات رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لہم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلاتہ
رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹)

حضرت محمد بن ابی یحیی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو دیکھا
کہ نماز مکمل کرنے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے جب وہ نماز سے
فارغ ہوا تو حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ
تھی کہ آپ نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے: (اس حدیث کے تمام
راوی ثقہ ہیں)

نذیر حسین: فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۶۶

(ج) نیز مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

”بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بعض روایات میں ثابت ہے۔

ثناء اللہ امرتسریؒ فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۴۷

عَنْ سَلَمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَفَعَ قَوْمٌ أَكْفَرُهُمْ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَسْأَلُونَهُ شَيْئًا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَضَعَ فِي أَيْدِيهِمُ الَّذِي سَأَلُوا رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹)

حضرت سلمانؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی کچھ لوگ اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے ہاتھوں میں وہ چیز ڈال دیتے ہیں جو انھوں نے مانگی ہے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَحُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَدُبْرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوباتِ - (حَسَنٌ)

(ترمذی: کتاب الدعوات)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قبولیت کے زیادہ قریب ہے دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔

تیسری حدیث سے معلوم ہوا کہ اجتماعی دعا قبولیت کے زیادہ قریب ہے

چوتھی حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہے اسے

ضائع نہ کرنا چاہیے۔

مسنون دعائیں

(۱۵۱) عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَبَلِ وَالْإِكْرَامِ۔ (مسلم: اسْتِحْبَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو تین دفعہ استغفار پڑھتے اور پھر فرماتے اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَبَلِ وَالْإِكْرَامِ۔

دعا کرنے کا طریقہ

(۱۵۲) دعا کے شروع و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ انہماک تو جہ حضوری قلب کے ساتھ گڑ گڑا کر دعا مانگنی چاہیے اور اس یقین کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سن رہا ہے اور قبول کرتا ہے وہی مشکلات کو حل کرتا ہے۔ پریشانیوں کو رفع کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی دعاؤں کو سننے والا۔ ان کو قبول کرنے والا اور مشکلات کو حل کرنے والا نہیں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ مَعَهُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَهُ: سَلْ تُعْطَهُ! (حسن صحيح)

(ترمذی: الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَبْلَ الدُّعَاءِ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے جب میں نماز پڑھ کر بیٹھ گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی شایان کی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر اپنے لئے دعا کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب اللہ تعالیٰ سے مانگ تجھے دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے مانگ تجھے دیا جائے گا۔

(۱) سجدہ سہو

(۱۵۳) اگر نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض بھولے سے پہلے ادا ہو جائے یا اس کی ادائیگی میں کچھ تاخیر ہو جائے یا کوئی واجب چھوٹ جائے یا رکعتوں کی صحیح تعداد بھول جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور نئے سرے سے ادا کرنی پڑے گی۔

(ب) سجدہ سہو کا طریقہ

تعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر تشہد درود شریف و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ السَّهْوَانُ يَقُومُ فِي قُتُودٍ أَوْ يَقْعُدُ فِي قِيَامٍ أَوْ يَسْلِمُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ، فَإِنَّهُ يُسَلِّمُ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتِي السَّهْوِ وَيَتَشَهَّدُ وَيُسَلِّمُ (طحاوی: باب سجود السہو فی الصلوۃ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بھول یہ ہے کہ نمازی بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے کے بجائے بیٹھ جائے یا تین چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے۔ تو ایسا شخص سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ

Website: <http://www.allimagestool.com>

عہد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما انس رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ
عہد وغیرہم حضرات سے بھی سلام کے بعد سجدہ سہو منقول ہے۔

(طحاوی: باب سجود السہو فی الصلاۃ)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَبَسًا فَقِيلَ لَهُ أَتَزِيدُ فِي الصَّلَاةِ
فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ صَلَّيْتُ خَبَسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ
بَعْدَ مَا سَلَّمَ. (بخاری: باب إذا صلى خَبَسًا)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھ لیں تو آپ سے عرض کیا گیا: کیا نماز میں اضافہ ہو گیا
ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ہوا؟ عرض کیا کہ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں تو آپ نے سلام
پہننے کے بعد سجدہ سہو فرمایا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخُصَّيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ سَلَّمَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ مِّنَ
الْعَصْرِ ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ الْحُجْرَةَ فَقَامَ رَجُلٌ يُسَيْطُ الْيَدَيْنِ
فَقَالَ اقْصِرَتِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُغْضِبًا فَصَلَّى الرُّكْعَةَ الَّتِي كَانَ تَرَكَ
ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ثُمَّ سَلَّمَ.

(مسلم: السَّهْوُ فِي الصَّلَاةِ وَالسُّجُودُ لَهُ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جلے عصر کی تین رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا پھر آپ اٹھے اور کمرہ میں چلے گئے تو ایک
مرد نے کمرے سے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نماز میں تخفیف

ہو گئی؟ تو آپ اسی غصہ کی حالت میں واپس آئے اور متروکہ رکعت ادا کی۔ پھر سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا، پھر سلام پھیرا۔

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فَتَسِيرَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ - (صَحَّحَهُ الْعَاكِمُ)

(ابوداؤد: سَجَدَتِي السَّهْوِ فِيهِمَا تَشَهُّدًا وَتَسْلِيمًا)
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ نماز پڑھی اور اس میں کچھ بھول گئے، تو آپ نے دو سجدے سہو کر کے تشہد پڑھی پھر سلام پھیرا۔

ان روایات سے معلوم ہو گیا کہ سجدہ سہو سلام کے بعد ہے اور سجدہ سہو کے بعد پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرا جاتا ہے۔

عمل صحابہ

شیخ ابوبکر ہمدانی المتوفی ۸۴۷ھ لکھتے ہیں۔

وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُجُودَ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ وَهُوَ فِي حَدِيثِ عُمَرَ ابْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَالْغَيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَتَوْبَانَ وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هَذَا الْبَابِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَجْزَاءٍ فَطَائِفَةٌ رَأَتْ السُّجُودَ كُلَّهُ بَعْدَ السَّلَامِ عَمَلًا بِهَذَا الْحَدِيثِ وَمِنْهُمْ رَوَيْنَا ذَلِكَ عَنْهُ مِنَ الصَّعَابَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ

بْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ
مِنَ التَّابِعِينَ الْحَسَنُ وَابْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ
بْنُ أَبِي لَيْلَى وَالثَّوْرِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ وَابُو حَنِيفَةَ وَاهْلُ
الْكُوفَةِ.

ہمدانی: اَلْاَعْتِبَارُ فِی النَّاسِخِ وَالْمُنْسُوخِ مِنَ الْاَثَرِ ۵۵
سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف طریقوں سے
منقول ہے جیسا کہ حضرات عمران، دابی ہریرہ و عبد اللہ بن جعفر و میسرہ و ثوبان رضی اللہ
عنہم سے منقول احادیث میں ہے اور اس مسئلہ میں حضرات علماء سے چار قسم کے اقوال
منقول ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ مندرجہ بالا احادیث پر عمل کرتے ہوئے تمام سجدہ سہو سلام
کے بعد کئے جائیں اور جن حضرات صحابہؓ سے یہی منقول ہے۔ وہ یہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ
عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، حضرت
عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبد اللہ بن زبیر
رضی اللہ عنہما اور حضرات تابعین سے یہی منقول ہے۔ حضرت حسنؓ، حضرت ابراہیم نخعیؒ،
حضرت عبد الرحمنؒ، حضرت ثوریؒ، حضرت حسن بن صالح اور امام ابو حنیفہؒ و دیگر اہل کوفہ سے۔

جب امام بھول جائے

(۱۵۴) اگر باجماعت نماز میں امام سے کوئی غلطی ہو جائے تو مقتدی کو چاہیے کہ
امام کو متنبہ کرنے کے لئے بلند آواز سے سبحان اللہ کہے تاکہ وہ صحیح کیفیت پر لوٹ
آئے اور اگر مقتدی عورتوں کی توجہ پہلے اس غلطی کی طرف ہو جائے تو ان کو چاہیے
کہ ہاتھ کو ہاتھ پر ماریں تاکہ اس آواز سے امام کو متنبہ ہو جائے اور منہ سے آواز
نہ نکالیں کیونکہ ان کی آواز کا بھی پردہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ -

(مسلم: تَسْبِيحُ الرَّجُلِ وَتَصْفِيحُ امْرَأَةٍ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسبیح مردوں کے لئے ہے اور عورتوں کے لئے ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُقِلْ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ وَالتَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ -

(طحاوی: الْكَلَامُ فِي الصَّلَاةِ)

حضرت سہل سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز (کی ترتیب) میں کوئی اور چیز آجائے تو مقتدی کو سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ چونکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا عورتوں کے لئے ہے مردوں کے لئے تو (زبان سے) سبحان اللہ کہنا ہے سجدہ سہو کی چند صورتیں

(۱۵۵) (۱) قعدہ اولی چھوٹ جانے پر سجدہ سہو، جو شخص بھول کر قعدہ اولی نہ کرے تو اگر کھڑے ہونے سے پہلے پہلے یاد آئے تو بیٹھ جائے، اگر کھڑے ہونے کے بعد یاد آئے تو اب بیٹھ نہیں نماز کے آخر میں سجدہ سہو کر لے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنْ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ - (بخاری: مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں بیٹھ بغیر کھڑے ہو گئے۔ پھر جب آپ نے نماز

پوری کر لی تو سجدہ سہو کیا اور پھر سلام پھیرا۔

(ب) رکعات کی تعداد میں شک آنے پر سجدہ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُكْخِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ عَلَى الْيَقِينِ. فَإِذَا اسْتَيْقَنَ التَّمَامَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، فَإِنْ كَانَتْ صَلَاتُهُ كَامِلَةً كَانَتْ الرُّكْعَةُ نَافِلَةً وَإِنْ كَانَتْ نَاقِصَةً كَانَتْ الرُّكْعَةُ لِتِمَامِ صَلَاتِهِ وَكَانَتِ السَّجْدَتَانِ رَغْمَ الْفِ الشَّيْطَانِ.

(ابن ماجہ ما جاء فیمن شك فی صلاته)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں نماز میں شک آجائے تو چاہیے کہ شک کو ختم کر کے یقینی بات پر عمل کیا جائے (یعنی کم والے احتمال کو اختیار کیا جائے) جب اسے مکمل ہونے کا یقین ہو جائے تو پھر دو سجدہ سہو کر لے۔ اب اگر تو اس کی نماز پہلے سے مکمل تھی تو یہ ایک اضافی رکعت نقل ہو جائے گی اور اگر واقعی ایک رکعت کم تھی تو اس سے نماز پوری ہو جائے گی اور دو سجدہ شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے ہوں گے۔

نماز میں گفتگو

(۱۵۶) آغاز اسلام میں دوران نماز ضرورت کی بات چیت کر لی جاتی تھی لیکن

بعد میں اس کی اجازت نہ رہی، لہذا سجدہ سہو کی جن روایات میں نماز اور سجدہ سہو کے مابین بات چیت کا ذکر ملتا ہے وہ ابتدائی دور سے متعلق ہیں۔ اب اس کے

بجائے صرف سبحان اللہ کے ہی اجازت ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص سلام پھیر کر سجدہ
سہو کرنے سے پہلے بات چیت کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور اس کو پھر نئے
سرے سے نماز پڑھنا ہوگی جیسے کے دوران نماز بات چیت کرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ
يُكَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَهُ وَهُوَ إِلَى جَنْبِهِ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى
نَزَلَتْ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ؛ فَأَمَرْنَا بِالسُّكُوتِ وَنَهَيْنَا
عَنِ الْكَلَامِ۔
(مسلم: تحریم الکلام فی الصلوۃ)

(بخاری: ما ینہی من الکلام فی الصلوۃ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نماز میں بات کر لیا کرتے تھے۔ ایک
آدمی اپنے پہلو میں کھڑے دوسرے آدمی سے بات کر لیتا تھا تا آنکہ یہ آیت نازل ہو گئی
اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کے ساتھ کھڑے ہوا کرو تو ہمیں خاموشی کا حکم دیا گیا اور
بات چیت سے روک دیا گیا۔

اور امام بخاریؒ نے جزر القراءۃ والی روایت میں ”فی حاجتہ“ کا لفظ بھی نقل
کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آیت کے نزول سے قبل ضرورت کی بات چیت جائز تھی
لیکن یہ آیت نازل ہونے کے بعد ضرورت کی گفتگو سے بھی ممانعت کر دی گئی۔ لہذا
اب نماز میں کسی قسم کی گفتگو کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

نیز حضرت عمران بن حصینؓ کی سابقہ روایات سے بھی معلوم ہوا کہ ایک دفعہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی تین رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ نماز کے بعد حضرات
صحابہؓ نے یاد دلایا تو آپؐ نے مزید ایک رکعت پڑھی اور سلام پھیر دیا گویا اس وقت
دوران نماز گفتگو جائز تھی لیکن پھر آپؐ نے یہ فرما دیا کہ اگر امام نماز میں بھول جائے
تو مقتدی سبحان اللہ کہیں تاکہ امام کو اصل کیفیت یاد آجائے گویا اب مقتدی پہلے

کی طرح خاموش نہیں رہیں گے کہ سلام کے بعد امام کو بتایا جائے چونکہ اب نماز میں گفتگو کی ممانعت ہے البتہ ایسے موقع پر دوران نماز سبحان اللہ کہنے کی اجازت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَسْلِمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيُرَدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ سَأَلْنَا عَلَيْهِ فَنَكُم يُرَدُّ عَلَيْنَا، وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا.

(بخاری: مَا يَنْهَى عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شروع میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام عرض کیا کرتے تو آپ اس کا جواب دے دیتے تھے۔ لیکن جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو ہم نے سلام کیا، آپ نے جواب نہ دیا اور پھر فرمایا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان ہوتا ہے۔

ذیل میں نماز کی شرائط، نماز کے فرائض، نماز کے واجبات، نماز کی سنن اور بعض مکروہات نماز کا ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ سجدہ سہو کا مسئلہ سمجھنے اور اس کو متعین کرنے میں آسانی ہو۔

۱۔ الغرض آج کل کے بعض لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ اگر نماز میں بھول ہو جائے تو سلام پھرنے کے بعد اسی موضوع پر گفتگو کر کے سجدہ سہو کر لینا کافی ہے اور اس گفتگو سے نماز نہیں ٹوٹے گی چونکہ یہ نماز کی اصلاح کے لئے واضح رہے کہ خود نواب صدیق حسن خانؒ بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ ہر قسم کی گفتگو سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ گو کہ اس کا تعلق نماز کی اصلاح کے ساتھ ہو۔

إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ..... نواب صاحبؒ

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اگر ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔

۱۔ وقت (دیکھیے نمبر ۶۴)

۲۔ جسم کا پاک ہونا۔ طہارت ظاہرہ۔ یعنی ظاہری گندگی سے پاک ہونا اور طہارت باطنہ یعنی با وضو اور با غسل ہونا۔

۳۔ کپڑوں کا پاک ہونا۔ (قَالَ تَعَالَى وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ "المدثر")

۴۔ نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا۔

۵۔ ناف سے گھٹنوں تک جسم کو ڈھانپنا۔ (دیکھیے نمبر ۸۲)

۶۔ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا۔ (دیکھیے نمبر ۸۴)

۷۔ نیت (دیکھیے نمبر ۸۶)

فرائضِ نماز

(۱۵۸)

اگر ان فرائض میں سے کوئی فرض بھی چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔

اور اگر کسی فرض کی ادائیگی میں کچھ تاخیر ہو جائے (جیسے آخری رکعت میں بیٹھنے)

پس حدیث دلالت کند بر آنکہ مخاطبہ در نماز مبطل نماز است برا بر است کہ برائے اصلاح

نماز باشد یا غیر او (مسک انجم ج ۱ ص ۳۹)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے نماز کے دوران گفتگو کرنے سے نماز باطل

ہو جاتی ہے چاہے وہ گفتگو نماز کی اصلاح کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ نیز مشہور غیر

مقلد مترجم مولانا وحید الزمانؒ بھی یہی لکھتے ہیں کہ جس شخص کے ذمہ سجدہ سہو ہو اور وہ سجدہ کے

بغیر مسجد سے نکل جائے یا جان بوجھ کر کوئی بات کرے یا کچھ کھائے پیئے یا بے وضو ہو جائے تو اب اس

کو پوری نماز لوٹانی ہوگی۔ صرف سجدہ سہو کر لینا کافی نہیں ہے۔ (نزول الابرار ج ۱ ص ۱۳۹)

نی بجائے بھولے سے کھڑا ہو گیا پھر یاد آئے پر بیٹھ گیا) تو سجدہ سہو کر لینے سے ہمارا صحیح ہو جائے گی۔

۱۔ قیام (کھڑے ہو کر نماز پڑھنا) (اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔)

(دیکھیے نمبر ۸۵)

(دیکھیے نمبر ۹۶، ۹۵)

(دیکھیے نمبر ۱۳۰)

(دیکھیے نمبر ۱۳۵)

(دیکھیے نمبر ۱۴۱)

(تعاقل)

(دیکھیے نمبر ۱۴۷)

۲۔ قرأت

۳۔ رکوع

۴۔ دو سجدے

۵۔ قعدہ اخیرہ

۶۔ تمام ارکان کو ترتیب وار ادا کرنا۔

۷۔ نماز سے بارادہ فارغ ہونا۔

واجبات نماز

(۱۵۹) ان واجبات میں سے اگر کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے یا اس کی ادائیگی میں کچھ تقدیم، تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جائے گی

۱۔ نماز شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا

(دیکھیے نمبر ۸۷)

۲۔ سورۃ فاتحہ پڑھنا (امام اور منفرد کے لیے)

(دیکھیے نمبر ۹۶، ۹۵)

۳۔ پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک بڑی آیت، تین چھوٹی آیتیں،

یا ایک سورۃ پڑھنا (امام اور منفرد کے لیے)

(دیکھیے نمبر ۱۱۶)

(دیکھیے نمبر ۱۱۷)

(دیکھیے نمبر ۱۲۱)

(دیکھیے نمبر ۱۲۲)

(حدیث سنی الصلوٰۃ "مسلم")

۴۔ بوقت قرأت مقتدی کا خاموش رہنا

۵۔ قعدہ اولیٰ

۶۔ قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا

۷۔ تمام ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا۔

۸۔ ہر فرض اور ہر واجب کو بغیر کسی تقدیم تاخیر کے اپنی صحیح جگہ پر ادا کرنا۔

(حدیث مسی الصلوٰۃ)

۹۔ جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں آہستہ قرائت کرنا۔ (امام کے لیے)

(دیکھیے نمبر ۱۱۷)

۱۰۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام پھیرنا (دیکھیے نمبر ۱۲۷)

۱۱۔ وتروں میں دعا ر قنوت پڑھنا۔ () (۱۸۸)

۱۲۔ عید الفطر عید الاضحیٰ میں زائد تکبیرات کہنا۔

نماز کی سنتیں

(۱۶۰) ان سنتوں کا اہتمام ضروری ہے، لیکن اگر ان میں سے کوئی سنت بھولے سے چھوٹ جائے تو بغیر سجدہ سہو کے نماز ہو جائے گی۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا اور انگلیوں کو کھلا رکھنا۔

(دیکھیے نمبر ۸۸)

۲۔ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر ناف کے نیچے باندھنا۔ (دیکھیے نمبر ۸۹، ۹۰)

۳۔ ثنا (سبحانک اللہم.....) پڑھنا۔ (دیکھیے نمبر ۹۱)

۴۔ تعوذ و تسمیہ آہستہ پڑھنا۔ () (۹۲، ۹۳)

۵۔ آہستہ آواز سے آمین کہنا۔ () (۱۱۲)

۶۔ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے لیے تکبیر کہنا (دیکھیے نمبر ۱۳)

۷۔ رکوع اور سجدہ میں ۳ دفعہ تسبیح پڑھنا (دیکھیے نمبر ۱۳۳، ۱۳۶)

۸۔ رکوع میں گھٹنے کو پکڑنا، انگلیوں کو کھلا رکھنا۔ () (۱۳۲)

۹۔ امام کا سمع اللہ من حمدہ اور مقتدی کا ربنا لک الحمد کہنا، اور منفرد کے لئے دولوں

(دیکھیے نمبر ۱۳۴)

کا کہنا۔

- ۱۰۔ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا (قوسہ) (دیکھیے نمبر ۱۳۲)
- ۱۱۔ دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا (جلسہ) (دیکھیے نمبر ۱۳۹)
- ۱۲۔ قعدہ میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا۔ (دیکھیے نمبر ۱۴۱)
- ۱۳۔ آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا (دیکھیے نمبر ۱۴۵)
- ۱۴۔ آخری قعدہ میں درود شریف کے بعد دعا مانگنا (دیکھیے نمبر ۱۴۶)
- ۱۵۔ سلام کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا (دیکھیے نمبر ۱۴۷)
- ۱۶۔ سلام کے بعد تسبیحات ثلاثہ سبحان اللہ ۳۳، الحمد للہ ۳۳، اللہ اکبر ۳۴۔ (دیکھیے نمبر ۱۴۹)

مکروہات نماز

(۱۶۱) ایسے افعال جو نماز میں کرنا سخت ناپسندیدہ ہیں ان سے بچنا چاہیے۔ ذیل میں چند مکروہات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں عام لوگ مبتلا ہیں۔

مندرجہ بالا سنتوں میں سے کسی سنت کو چھوڑنا مکروہ ہے۔

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا

(۱۶۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ عَنِ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَتَخُطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ.

(مسلم: ابْنِ عَرَبٍ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خبردار۔ لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھانے سے رک جائیں، یا پھر ان کی بینائی کو اچک لیا جائے گا۔

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا

(۱۶۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِلْتِقَاتِ فِي الصَّلَاةِ
فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ
الْعَبْدِ - (بخاری: الْإِلْتِقَاتُ فِي الصَّلَاةِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ شیطان کا حصہ ہے جسے
وہ بندہ کی نماز میں سے اچک لیتا ہے۔

(۱۶۲) ایسی حالت میں نماز پڑھنا کہ توجہ منتشر ہو، دھیان کسی اور چیز کی طرف ہو

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ
وَلَا وَهُوَ يَدْفَعُ الْأَخْبَثَانِ -

(مسلم: بَابُ كِرَاصَةِ الصَّلَاةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”جب کھانا سامنے موجود ہو، تو نماز کامل نہیں ہوتی اور نہ
اس صورت میں جب وہ بیت الخلاء کی ضرورت محسوس کر رہا ہو۔

(۱۶۵) سجدہ میں کہنیوں کو بچھانا

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ
وَلَا يَبْسُطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ أَنْ يَسَاطَ الْكَلْبُ -

(بخاری: بَابُ لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُودِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں کہ سجدہ کو خشوع و خضوع
کے ساتھ ادا کرو اور تم میں سے کوئی بھی سجدہ میں اپنی کہنیوں کو کتے کی طرح نہ
بچھائے۔

۲۳۹
ایسی اشیا کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جس سے توجہ منتشر ہو

(۱۹۶)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هَذَا فَادْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ (عَامِرِ بْنِ حُذَيْفَةَ) وَأَتُوا بِابْنِ جَانِيَّتِهِ. (مسلم: كراهة الصلاة ثوباً له أعلام)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کپڑا لے کر نماز پڑھی جس پر نقش و نگار تھے۔ نماز کے بعد فرمایا یہ لے جا کر عامر بن حذیفہ کو دے دو کہ اس کے نقوش نے میری توجہ کو منتشر کر دیا۔ اور اس کا وہ موٹا کپڑا لاؤ جس پر نقش و نگار نہیں ہیں۔

کپڑے یا رومال وغیرہ کو بغیر باندھے یونہی لٹکا کر نماز پڑھنا

(۱۹۷)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السُّدُلِ فِي الصَّلَاةِ.

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَّةِ السُّدُلِ فِي الصَّلَاةِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا وغیرہ لٹکا کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

نیند کے غلبہ کے وقت نماز پڑھنا

(۱۹۸)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَفَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْفُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ يَجْسُ لَعَلَّ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ. (حَسَنٌ صَحِيحٌ) (ترمذی: الصَّلَاةُ عِنْدَ السُّعَاسِ)

۱۶۹ نماز کے لیے کسی خاص جگہ کا تعین کہ ہر حال میں وہیں نماز پڑھے

حضرت عبدالرحمنؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا "جلدی جلدی نماز پڑھنے سے (کوٹے کی طرح ٹھونگے مارنے سے) اور درندہ کی کھال بچھا کر نماز پڑھنے سے، اور اس سے کہ کوئی شخص مسجد میں نماز کی کوئی خاص جگہ مقرر کر لے جیسے کہ اونٹ (اپنے اصطلیل) میں ایک خاص جگہ مقرر کر لیتا ہے۔

۱۴۰ نماز باجماعت کی فضیلت و اہمیت

ارشاد ربانی ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ (البقرة ۴۳)

اور پابندی سے نماز ادا کرو اور جو لوگ ہمارے سامنے عبادت کے لیے جھکتے ہیں تم

بھی ان کے ساتھ جھکا کرو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَبَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً.

(مسلم: فَضْلُ الْجَبَاعَةِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز کا ثواب اکیلے نماز سے ستائیس گنا بڑھا ہوا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّحِيلِ فِي جَمَاعَةٍ تَضَعُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَسُوءِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ ضِعْمًا وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُحْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رَفَعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مَصَلَاةٍ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظَرَ الصَّلَاةَ.

(بخاری: بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَبَاعَةِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

” آدمی کی باجماعت نماز اس کی گھر اور بازار کی نماز سے پچیس گنا بڑھائی جاتی ہے چونکہ جب وہ خوب اچھی طرح وضو کرتا ہے۔ پھر مسجد کی طرف چلتا ہے اور اس کو مسجد کی

Website: <http://www.allimagestool.com>

طوفانِ نماز نہی کا واسطہ تو یہ ہے کہ جس کے بعد نماز کا ایک منانہ کی جائے اور اس کی ایک خطا معاف کی جاتی ہے۔ جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے تو فرشتے مسلسل اس کے لیے یہ دعا کرتے ہیں جب تک وہ مسجد میں رہتا ہے۔ اے خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما اور جب تک وہ نماز کی انتظار میں رہتا ہے اس کو نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

①۴۱ تارکِ جماعت آنحضورؐ کی نظر میں

عَنْ أَنَسٍ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَثْقَلَ صَلَاةٍ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُمَرَّ بِالصَّلَاةِ فَتَقَامُ ثُمَّ أُمَرَّ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالسَّائِسِ ثُمَّ انْطَلَقَ مَعِيَ بِرَجُلٍ مَعَهُمْ حَزْمٌ مِّنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ فَأَخْرَقْتُ عَلَيْهِمْ بِيُوتَهُمْ بِالسَّائِسِ.

(مسلم: فضلِ صلاۃ الجُمُعۃ والتَّشَدُّدُ فِي التَّخَلُّفِ عَنْهَا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقین پر عشاء اور فجر کی نماز سب سے بھاری ہوتی ہے اگر وہ ان کی فضیلت اور اجر و ثواب کو جان لیں تو ضرور شریک ہوں چاہے انھیں لڑکھڑاتے گھسٹتے ہوئے آنا پڑے میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ جماعت کھڑی کرنے کا حکم دے کر کسی کو نماز پڑھانے کے لیے مقرر کر دوں اور اپنے ساتھ کچھ آدمیوں کو لے کر جن کے پاس لکڑیوں کا ایندھن ہو ان لوگوں کی طرف چلوں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے، اور جا کر ان کے سمیت گھروں کو آگ سے جلا کر خاکستر کر دوں۔

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْوَمِ أَقْرَبُهُمْ كِتَابَ اللَّهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هَجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهَجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنًا وَلَا يُؤْمِنُ الرَّحْبُلُ وَالرَّحْبُلُ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدُنِي بَيْتُهُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ -

(مسلم: مَنْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی امامت ایسا شخص کرے جو قرآن کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو، اگر سارے برابر ہوں تو پھر جو شخص سنت کا زیادہ عالم ہو، اگر اس میں بھی برابر ہوں تو پھر جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو، اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو عمر میں سب سے بڑا شخص امامت کرے۔

اور کوئی شخص کسی کے گھر میں اس کی عزت کی جگہ پر بلا اجازت نہ بیٹھے۔

صف بندی

(۱۴۳) باجماعت نماز میں صفوں کو اہتمام کے ساتھ سیدھا کرنا اور رکھنا چاہیے۔ اس مضمون کی جملہ روایات کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ٹخنے، کندھے اور گردن ایک سیدھے میں ہونی چاہیے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ

مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ - (مسلم: تَسْوِيَةُ الصَّفِّ وَإِقَامَتُهَا)
حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو برابر کرو (سیدھا رکھو) چونکہ صفوں کی برابری نماز کو کامل بنانے کے لئے ضروری ہے۔

عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَتَسَوْنَ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجْهِكُمْ - (مسلم: تَسْوِيَةُ الصُّفُوفِ)

(بخاری: عِنْدَ الْإِقَامَةِ)
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ، اپنی صفوں کو درست کر لو یا پھر اللہ تعالیٰ تم میں باہمی اختلاف و انتشار ڈال دے گا۔

①۴۲ صف اول کی اہمیت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي السِّدِّاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ لَيَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهْمُوا عَلَيْهِ لَا يَسْتَهْمُوا..... الْحَدِيثُ. (مسلم: تَسْوِيَةُ الصُّفُوفِ وَإِقَامَتُهَا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو اذان دینے اور صف اول میں نماز پڑھنے کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے پھر اس کو حاصل کرنے کے لیے انھیں قرعہ اندازی کرنی پڑے تو قرعہ اندازی بھی کریں گے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّرًا فَمَالَ
تَقَدَّمُوا فَأَتَمُّوا بِي وَلَيَّا تَمَّ بِكُمْ مِّنْ بَعْدِكُمْ لَا يَزَالُ
قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُعَوِّضَهُمُ اللَّهُ.

(مسلم: تَسْوِيَةُ الصُّفُوفِ ...)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بعض صحابہ میں سستی اور تاخیر کے آثار دیکھے تو فرمایا آگے بڑھو اور میری مکمل اقتداء
کرو تا کہ تمہارے بعد والے تمہاری مکمل اقتداء کریں، جب بھی کوئی قوم پیچھے ہٹتی ہو
اللہ اسے پیچھے ہٹا دیتا ہے۔

(۱۷۵) امام کی اقتداء

دوران جماعت امام کی مکمل اتباع کرنی چاہیے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا سَرَعَ عَنْهُ فَجَعَلَ شِقْمَهُ الْيَمِينِ
فَصَلَّى صَلَاةً مِّنَ الصَّلَواتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَأَاهُ
فَعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِيَنَا
بِهِ فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا
وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَن حَمِدَهُ
فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

(بخاری: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِيَنَا بِهِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم گھوڑے سے گر پڑے۔ آپ کے دائیں طرف چوٹ لگی۔ آپ نے کوئی ایک
نماز بیٹھ کر پڑھائی، ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ نماز

ہوتے کو فرمایا امام اس لئے مقرر کیا لیا ہے کہ اس کی مکمل افتداری جائے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو جب وہ اٹھے تم بھی اٹھو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تم ربنا لک الحمد کہو۔

(ب) اقتدائے کرنے کی سزا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَمَّا يَخْشَى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ صُورَةَ حِمَارٍ (بخاری: ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی امام سے پہلے سر اٹھائے تو کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادیں یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنادیں۔

(۱۷۶) امام ہلکی نماز پڑھائے

امام کو چاہیے کہ باجماعت نماز میں مقتدیوں کا خیال رکھے۔ نماز ہلکی پڑھائے اتنی لمبی نہ کر لے کہ تھکاوٹ سے کتابٹ ہو جائے اور خشوع و خضوع جاتا رہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا مَّ أَحَدُكُمْ النَّاسَ فَلْيَخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَالْمَرِيضَ فَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَصِلْ كَيْفَ شَاءَ (مسلم: أَمْرُ الْأَيَّامَةِ بِتَخْفِيفِ الصَّلَاةِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرے تو نماز اسی پر رکھے چو کہ نمازیوں میں بچے، بوڑھے، کمزور، بیمار لوگ بھی ہوتے ہیں۔ البتہ جب اکیلا نماز پڑھے تو جیسے چاہے پڑھے۔

(۱۷۷) سترہ کا بیان

(۱) نماز پڑھتے شخص کے آگے سے گذرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ لہذا گذرنے والوں کو چاہیے کہ وہ نمازی کا خیال رکھیں۔ اسی طرح نماز پڑھنے والے کو بھی چاہیے کہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں سے گذرنے والوں کو پریشانی نہ ہو اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے، جس کی اونچائی ایک ہاتھ کے قریب ہو (تقریباً ایک فٹ) واضح رہے کہ باجماعت نمازیں امام کا سترہ سب کی طرف سے کافی ہے۔ پھر سترہ کی موجودگی میں اگر کوئی شخص سامنے سے گذر جائے تو گنہگار نہیں ہوگا۔

(ب) سترہ کی تشریح

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سِتْرَةِ الْبُصَيِّ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مُوْخَرَّةِ الرَّحْلِ.

(مسلم: سِتْرَةُ الْبُصَيِّ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا نمازی کے سترہ کی بابت تو آپ نے فرمایا۔ مُوْخَرَّةِ الرَّحْلِ کی طرح۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

”سترہ کی کم سے کم مقدار کجاہ کے، کیل جتنی ہوتی ہے جو کہ کلائی کی ہڈی اور بازو کے برابر ہوتا ہے اور اس طرح کی کوئی بھی چیز کھڑی کرنے سے یہ مقصد

حاصل ہو جائے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے سامنے سترہ گاڑ کے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (نووی شرح مسلم)

عَنْ بِنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْذُلُ إِلَى الْمِصْلِيِّ وَالْعَنْزَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ تَحْبِلُ وَتَنْصِبُ بِالْمِصْلِيِّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا۔

(بخاری: حبل العنزة بين يدي الإمام يوم العيد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ تشریف لے جاتے اور آپ کے آگے نیزہ بردار ہوتا، یہ نیزہ عید گاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا پھر آپ اس طرف نماز پڑھتے۔

(ج) سامنے سے گزرنے کی سزا

اگر نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو، پھر بھی کوئی شخص اس کے سامنے سے گزر جائے تو احادیث میں اس کی بابت سخت وعید آئی ہے۔

عَنْ أَبِي جَهْمٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارِبِينَ يَدَى الْمِصْلِيِّ مَا ذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَلْقَفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ۔ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِي أَقَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً (موطأ مالک الشَّيْخُ إِدْرِجِي أَنَّ يَمُرَّ أَحَدٌ)

حضرت ابو جہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازی کے سامنے سے گزرنے والا اگر جان لے کہ اس پر کتنی بڑی سزا ہے تو وہ اس کے سامنے سے گزرنے کی بجائے چالیس تک ٹھہرا رہتا، تو یہ بہتر تھا۔

ابو النضر کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں، آپ کی مراد چالیس دن تھی یا چالیس مہینہ

یا چالیس سال۔

قَالَ كَعْبُ الْأَحْبَارِ لَوْ يَعْلَمُ الْهَارِيُّ بِبَيْنِ يَدَيِ الْمُسْلِيِّ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَخْسِفَ بِهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُوتَ رَبِّينَ يَدِيهِ۔
(موطأ مالک...)

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس پر کتنی سخت سزا ہے تو اس کے بدلے اگر وہ زمین میں دھنس جائے تو اس کے سامنے سے گزرنے سے یہ بہتر ہے۔

رکعات نماز

(۱۷۸) ذیل میں ہم تمام نمازوں کی رکعات کا ایک تفصیلی نقشہ پیش کر رہے ہیں۔

(۱) نام نماز	فرائض	سنن مؤکدہ	سنن غیر مؤکدہ	نوافل واجب
فجر	۲	۲ پہلے	x	x
ظہر	۴	۴ پہلے ۲ بعد	x	۲ بعدیں
عصر	۴	x	۴ نماز سے پہلے	x
مغرب	۳	۲ بعدیں	x	۲ بعدیں
عشاء	۴	۲ بعدیں	۴ نماز سے پہلے	۲ وتر سے پہلے ۳ وتر ۲ کے بعد
جمعہ	۲	۴ پہلے ۶ بعد میں		۲ نفل بعد میں
عید الفطر، عید الاضحیٰ	x	x	x	x

فرائض: جن کا کرنا ضروری ہے اور چھوڑنا حرام ہے۔

(ب) واجب: جس کا کرنا ضروری ہے اور چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے۔

سنن مؤکدہ: جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلسل عمل رہا، ان کو چھوڑنا

گناہ ہے۔

سنن غیر مؤکدہ

جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر عمل رہا اور کبھی کبھار چھوڑنا بھی ثابت

ہے۔

نوافل :- جن کا پڑھنا باعث ثواب اور چھوڑنے پر گناہ نہیں ہے۔
ذیل میں مندرجہ بالا رکعات کی علیحدہ علیحدہ تشریح اور احادیث سے ان کی فضیلت

بیان کی جاتی ہے۔

سنن مؤکدہ

(۱۷۹)

عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ
عَشْرَةَ رُكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ، أَرْبَعًا قَبْلَ
الظُّهْرِ وَرُكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرُكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ
وَرُكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرُكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ صَلَاةَ
الْعَدَاةِ. (ترمذی: مَنْ صَلَّى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رُكْعَةً)

(رواہ مسلم مختصراً فضل السنن الراتبہ)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو شخص دن رات میں یہ بارہ رکعتیں پڑھے گا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا
(وہ یہ ہیں)

۴ ظہر سے پہلے اور ۲ ظہر کے بعد۔ ۲ مغرب کے بعد

۲ عشاء کے بعد ۲ فجر سے پہلے

ظہر کی رکعات

(۱۸۰) ۴ سنت، ۴ فرض، ۲ سنت، ۲ نفل

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدْعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكَعَتَيْنِ قَبْلَ

الْعِدَاةِ - (بخاری: الرُّكْعَتَانِ قَبْلَ الظُّهْرِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ

وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ - (صَحِيحٌ غَرِيبٌ)

(ترمذی: بَابُ آخِرُ مِنْ سُنَنِ الظُّهْرِ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے ظہر سے پہلے

کی چار رکعات اور ظہر کے بعد کی چار رکعات کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر

حرام کر دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت سے ظہر سے پہلے کی چار سنتیں

اور فجر سے پہلے کی دو سنتیں ثابت ہوئیں اور یہ سنن مؤکدہ ہیں چونکہ آپ نے

کبھی ان کو چھوڑا نہیں۔ جب کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں ظہر کے بعد

والی چار رکعات کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ دو رکعت سنت مؤکدہ کے علاوہ

یہ دو نفل ہیں۔

(ب) اگر ظہر کی پہلی چار سنتیں چھوٹ جائیں تو نماز کے بعد پڑھ لے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَمْ يَصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّى هُنَّ بَعْدَهَا

(ترمذی: بَابُ أَخْرَمِينَ سُنَنِ الظُّهْرِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ اگر ظہر سے پہلے چار رکعات نہ پڑھ سکتے تو نماز کے بعد پڑھ لیتے۔

عصر کی رکعات

۴ سنتیں، ۴ فرض

عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں بطور سنت غیر مؤکدہ پڑھی جاتی ہیں۔ اگر وقت کم ہو تو دو رکعتیں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اگر یہ چھوٹ جائیں تو گناہ نہیں ہوگا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا.

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کریں جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہے۔

مغرب کی رکعات (۱۸۲)

۳ فرض، ۲ سنتیں، ۲ نفل

عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ كَانُوا يَسْتَعِجُّونَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ

الْمَغْرِبِ. (مروزی: قِيَامُ اللَّيْلِ ص ۵۸)

حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مغرب کے بعد چار رکعات پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ نیز دیکھیے ۱۷۹ سنن مؤکدہ کے ذیل میں اس کا ذکر ہے۔

عشاء کی رکعات

(۱۸۳)

۴ سنتیں، ۴ فرض، ۲ سنتیں، ۲ نفل، ۳ وتر، ۲ نفل
عشاء کی نماز سے پہلے اگر وقت ہو تو ۴ رکعت پڑھ لے ورنہ دو رکعتیں ہی
پڑھ لیں اگر یہ چھوٹ جائیں تو گناہ نہیں ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ رَفَعَهُ: مَنْ صَلَّى قَبْلَ الْعِشَاءِ أَرْبَعًا كَانَ
كَأَنَّهُ تَلَجَّدَ مِنْ لَيْلَتِهِ، وَمَنْ صَلَّى بَعْدَ الْعِشَاءِ
كَبُثْلِهِنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدَرِ، وَأَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ
حَدِيثِ عَائِشَةَ مَوْفُوفًا وَأَخْرَجَهُ الدَّارِقُطْنِيُّ
وَالنِّسَائِيُّ مَوْفُوفًا عَلَى كَعْبٍ. (الدراية: ج ۱ ص ۱۹۸)

شارح بخاری علامہ ابن حجرؒ نے حضرت برادر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ”جس نے عشاء سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں
گویا اس نے رات کو تہجد پڑھی اور عشاء کے بعد چار رکعات پڑھنے والے کو شب قدر
میں چار رکعت پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ بیہقی نے اس روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے اور نسائی و دارقطنی نے حضرت کعبؓ سے نقل کیا ہے۔

(۱) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ كَأَلَوْا يَسْتَعِيبُونَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ

قَبْلَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ. (مروزی: قِيَامُ اللَّيْلِ ص ۵۸)

حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشاء کی نماز
سے پہلے چار رکعات کو مستحب سمجھتے ہیں۔

۱۔ نواب صدیق حسن خانؒ شرح بلوغ المرام میں نقل کرتے ہیں و پیش عشاء چہار رکعت مستحب است
(نیز لکھتے ہیں) و اما دور رکعت قبل عشاء فقط پس شامل است آن را حدیث بین کل اذانین صلوٰۃ

Website: <http://www.allimagestool.com>

(۲) عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا
سُئِلَتْ عَنْ صَلَوةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَرْجِعُ
إِلَى أَهْلِهِ فَيُصَلِّي أَرْبَعًا ثُمَّ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ.....

الحديث - (البوداؤد: بَابُ صَلَوةِ اللَّيْلِ)

ایمان والوں کی اماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی بابت تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے ساتھ عشاء
کی نماز پڑھ کر گھر آتے اور چار رکعتیں پڑھ کر بستر پر آرام فرماتے۔

(۳) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْرَبُ ثَلَاثَ يَمْرُوءٍ فِيهِ تَبَتُّ بِتَسْحِ
سُورَةٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ يَقْرَأُ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ ثَلَاثَ سُورٍ
أَخِزْرَهِنَّ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ.

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي الْوُتْدِ ثَلَاثًا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا
کرتے تھے اور ان میں آخر سے نو سورتیں پڑھتے، ہر رکعت میں تین سورتیں، جن
میں آخری سورۃ قل هو اللہ احد ہوتی تھی۔

(۴) عَنْ ابْنِ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ

نواب صدیق حسن مسک الختام ج ۱ ص ۵۲۵-۵۲۹ کہ عشاء سے پہلے چار رکعات مستحب

ہیں نیز عشاء سے قبل دو رکعات نماز پڑھنے کو بھی وہ حدیث شامل ہے جس کی رو سے اذان و اقامت
کے درمیان نفل نماز پڑھنے کی ترغیب ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً
يُصَلِّي ثَمَانِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يُوتِرُ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ
جَالِسٌ. (مسلم: صلاة الليل والوتر)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی بابت پوچھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ تیرہ
رکعتیں پڑھتے تھے پہلے آٹھ رکعت تہجد پڑھتے پھر تین وتر پڑھتے پھر دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے۔
روایت نمبر ۱ سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کے نزدیک عشاء سے پہلے چار
رکعات مستحب تھیں۔

روایت نمبر ۲ سے معلوم ہوا کہ آپ عشاء کے بعد ۴ رکعتیں پڑھتے، یہ ہوئے
۲ سنتیں ۲ نفل۔

روایت نمبر ۳ سے معلوم ہوا کہ آپ تین وتر پڑھتے تھے۔
روایت نمبر ۴ سے معلوم ہوا کہ تین وتر پڑھ کر پھر آپ دو نفل بیٹھ کر پڑھا
کرتے تھے۔

(۱۸۴) وتر میں چند اہم مسائل جن سے ہم تعرض کریں گے

(۱) وتر واجب ہے (۲) اگر چھوٹ جائیں تو بعد میں پڑھے (۳) کم از کم
دو تہین رکعات ہیں (۴) تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعا، قنوت پڑھی جاتی ہے
(۵) دعائے قنوت کے لیے تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھائے، پھر باندھ لے (۶) دو رکعتوں پر
بیٹھ، مگر سلام نہ پھیرے۔

(۱۸۵) وتر واجب ہے

عشاء کی نماز کے بعد سے فجر تک نماز وتر پڑھنا ضروری ہے جو شخص نہیں

پڑھے گا گنہگار ہوگا۔

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ أَنَّهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَكُمْ
بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ أَلَا تُرْجِعُ لَهُ
اللَّهُ لَكُمْ فِيهَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى أَنْ يَطْلُعَ
الْفَجْرُ رَقَالَ الْحَاكِمُ صَحِيحُ الْأَسْنَادِ: زَيْلَعِي

(ترمذی: بَابُ الْوُتْرِ)

حضرت خارجه بن حذافہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک ایسی
نماز کا اضافہ کیا ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور یہ وتر ہے
جن کا وقت عشاء اور فجر کے درمیان ہے۔

عَنْ بَرِيدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ
يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا» (صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ: زَيْلَعِي) (البوداؤد مَنْ لَمْ يُوْتِرْ)

حضرت بریدہ کے والد کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یہ فرماتے ہوئے سنا: وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ وتر حق ہے
جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے
نہیں۔

(۱۸۶) وتر چھوٹ جائیں تو قضا پڑھے

وتر پڑھنے کا وقت عشاء سے لے کر طلوع فجر تک ہے اور جو شخص تہجد کے

Website: <http://www.allimagestool.com>

یہاں تک کہ عشاء کے ساتھ ہی پڑھ لے، اگر کوئی شخص فجر تک وتر نہ پڑھ سکا تو قضا پڑھے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وَتْرَةٍ أَوْ نَسِيَهِ فَلْيُصَلِّهْ إِذَا ذَكَرَهُ.

(ابوداؤد: أَبَوَابُ الْوُتْرِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر پڑھے بغیر سو گیا یا بھول گیا تو جب یاد آئے ضرور پڑھے۔

وَفِي الْبَيْهَقِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وَتْرَةٍ أَوْ نَسِيَهِ فَلْيُصَلِّهْ إِذَا أَصْبَحَ أَوْ ذَكَرَهُ.

(سنن کبریٰ بیہقی: أَبَوَابُ الْوُتْرِ)

سنن بیہقی میں حضرت ابوسعید کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر پڑھے بغیر سو گیا وہ صبح کو پڑھے اور جو بھول گیا وہ یاد آنے پر پڑھے۔

عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعِبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَالْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَامِرٍ قَدْ أَوْتَرُوا بَعْدَ الْفَجْرِ.

(موطامالک: الْوُتْرُ بَعْدَ الْفَجْرِ)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں، انھیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ حضرت قاسم بن محمد اور

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بعد وتر پڑھے (یعنی بروقت نہ پڑھ سکے تو فجر کے بعد بطور

قضا پڑھے)

(۱۸۷) کم از کم وتر تین رکعات ہیں

نمازوں میں کوئی نماز بھی دو رکعتوں سے کم نہیں اس سے زائد ہے اس طرح وتر بھی کم از کم تین ہیں جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُنِي رَمَضَانَ
وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي
أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي
أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي
ثَلَاثًا. (مسلم: صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالْوُتْرِ)

حضرت ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان کی نماز کیا ہوتی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ (رمضان کی کیا خصوصیت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے۔ ان کے حسن اور لمبائی کی بابت کچھ نہ پوچھو پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان کے حسن اور لمبائی کی بابت بھی کچھ نہ پوچھو، پھر تین رکعتیں وتر کی پڑھتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأَوَّلَى مِنَ الْوُتْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ
وَسَبَّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا
الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ
(قَالَ الْعَلَمُ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ زَلَّيْ)

ترمذی: ما یقرء فی الوتر
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی
پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سبح اسم ربک الاعلیٰ، دوسری رکعت میں قل یا ایہا
الکافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ
ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ
صَلَاةِ الْفَجْرِ (نسائي: بَابُ الْوُتْرِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ رات تہجد کی آٹھ رکعات پڑھتے، پھر تین وتر پڑھتے
اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہؓ کو بھی تین وتر پسند تھے۔

وَالَّذِي اخْتَارَهُ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَنْ يَقْرَأَ
بِسَبَّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ
وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ مِنْ ذَلِكَ
بِسُورَةٍ (ترمذی)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرارِ محابہ کرام اور بعد میں آنے والے ہر وہابی علم کا پسندیدہ عمل یہ ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سج اسٹم ربک الاعلیٰ دوسری رکعت میں سورۃ کافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھی جائے۔
عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَا أَحَبُّ إِلَيَّ تَرَكْتُ الْوُتْرَ بِثَلَاثٍ وَأَنَّ لِي حُجْرًا نَعِيمًا۔

(موطا امام محمد: السَّلَامُ فِي الْوُتْرِ)

خليفة راشد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حجہ کو تین وتر چھوڑنے کے بدلے سرخ اونٹ بھی پیش کیے جائیں تو میں تین وتر نہیں چھوڑوں گا ان دلائل سے ثابت ہوا کہ نماز وتر تین رکعات ہیں۔ نیز تین رکعت وتر کے جواز پر تمام علماء امت کا اجماع ہے۔ جب کہ ایک رکعت وتر پڑھنے میں علماء امت کا اختلاف ہے بعض کے ہاں یہ صحیح نہیں، لہذا قوت دلائل کے ساتھ ساتھ احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تین رکعت وتر ہی پڑھے جائیں۔

تیسری رکعت میں دعائے قنوت (۱۸۸)

وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھے۔ دعا یہ ہے

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ
عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْحَمْدَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ
وَنَحْنُ لَكَ وَنَتْرُكَ مَنْ يَّفْعَلُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ
وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسُجُدُ وَالَيْكَ نَسْجُوْ وَنَعْبُدُ وَنَرْجُوْ
رَحْمَتَكَ وَنَخْشَىٰ عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ
مُلْحِقٌ۔

ملاحظہ ہو۔

عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ بَيْنَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عَلَى مُضَرٍ إِذْ جَاءَهُ
جَبْرِيلُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ أَسْكُتَ، فَسَكَتَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ
إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ سَبَابًا وَلَا لَعْنًا وَإِنَّمَا بَعَثَكَ
رَحْمَةً، وَلَمْ يَجْعَلْ عَذَابًا، لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ
شَيْءٌ أَوْ يُتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ
ثُمَّ عَلَّمَهُ هَذَا الْقُنُوتَ - اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغِيثُكَ
وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِي
عَلَيْكَ الْحَمْدَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَحْنُ لَكَ
وَنَتْرُكُكَ مَنْ يَفْجُرُكَ اللَّهُمَّ إِنَّا لَنَعْبُدُكَ
نُصَلِّي وَنُسَجِّدُ وَإِلَيْكَ نَسْجُو وَنَخْضَعُ وَنَرْجُو
رَحْمَتَكَ وَنَعْتَشِي عَذَابَكَ إِنَّا عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ
مُلْحِقُونَ - (وَقَدْ رَوَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ صَحِيحًا
مَوْصُولًا -

(سنن بیہقی، باب دعاء القنوت - مروزی: قیام اللیل ص ۲۳۲)

حضرت خالد بن ابی عمران کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
قبیلہ مضر کے لیے بدعا کر رہے تھے کہ اچانک حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور
خاموش ہونے کا اشارہ کیا، آپ خاموش ہو گئے۔ جبریل علیہ السلام کہنے لگے ”اللہ
تعالیٰ نے آپ کو گالی دینے والا اور لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ عذاب کے لیے نہیں بھیجا۔ آپ کے اختیار میں
اس قسم کے امور نہیں ہیں۔ اللہ چاہے تو انھیں توبہ کی توفیق دے یا ان کے ظلم کی

کی وجہ سے انہیں عذاب دے: یہ کہہ کر آپ کو یہ دعائے قنوت بتاتی۔

(ترجمہ) اے اللہ ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری اچھی تعریف کرتے ہیں، تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور ناشکری نہیں کرتے، جو شخص تیری نافرمانی کرتا ہے، ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اس سے الگ ہو جاتے ہیں، اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لیے نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری طرف دوڑتے ہیں اور تیری خدمت بجالاتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

(یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی سند متصل کے ساتھ نقل کی ہے)
عَنِ الْاَسْوَدِ صَحْبَتُ عُمَرَ سَيِّئَةً اَشْهَرَفَنَ كَانَ يَقْنَتُ
فِي الْوُتْرِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقْنَتُ فِي الْوُتْرِ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا
وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَجَبَ الْقُنُوتُ فِي الْوُتْرِ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ

مروزی: قیام اللیل ص ۲۲۵

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں چھ مہینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا وہ ہمیشہ وتر میں دعا قنوت پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی سال بھر دعا قنوت پڑھتے تھے۔ نیز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وتر میں دعا قنوت پڑھنا واجب ہے۔

عَنْ حَمَادٍ وَسُفْيَانَ إِذَا نَسِيَ الْقُنُوتَ فِي الْوُتْرِ فَعَلَيْهِ

سَعِدَتَا السَّهْوِ۔ (مروزی: قیام اللیل ص ۲۲۲)

حضرت حماد و سفیان فرماتے ہیں کہ جو شخص وتر میں دعا قنوت پڑھنا بھول جائے

تو وہ سجدہ سہو کرے۔

(۱۸۹) دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھے (سنت نبوی کی روشنی میں)

عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ
فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟
قَالَ قَبْلَهُ؛ قَالَ فَإِنْ فُلاَنًا أَحْبَبَ بَنِي عَنْكَ إِنَّكَ قُلْتَ
بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ كَذَبَ، إِنَّمَا قُنْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا..... الحديث
(بخاری: الْقُنُوتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ)

حضرت عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کی بابت
پوچھا؟ آپ نے فرمایا قنوت ثابت ہے، میں نے عرض کیا، رکوع سے پہلے یا بعد؟
آپ نے فرمایا، رکوع سے پہلے۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں نے مجھے آپ کی بابت بتایا
ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے؟ فرمایا اس نے جھوٹ کہا ہے۔ رکوع کے
بعد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مہینہ دعائے قنوت پڑھی ہے؟
ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ وَافَقَ عَاصِمٌ عَلَى رِوَايَتِهِ هَذَا عَبْدُ الْعَزِيزِ
بْنُ مَسْهَبٍ كَمَا فِي الْبَغَاذِيِّ بِلَفْظٍ سَأَلَ رَجُلٌ النَّسَائِيَّ
الْقُنُوتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ أَوْ عِنْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْفِرَاءَةِ
قَالَ بَلْ عِنْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْفِرَاءَةِ؛ وَقَالَ مَعْجُومٌ
مَا جَاءَ عَنْ أَنَسٍ فِي ذَلِكَ إِنَّ الْقُنُوتَ لِلْحَاجَةِ بَعْدَ
الرُّكُوعِ لِاحْتِلَافٍ عَنْهُ فِي ذَلِكَ أَمَّا بَغِيرُ الْعَاجِلِ
فَالصَّحِيحُ عَنْهُ أَنَّهُ قَبْلَ الرُّكُوعِ.

(فتح الباری: ص ۲۹۱ باب الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ)

حضرت عاصم کی یہ روایت کتاب المغازی میں عبد العزیز کی روایت کے مطابق ہے جس میں ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ دعا رقنوت رکوع کے بعد ہے یا قراءۃ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا بلکہ قراءۃ سے فارغ ہونے کے بعد۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت انس کی تمام روایات کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دعا رقنوت کسی خاص وجہ سے (دعا وغیرہ کے لیے) پڑھی جائے تو بالاتفاق وہ رکوع کے بعد ہے اور جو قنوت عام حالات میں پڑھی جائے تو حضرت انس سے صحیح طور پر یہی ثابت ہے کہ وہ رکوع سے پہلے ہے۔

عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يُؤْتِرُ قِيَمَتِ قَبْلِ الرُّكُوعِ۔

(ابن ماجہ: مَا جَاءَ فِي أَبْوَابِ الْوُتْرِ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے اور دعا رقنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

عمل صحابہ رضی اللہ عنہم

عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ، وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ) قَالَ الْحَافِظُ فِي الدِّرَایَةِ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ

وَرَوَى ذَلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْبَرَاءِ وَأَجِي مُوسَى وَالنَّسِ
وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ۔

(المغنی: مَسْأَلَةُ الْقُنُوتِ)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر

Website: <http://www.allimagestool.com>

۲۶۵
صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع سے قبل دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

اور یہی منقول ہے حضرت ابن عباس، حضرت برادر، حضرت ابو موسیٰ حضرت انس اور حضرت عمر بن عبدالغزیز رضی اللہ عنہم سے۔
دعاء قنوت کے لیے تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھائے پھر باندھ لے اور دعاء قنوت پڑھے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا قَنَتَ فِي الْوُتْرِ:

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۷۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نماز وتر میں دعاء قنوت سے پہلے رفع یدین کرتے تھے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَبَّرَ فِي الْقُنُوتِ حِينَ
فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَحِينَ رَكَعَ..... وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُكَبِّرُ فِي الْوُتْرِ إِذَا فَرَغَ
مِنْ قِرَائَتِهِ حِينَ يَقْنِتُ وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقُنُوتِ
وَعَنِ الْبَرَاءِ أَنَّهُ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ السُّورَةِ كَبَّرَ ثُمَّ
قَنَتَ وَعَنْ سُفْيَانَ كَأَنَّهُ سَمِعَ جَبْرَانَ أَنَّهُ تَمَشَّرَ فِي
الثَّالِثَةِ مِنَ الْوُتْرِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ثُمَّ تَكَبَّرَ
وَتَرَفَعَ يَدَيْكُمَا ثُمَّ تَقَنَّتْ.

(مروزی: قیام اللیل ص ۲۲۹ ض ۲۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے قنوت سے فارغ ہو کر
دعاء قنوت کے لیے تکبیر کہی پھر رکوع میں جلتے وقت تکبیر کہی اور حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہما نماز وتر میں قنوت سے فارغ ہو کر دعاء قنوت سے پہلے

اور دعا رقوت کے بعد تکبیر کہتے تھے اور حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ سورۃ پڑھ کر فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے اور حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پسند کرتے تھے کہ وتر کی تیسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھیں، پھر تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائیں اور قنوت پڑھیں۔

قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ: وَرَوَى رَفْعُ الْيَدَيْنِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَعُمَرَو ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

دعائے قنوت کے لیے رفع الیدین منقول ہے حضرت ابن مسعود حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے۔ (المغنی: مسألة القنوت)

قَالَ الطَّحَاوِيُّ وَأَمَّا التَّكْبِيرُ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ فَإِنَّهَا تَكْبِيرَةٌ زَائِدَةٌ فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ وَقَدْ أَجْمَعَ الَّذِينَ يَمْنُونُ قَبْلَ الرُّكُوعِ عَلَى الرَّفْعِ مَعَهَا.

(طحاوی: رفع الیدین عند رُویۃ البیت)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں اور وتر میں دعا رقنوت کی تکبیر تو زائد تکبیر ہے اور تمام وہ حضرات جو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے ہیں۔ ان کا اجماع ہے کہ تکبیر قنوت کے ساتھ ہاتھ اٹھائے جائیں۔

اب دوران نماز دعا کا اصول یہ ہے کہ جس رکن میں دعا کی جا رہی ہے۔ اسی رکن کی کیفیت پر رہتے ہوئے دعا کی جاتی ہے۔ جیسے قعدہ اخیرہ کے آخر میں دعا کی جاتی ہے۔ نیز جلسہ (سجدوں کے درمیان) میں دعا کی جاتی ہے، اسی طرح نفل نماز کے سجدوں میں اگر دعا کی جائے تو اسی کیفیت پر رہتے ہوئے دعا کی جائے گی۔ لہذا اتروں میں رکوع سے قبل جب قنوت پڑھی جائے گی تو ہاتھ باندھ

ہوئے پڑھی جائے گی۔

①۹۰ قعدہ اولیٰ اور سلام

دور کعتوں کے بعد بیٹھے اور تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا، پھر تین رکعتیں مکمل کر کے سلام پھیرے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ
لَا فَضْلَ فِيْهِنَّ۔ (زَادُ الْمَعَادِ ص ۱۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے تھے اور دوران وتر سلام نہیں پھرتے تھے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا فَضْلَ فِي الْوُتْرِ۔

(جامع البیہقی ج ۱ ص ۲۱۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وتر علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِي رُكْعَتَيِ الْوُتْرِ، (قَالَ الْحَاكِمُ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ
الشَّيْخَيْنِ: (زَيْلَعِي) (نسائی: كيف الوتر بثلاث)

حضرت سعد بن ہشام کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھرتے تھے۔

نَقَلَ ابْنُ الْعَصْبَرِ حَدِيثَ أَبِي بِنِ كَعْبٍ وَفِيهِ وَلَا يُسَلِّمُ
إِلَّا فِيْ آخِرِهِمْ وَثَبَّتَ عَنْ عُمَرَ أَنََّّهُ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَّهُمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عمل (۱۹۳)

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّصَارِيِّ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَالْإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَلَهُمْ يَكُنْ صَلَّي الرَّكْعَتَيْنِ فَصَلَّى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ الرَّكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْإِمَامِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَهُمْ - (صَحَّحَهُ النَّيْمِيُّ)

(اثر السنن ج ۲ ص ۳۳) (طحاوی الرجل یدخل المسجد والامام)

حضرت ابو عثمان النصارى کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے جب کہ امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا اور آپ نے دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں، تو پہلے انھوں نے دو رکعتیں پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہو کر فجر کی نماز پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل (۱۹۴)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ حَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ مِنْ بَيْتِهِ فَأَقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، وَهُوَ فِي الطَّرِيقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ -

(اسنادہ حسن) (طحاوی) الرجل یدخل المسجد والامام

محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے نکلے تو فجر کی نماز کھڑی ہو گئی، آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی دو رکعتیں پڑھیں پھر باجماعت نماز پڑھی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا عمل (۱۹۵)

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ

وَالنَّاسُ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَيُصَلُّ الرُّكْعَتَيْنِ
فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ
(طحاوی: الرَّجُلُ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ فجر کی نماز
کے لیے صفوں میں کھڑے تھے، آپ نے مسجد میں ایک طرف دو رکعتیں پڑھیں پھر
لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔

(۱۹۶) دور فاروقی میں صحابہ کا عمل

عَنْ أَبِي عُمَرَ الْيَهْدِيِّ قَالَ كُنَّا نَأْتِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ
قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ الرُّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ، وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ
فَنُصَلِّيَ الرُّكْعَتَيْنِ فِي آخِرِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ
الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ.

(طحاوی: الرَّجُلُ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ)

حضرت ابو عثمان مہدی فرماتے ہیں کہ ہم عمر بن الخطابؓ کے دور میں فجر سے
پہلے کی دو رکعتیں پڑھ بیٹھ کر آتے تھے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز
پڑھا رہے ہوتے ہم مسجد کے آخر میں دو رکعتیں پڑھ لیتے، پھر لوگوں کے ہمراہ
نماز میں شریک ہو جاتے۔

ان جلیل القدر حضرات صحابہ کے عمل سے معلوم ہوا کہ اگر نماز باجماعت
مل جائیگی تو جمع ہو کر مسجد میں ایک طرف سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہونا
بچا ہے۔

(۱۹۷) اگر سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہونا ممکن نہ ہو تو سنتیں چھوڑ دے اور جماعت
میں شریک ہو جائے، پھر حکم نبوی کے مطابق سورج نکلنے کے بعد ان سنتوں کی قضا

پڑھ لے۔ فجر کی نماز کے بعد یہ سیں نہ پڑھے، چونکہ بنی الہرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فجر کے بعد سے لے کر طلوع آفتاب تک نماز پڑھنے سے روکا ہے یہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يُصَلِّ رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ.

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي إِعَادَتِهِمَا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ) قال الحاكم صحيح على شرط الشيخين) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔

۱۔ مندرجہ بالا حدیث ابو ہریرہؓ سے صراحتاً معلوم ہو گیا کہ اگر فجر کی سنتیں چھوٹ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھی جائیں۔ لیکن بعض لوگ فجر کے فرائض سے فارغ ہوتے ہی پڑھ لیتے ہیں اور دلیل میں جو حدیث پیش کرتے ہیں وہ مرسل ہے جس کی سند ہی متصل نہیں ملاحظہ ہو۔

عَنْ قَيْسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَامَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِي أَصَلِّي فَقَالَ مَهْلًا يَا قَيْسُ أَصَلَّاتَانِ مَعًا؟ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَكُنْ رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ فَلَا أَذَنَ.

(ترمذی: مَا جَاءَ فِيهِ مِنْ تَفْوِثِهِ الرُّكْعَتَانِ)

حضرت قیس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے۔ میں نے آپ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ جانے لگے تو مجھے دیکھا کہ میں نماز پڑھنے لگا ہوں تو آپ نے فرمایا: قیس ذرا ٹھہرو، کیا دو نمازیں اکٹھی پڑھنے لگے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میری فجر کی دو رکعتیں

عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ فَأَتَتْهُ رُكْعَتَا الْفَجْرِ فَقَضَاهُمَا بَعْدَ أَنْ طَلَعَتِ

الشَّمْسُ - (موطأ مالک: مَا جَاءَ فِي رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انھیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما
کی فجر کی دو رکعتیں فوت ہو گئیں۔ تو آپؓ نے سورج نکلنے کے بعد انھیں قضا پڑھا۔

جمعہ کی فضیلت

(۱۹۸)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيهِ سَاعَةٌ
لَا يُؤَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يَصِلُ إِلَى سَأْلِ اللَّهِ شَيْئًا
إِلَّا أُعْطَاهُ - (مسلم: كِتَابُ الْجُمُعَةِ)

حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، اس میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس میں ایک
مسلمان جو نماز کا پابند ہو اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عطا فرمادیتے
ہیں

وہ گئی تھیں تو آپؐ نے فرمایا، "فَلَا اِذْنَ" پھر کوئی حرج نہیں۔

(۱) واضح رہے کہ خود امام ترمذیؒ اس روایت کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

"إِنَّمَا يُرَوَّى هَذَا الْحَدِيثُ مُرْسَلًا وَاسْنَادُهُ هَذَا الْحَدِيثُ
لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ وَمُعْتَبَدٌ لَّهُمْ يَسْمَعُ مِنْ قَيْسٍ -

کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند ہی متصل نہیں۔ چونکہ محمد بن ابراہیم نے قیس

سے کچھ نہیں سنا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْتِيَ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْسِلْ. (مسلم: كِتَابُ الْجُمُعَةِ)

حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم میں سے جب کوئی جمعہ پڑھنے کے لیے آئے تو اس کو غسل کر کے آنا چاہیے۔“
۲۰۰ جمعہ نہ پڑھنے کی سزا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى أَعْوَادٍ مِنْ بَرٍّ لَا يَنْتَهِيْنَ أَقْوَامٌ عَنْ رُذَائِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتَبِنَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونَنَّ مِنَ الْخَافِلِينَ.

(مسلم: التَّغْلِيظُ فِي تَرْكِ الْجُمُعَةِ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ منبر کی سیڑھیوں پر فرما رہے تھے۔ خبردار

اس دلیل میں دوسری کمزوری یہ ہے کہ اس میں فجر کے بعد سنتیں پڑھنے کا جواز صراحتاً معلوم نہیں ہوتا۔ چونکہ ارشاد نبویؐ ”فلا اذن“ کا دوسرا مفہوم ومعنی زیادہ واضح ہے کہ پھر بھی نہ پڑھو تو گویا یہ الفاظ سنتیں پڑھنے کا جواز اور عدم جواز دونوں کی دلیل بن سکتے ہیں، بلکہ دوسرا مفہوم اس لئے رائج ہے کہ وہ دیگر روایات کے مطابق ہے جیسا کہ روایت ابو ہریرہؓ میں صراحت ہے اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے روکا ہے۔

لوگ جمعہ چھوڑے سے رک جائیں یا پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر یہ لوگ عافین میں سے ہو جائیں گے۔

(۲۱) اذان جمعہ

پہلی اذان خطبہ شروع ہونے سے کچھ وقت پہلے دی جائے تاکہ لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں اور دوسری اذان مسنون عربی خطبہ سے پہلے دی جائے۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ يَقُولُ إِنَّ الْأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلَهُ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ خِلَافَةُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَثُرُوا أَمْرَ عُثْمَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّلَاثِ فَاذْنَ بِهِ عَلَى الزُّورَاءِ فَشَبَّ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ۔

(بخاری: التَّائِذِينَ عِنْدَ الْخُطْبَةِ)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر بیٹھتا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے (خطبہ سے پہلے) ایک اور اذان دینے کا حکم دیا، یہ اذان ایک اونچی جگہ پر دی جاتی تھی پھر اس اذان پر امت کا مسلسل عمل شروع ہو گیا۔

(۲۲) خطبہ مسنونہ

نماز جمعہ سے پہلے دو خطبے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت ہے۔ دونوں خطبوں کے درمیان چند لمحات کے لیے بیٹھنا چاہیے نیز دونوں خطبے عربی

Website: <http://www.allimagestool.com>

زبان میں پڑھنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ احادیث مبارکہ سے یہی ثابت ہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین تبع تابعین اور پوری امت اسلامیہ کا مسلسل عمل اسی پر ہے۔ اسی لئے یہ عربی خطبہ، خطبہ مسنونہ کہلاتے ہیں جمعہ کے موقع پر اس اجتماع کو غنیمت جانتے ہوئے اگر کوئی شخص مقامی زبان میں کسی اصلاحی و تعمیری موضوع پر تقریر کرنا چاہے تو کر لے، لیکن حدیث کی رو سے یہ تقریر خطبہ مسنونہ کا حصہ نہیں کہلائے گی۔ چونکہ خطبہ مسنونہ عربی میں ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:-

وعربی بودن نیز بجهت عمل مستمر مسلمین در مشارق
ومغرب با وجود آنکہ در بسیار از اقالم مخاطبان عجمی بودند
(مصطفیٰ شرح موطا ص ۱۵۴)

اور خطبہ جمعہ عربی زبان میں دینا سنت ہے چونکہ روز اول سے آج تک مشرق و مغرب کے تمام مسلمانوں کا مسلسل عمل یہی ہے، باوجودیکہ بہت سے علاقوں میں سامعین عجمی ہوتے تھے، مگر آج کل کے بعض غیر مقلدین ایک خطبہ مقامی زبان میں اور دوسرا عربی میں دیتے ہیں جو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ اور عمل صحابہ سے ثابت نہیں ہے۔ لہ

لہ واضح رہے کہ حضرات غیر مقلدین اپنے اس گروہی شعار کو مذہبی رنگ دینے کے لیے مختلف حیلے بہانے تراشتے ہیں مثلاً

(۱) خطبہ کا مقصد وعظ و نصیحت اور تذکیر ہوتا ہے۔ لہذا اگر سامعین عربی زبان نہ جانتے ہوں تو خطبہ کا یہ مقصد حاصل نہ ہوگا۔

تجزیہ (۲) اسلامی تعلیمات سب عرب و عجم کے لیے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

۴ سنت، ۲ فرض، ۶ سنت

جو شخص جمعہ کے لیے آئے یا تو گھر سے چار سنتیں پڑھ کر آئے یا خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لے، دوران خطبہ سنتیں نہ پڑھے بلکہ باادب ہو کر خطبہ کی طرف متوجہ رہے، پھر دو رکعت فرض نماز پڑھے جس میں امام بلند آواز سے قرات کرے نماز جمعہ کے بعد ۲ رکعتیں یا ۴ رکعتیں پڑھے چونکہ یہ تینوں عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور مختلف اوقات میں حالات کے مطابق آپ نے یہ رکعات ادا فرمائیں۔ بہتر یہ ہے کہ چھ رکعتیں پڑھ لے تاکہ تمام

اور حضرات صحابہؓ کو بھی اس بات کا علم تھا کہ ان کے بعض یا سب مخاطب عجمی ہیں پھر بھی انہوں نے جمعہ کے دنوں خطبے عربی میں دیئے، الغرض ایک خطبہ مقامی زبان اور دوسرا عربی زبان میں دینا حدیث شریف سے ثابت نہیں ہے، لہذا جو اصول خیر القرون میں غیر عربی خطبہ کا معیار نہیں بن سکا وہ آج کل غیر عربی خطبہ کا معیار دمدار کیوں کر بن سکتا ہے؟

(ب) مندرجہ بالا اصول قرآنی نقطہ نظر سے بھی صحیح نہیں ہے چونکہ قرآن کریم انسانیت کی راہ نمائی ہدایت اور موعظت و نصیحت کے لیے نازل ہوا۔

ارشاد ربانی ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَدْعَاكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ٥ یونس: ۵۷

گو یا قرآن کریم کا عربی میں ہونا اس کے موعظت و ہدایت کے لیے ہونے کے مستافی

نہیں لہذا خطبہ مسنونہ کا عربی میں ہونا بھی اس کے موعظت و نصیحت ہونے کے مستافی نہیں ہے۔

(ج) اگر مقامی زبانوں میں خطبہ دینے کی بنیاد یہ ٹھہرے کہ سامعین کو سمجھانا مقصود ہے

احادیث پر عمل ہو جائے اور چھ رکعتوں کا ثواب بھی مل جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ انْصَتَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَفُضِّلَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ - (مسلم: فَضْلٌ مَنِ اسْتَبَحَ وَانْصَتَ لِلْخُطْبَةِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غسل کیا پھر جمعہ کے لیے آیا، پھر جتنی نفل نماز اس کے مقدر میں تھی اس نے پڑھی پھر امام کے خطبے سے فارغ ہونے تک خاموش رہا، پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے دس دنوں کے گناہ صغیرہ معاف کر دیئے جائیں گے

تو پھر دونوں خطبے مقامی زبان میں دینے چاہئیں۔ جب کہ خود غیر مقلدین بھی ایک خطبہ مقامی زبان میں اور دوسرا عربی میں دیتے ہیں۔ آخر یہی اصول دوسرے عربی خطبے میں کیوں نہیں چلتا۔ اب یا تو یہ خود ساختہ اصول صحیح نہیں یا بالفرض اگر صحیح ہے تو غیر مقلدین اس پر بھی پورا عمل نہیں کرتے۔ (۲) اگر جمعہ پڑھانے والا شخص عربی میں خطبہ پڑھے ہی نہیں سکتا تو پھر اس مجبوری کے پیش نظر مقامی زبان میں خطبہ پڑھ لے۔ حضرات احناف کا رائج اور مفتی بہ مسلک بھی یہی ہے۔ واضح رہے کہ غیر مقلدین حضرات کو جب ایک خطبہ مقامی زبان میں اور دوسرا عربی میں پڑھنے کی کوئی دلیل قرآن و سنت و آثار صحابہ سے نہیں ملتی تو حضرات احناف کے اس مسلک کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

تجزیہ (۱) حضرات احناف کا رائج و مفتی بہ مسلک مجبوری کی حالت سے متعلق

ہے۔ یہی وجہ ہے تمام احناف کے ہاں دونوں مسنون خطبے عربی میں پڑھے جاتے ہیں۔ اب

Website: <http://www.alimagnetool.com>

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَهَا اَرْبَعًا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۲ ص ۱۳۱)

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نماز جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔

عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ۔ (مسلم، الصَّلَاةُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ)
 حضرت سالم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

غیر مقلدین اس سے کیونکر استدلال کر سکتے ہیں چونکہ ان کے ہاں مجبوری کا کوئی پہلو نہیں ہے اس لیے کہ ان کے خطیب دوسرے خطبہ عربی میں ہی پڑھتے ہیں۔ نیز غیر مقلدین کا موقف اس نقطہ نظر سے بھی مختلف ہے کہ وہ ایک خطبہ مقامی زبان میں اور دوسرا عربی میں پڑھتے ہیں۔ جب کہ احناف کے ہاں مجبوری کی حالت میں جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ دونوں خطبے مقامی زبان میں ہوں۔

(ب) حضرات احناف چونکہ حدیث پر عمل کرتے ہیں لہذا وہ سنت کے مطابق دونوں مسنون خطبے عربی میں پڑھتے ہیں اور اس موقع پر لوگوں کے اجتماع کے پیش نظر مقامی زبان میں کچھ تفسیر بھی کر لیتے ہیں لیکن اس تفسیر کو خطبہ مسنونہ قرار نہیں دیتے۔ اگر آج کے غیر مقلدین نے احناف کے مسلک کو ہی بنیاد بنایا ہے تو پھر انھیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے لیکن ان کا تو قصہ ہی نرالا ہے وہ اپنی پنجابی اردو کی تفسیر کو پہلا مسنون خطبہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ پیارے نبی کی پیاری سنت میں تو پہلا اور دوسرا ہر دو خطبے عربی میں ہوتے تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی دونوں مسنون خطبے مسنون زبان میں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ
فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا (مسلم، الصَّلَاةُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جب کوئی جمعہ پڑھے تو اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔

عَنْ عَطَاءٍ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُمُصِلِي
بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَيَنْحَازُ عَنْ مُصَلَاةِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ
الْجُمُعَةَ قَلِيلًا غَيْرَ كَثِيرٍ، قَالَ فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ
قَالَ ثُمَّ يَبْضِي النَفْسَ مِنْ ذَلِكَ فَيَرْكَعُ أَرْبَعَ
رَكَعَاتٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ كُمْ رَأَيْتُ بَنَ عُمَرَ يَصْنَعُ
ذَلِكَ؟ قَالَ مَرَارًا. (ابوداؤد، الصَّلَاةُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ)
حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ انھوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جمعہ کے
بعد نماز پڑھتے دیکھا کہ جس مصلے پر آپ نے جمعہ پڑھا ہے اس سے تھوڑا سا
ہٹ جاتے تھے۔ پھر دو رکعتیں پڑھتے، پھر چار رکعتیں پڑھتے تھے۔
میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ آپ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کتنی دفعہ
ایسا کرتے دیکھا۔ انھوں نے فرمایا کہ بہت دفعہ۔

الغرض، روایت نمبر ۱ اور نمبر ۲ سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی ان بابرکت گھڑیوں
میں جتنی زیادہ سے زیادہ نماز پڑھ سکے پڑھے۔ لہذا خطبہ شروع ہونے سے پہلے
کم از کم چار رکعات پڑھ ہی لے۔

روایت نمبر ۳ میں جمعہ کے بعد دو رکعت

روایت نمبر ۴ میں چار رکعت اور

علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

اسی لیے ابن تیمیہ فرماتے ہیں:-

وَصَحَّ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا
بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا، وَرُويَ سِتُّ رَكَعَاتٍ
عَنْ طَائِفَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ -

(مختصر: فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۷۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
جمعہ کے بعد چار رکعات پڑھنی چاہئیں اور حضرات صحابہ کرامؓ سے چھ رکعات بھی
منقول ہیں۔

۲۰۴ نماز جمعہ میں مسنون قنوت

عَنْ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ اسْتَحْلَفَ مَرْوَانَ أَبَا هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمَدِينَةِ وَخَرَجَ إِلَى مَكَّةَ،
فَصَلَّى لَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْجُمُعَةَ فَقَرَأَ بَعْدَ سُورَةِ
الْجُمُعَةِ فِي الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ إِذْ جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ
قَالَ فَأَذْرَكْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ حِينَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهُ
إِنَّكَ قَرَأْتَ بِسُورَتَيْنِ كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَقْرَأُ
بِهِمَا بِالْكُوفَةِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ
بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ - (مسلم: مَا يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ)

ابورافع کے صاحبزادہ کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

Website: <http://www.allimagestool.com>

کو مدینہ منورہ میں نائب بنایا اور خود مکہ مکرمہ چلا گیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے جمعہ پڑھایا آپ نے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون پڑھی نماز سے فراغت کے بعد میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کوفہ میں یہی دو سورتیں پڑھتے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ جمعہ میں دو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَتَبَ الصَّحَابُ
بْنُ قَيْسٍ إِلَى النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ لِيَسْأَلَهُ أَيُّ شَيْءٍ قَرَأَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ هَلْ أَتَاكَ -

(مسلم: مَا يَقْرَأُ نِي يَوْمَ الْجُمُعَةِ)
حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے نعمان بن بشیر سے تحریری طور پر پوچھا کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سورہ جمعہ کے علاوہ اور) کون سی سورہ پڑھا کرتے تھے؟ تو آپ نے بتایا کہ پھر وہ سورہ ہل اتاک پڑھا کرتے تھے۔

نماز تراویح

②.۵ تراویح کی تعریف

قَالَ بَنُ حَبْرٍ رَحِمَهُ: التَّارَويحُ جَمْعُ تَرَوِيحَةٍ وَهِيَ
الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ، كَتَسْلِيمَةٍ مِنَ السَّلَامِ
سَبَّحْتَ الصَّلَاةَ فِي الْجَمَاعَةِ فِي لَيْلِي رَمَضَانَ التَّارَويحِ
لَإِنَّهُمْ أَوَّلُ مَا اجْتَبَعُوا عَلَيْهَا كَانُوا يَسْتَرِيحُونَ بَيْنَ

كُلِّ تَسْلِيَتَيْنِ - (فتح الباری: كِتَابُ صَلَاةِ التَّارَوِيحِ)
 تراویح ترویجہ کی جمع ہے اور ترویجہ بمعنی ایک دفعہ آرام کرنا، جیسے تسلیتہ
 بمعنی ایک دفعہ سلام پھیرنا اور رمضان کے راتوں میں باجماعت نماز کو تراویح کہا
 جاتا ہے اس مناسبت سے کہ ابتدائے شب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق اس امر
 پر ہو گیا تو وہ ہر دو سلاموں کے بعد (چار رکعت کے بعد) کچھ آرام کرتے تھے۔ (واضح
 رہے کہ خود تراویح کا صیغہ بتلا رہا ہے کہ تراویح کی رکعات آٹھ سے زائد ہیں چونکہ
 چار رکعت، ایک ترویجہ اور آٹھ رکعت ترویجہ تین بارہ اور اس سے زائد رکعات تراویح
 نماز تراویح عہد نبوی میں (۲۶)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلَّى
 بِصَلَاتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَاكْتَرَأَ النَّاسُ
 ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ
 يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ، فَلَمْ يَمْنَعْنِي
 مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقْرِمَ عَلَيَّكُمْ
 قَالَ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ -

(مسلم: التَّارَوِيحُ فِي صَلَاةِ التَّارَوِيحِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی، لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز
 پڑھی۔ پھر دوسری رات کی نماز میں شرکاء زیادہ ہو گئے، تیسری یا چوتھی رات آپ
 نماز تراویح کے لیے مسجد میں تشریف نہ لائے اور صبح کو فرمایا میں نے تمہارا شوق

۲۸۴
 Website: <http://www.allimageetool.com>
 دیکھ لیا اور میں اسی ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں یہ نہ سارم پر رمضان میں فرض
 نہ کر دی جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْغَبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ
 غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزَائِمَةٍ فَيَقُولُ مَنْ قَامَ
 رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
 فَتُوبِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ
 عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُ عَلَى ذَلِكَ۔

(مسلم: التَّحْفَةُ فِي صَلَاةِ التَّوَارِيخِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام
 رمضان کی ترغیب دیتے و جوہ کا حکم نہیں۔ آپ فرماتے: جو شخص رمضان کی راتوں
 میں نماز تراویح پڑھے اور وہ ایمان کے دوسرے تقاضوں کو بھی پورا کر رہا ہو اور
 ثواب کی نیت سے یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیں گے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہی عمل رہا دور صدیقی اور ابتداء عہد
 فاروقی میں بھی یہی عمل رہا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین
 دفعہ مسجد میں آکر باجماعت تراویح پڑھی۔

(۲) پورا رمضان تراویح پڑھنا باعث اجر و ثواب و مغفرت ہے۔

(۳) نماز تراویح کی تعداد مقرر نہیں فرمائی۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وَمَنْ ظَنَّ أَنَّ قِيَامَ رَمَضَانَ فِيهِ عَدَدٌ مُسَوِّتٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَادُ فِيهِ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ

فَمَذْأَخُطَاءُ۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ مصریہ ج ۲ ص ۴۱)

جس شخص کا یہ خیال ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی کوئی تعداد مقرر کی ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی تو وہ غلطی پر ہے۔

خود علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وَالْحَاصِلُ أَنَّ الذِّحَى دَلَّتْ عَلَيْهِ أَحَادِيثُ الْبَابِ وَمَا يَشَأُ بِهَا هُوَ مَشْرُوعِيَّةُ الْقِيَامِ فِي رَمَضَانَ، وَالصَّلَاةُ فِيهِ جَمَاعَةٌ وَفُرَادَى فَقَصْدُ الصَّلَاةِ الْمُسَهَّلَةِ بِالتَّرَاوِيحِ عَلَى عَدَدِ مُعَيَّنٍ وَتَخْصِيصِهَا بِمِرَاءَةٍ مَحْصُوصَةٍ لَمْ يَرِدْ بِهِ سُنَّةٌ۔

(نیل الأوطار، ج ۳ ص ۶۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسئلہ تراویح کی تمام روایات میں نماز تراویح، ان کا باجماعت یا تنہا پڑھنا تو ثابت ہے لیکن خاص نماز تراویح کی تعداد اور اس میں قرات کی تعیین آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔

نماز تراویح خلافت راشدہ میں

②۰۷ عہد صدیقی کا معمول حسب سابق رہا اور لوگ اپنے طور پر عبادت کرتے رہے

②۰۸ دور فاروقی۔ رمضان کی تمام راتوں میں عشاء کے فرائض کے بعد وتروں

سے پہلے باجماعت نماز تراویح میں قرآن مکمل کرنے کا باضابطہ سلسلہ عہد فاروقی

میں شروع ہوا اور بیس رکعت تراویح پر رکھی جائے لگین اور حضرات صحابہؓ اے اسی کیفیت پر اسی تعداد میں تراویح پڑھیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اسلاف صحابہ اسلاف تابعین واسلاف فقہار امت کا بھی یہی معمول رہا اور حریم شریفین میں آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے، چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی ترغیب تو دی، لیکن ان سب تفصیلات کی وضاحت نہ فرمائی، تاکہ یہ فرض نہ ہو جائیں۔ اس لیے مزاج شناس رسالتؐ لو کان بعدی نبیاً لکان عمرضی نے انصار و مہاجرین صحابہ کے مشورے سے اس محبوب و مرغوب عمل کو باضابطہ شکل دی چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد اب فرضیت کا خطرہ نہ تھا۔

اس سب کے باوجود اس مقدس و بابرکت مہینہ میں بعض لوگ کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور صرف آٹھ رکعتوں پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں، مزید یہ کہ اپنے اس عمل

لے واضح رہے کہ ۱۲۸۴ھ میں مشہور غیر مقلد عالم مفتی محمد حسین بٹالویؒ نے پہلی دفعہ باضابطہ طور پر یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ آٹھ رکعات تراویح سنت اور بیس تراویح بدعت ہیں۔ اس انوکھے فتوے سے مسلمانان ہند میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ علمائے اہل سنت نے اس کے رد میں بہت کچھ لکھا حتیٰ کہ ۱۲۹۰ھ مشہور غیر مقلد بزرگ عالم مولانا غلام رسول صاحب قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ نے بھی اس فتوے کا رد لکھا، وہ اس فتوے کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مطابق جس میں آتا ہے کہ تم میں سے ہرگز کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے ہاں باپ اولاد تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ ہم آپ کے خلفاء راشدینؓ کی سنت کی پیروی بھی کریں اور آپ کے ارشاد گرامی کہ ان کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کو ڈاڑھوں سے مضبوط کرو، کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں نہ یہ کہ کم ہمتی کی وجہ سے صرف

Website: <http://www.allimagestool.com>

رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مقرر ہوئی۔ یہ عجیب نرالی منطق ہے کہ عہد فاروقی میں تراویح کی کیفیت تو قابل قبول ہو لیکن تعداد محل نظر؟ چونکہ

(۱) پورا رمضان تراویح پڑھنا۔
 (۲) تراویح کا مستقل باجماعت پڑھنا۔
 (۳) بیس رکعت تراویح پڑھنا۔
 (۴) رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا

آخر یہ سب کچھ عہد فاروقی میں شروع ہوا۔ ملاحظہ ہو۔

گیارہ رکعات پر اکتفا کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرامؓ کے عمل کو بدعت قرار دیں اور ان کے اجماع پر طعن کریں اور تیئیس رکعات پڑھنے والوں پر فعل مشرکین اور اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرنے کی چوٹ کریں اور اس باب میں ہماری پہلی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہیں کہ فضائل اعمال میں ان پر عمل کرنا اجماعی امر ہے اور دوسری دلیل حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور سے لے کر اس وقت تک مشرق و مغرب میں جاری ہے کہ وہ تیئیس رکعت ہی پڑھتے رہے ہیں بخلاف اس خالی مفتی (بٹالوی) کے کہ وہ اس عمل کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور حد سے تجاوز کرتا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ یہ مفتی سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے والوں کے عمل کو بدعت کہتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حضرات صحابہؓ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور مشرق و مغرب کے علماء کی بہت بڑی جماعت کو مخالف سنت قرار دیتا ہے، بلکہ اس مفتی نے بات یہاں تک پہنچا دی ہے کہ ان حضرات کے اس عمل کو تعریضاً مشرکین کا فعل کہتا ہے اور ان کو اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کا عامل مسترار دیتا ہے۔

غلام رسول۔ رسالہ تراویح ص ۲۸، ۲۹

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ
 بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ
 فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ
 وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطِ، فَقَالَ عُمَرُ
 وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَانِي لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِيٍّ وَاحِدٍ
 لَّكَانَ أَمْثَلُ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ، قَالَ ثُمَّ
 خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةَ الْاُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ
 قَارِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ الَّتِي
 أَشْهَدُ أَنَّهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي تَقُومُونَ بِعَيْنِي الْخَرِ
 اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ.

(موطأ مالک: مَا جَاءَ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ)

حضرت عبد الرحمن قاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رمضان
 میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ لوگ مختلف گروپوں میں علیحدہ علیحدہ نماز تراویح پڑھ رہے ہیں
 کوئی تو اکیلا پڑھ رہا ہے اور کسی کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں۔ اس پر
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا میرا خیال ہے کہ اگر ان سب کو ایک امام کی
 اقتداء میں جمع کر دیا جائے تو بہت اچھا ہے اور سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ
 عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا۔

حضرت عبد الرحمن قاری فرماتے ہیں کہ پھر جب ہم دوسرے دن نکلے اور دیکھا کہ
 سب لوگ ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کر رہے ہیں تو حضرت عمر
 فرمایا: ”یہ بڑا اچھا طریقہ ہے“ اور مزید فرمایا کہ ابھی تم رات کے جس آخری حصہ میں
 سو جاتے ہو وہ اس وقت سے بھی بہتر ہے جس کو تم نماز میں کھڑے ہو کر گزارتے

۲۸۹
ہو۔ آپ کا مقصد اس آخری حصہ کی اہمیت بدلانا تھا اور رات کا ابتدائی حصہ لوگوں پہلے ہی نماز میں گزارتے تھے۔

عَنْ يَزِيدِ بْنِ رُوْمَانَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ
فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ
بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رُكْعَةً

(موطأ مالک: مَا جَاءَ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ)

لہ
عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ أَنَّهُ قَالَ أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
أَبِي بَنْ كَعْبٍ وَتَبِيْمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِأَحَدِي عَشْرَةَ
رُكْعَةً..... الخ

اس روایت کی بنیاد پر بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ حضرت عمرؓ نے گیارہ رکعت تراویح کا حکم دیا حالانکہ خود اس روایت کی کیفیت یہ ہے کہ:-

۱- یہ حدیث تین طرح سے منقول ہے، ایک میں اکیس کا ذکر ہے۔ دوسری میں گیارہ کا تیسری میں تیرہ کا، ظاہر ہے کہ اس میں سے صحیح تو ایک قول ہے اور وہ موطا کی شرح میں زرقانی نے نقل کیا ہے:- "قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ رَوَى عَنْ مَالِكٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدُ وَعِشْرُونَ وَهُوَ الصَّحِيحُ".

کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے راویوں نے حضرت سائب کی اسی روایت میں اکیس تراویح کا ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

۲- ظاہر ہے کہ جب ایک ہی روایت میں تین الفاظ منقول ہیں اور ایک صحیح ہے تو باقی غلط ہوں گے۔

ابن عبد البر نے اس کی بھی توضیح و تعیین کر دی فرماتے ہیں۔

حضرت یزید بن رومان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں
حضرات صحابہ بیس رکعت ادا فرماتے تھے۔

رَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ كُنَّا
نَقُومُ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرَيْنِ رَكْعَةً وَالْوُسْثِ.

(اسنادہ صحیح)

(زیلعی: نصب الرأیة ج ۲ ص ۱۵۴)

بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں نقل کیا ہے حضرت سائب بن یزید فرماتے
ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہم بیس رکعت تراویح
اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

امام ابن تیمیہ کی تحقیق فَلَمَّا جَمَعَهُمْ عُمَرُ عَلَى ابْنِ بَنِي كَعْبٍ كَانَ
يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرَيْنِ رَكْعَةً ثُمَّ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ۔

(الفتاویٰ المصریة ج ۲ ص ۴۰۱)

إِلَّا أَنَّ الْأَغْلَبَ عِنْدِي أَنَّ قَوْلَهُ إِحْدَى عَشْرَةَ وَهُمْ

(زرقاتی شرح موطاء ج ۱ ص ۳۵۴، قیام رمضان)

کہ میرے نزدیک زیادہ غالب یہی ہے کہ گیارہ کا ذکر وہم کی بنا پر ہوا ہے۔

(۳) حضرت سائب کی بیہقی والی روایت میں بیس رکعات تراویح کا ذکر ہے جو قریب ہے
کہ حضرت سائب کی بیس تراویح والی روایت صحیح ہے۔

(۴) بیہقی نے معرفۃ میں خود حضرت سائب کا جو عمل نقل کیا ہے اس میں بھی بیس تراویح
پڑھنے کا ذکر ہے۔ اگر گیارہ والی روایت صحیح ہوتی تو وہ بھی گیارہ ہی پڑھتے، لہذا ان کا عمل بھی
اس بات کا قریب ہے کہ بیس تراویح والی روایت ہی صحیح ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیا تو وہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

كَأَمَّا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَمَعَهُمْ عَلَى إِمَامٍ
وَاحِدٍ وَهُوَ أَبِي بَنْ كَعْبٍ الَّذِي جَمَعَ النَّاسَ عَلَيْهِ بِأَمْرِ
عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعُمَرُ هُوَ مِنْ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ
حَيْثُ يَقُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي
وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيِّينَ مَنْ بَعْدِي
عَصَوْا عَلَيَّهَا بِالنَّوَاجِذِ عَنِي الْأَضْرَاسُ لِأَنَّهُمْ
أَعْظَمُوا فِي الْقُوَّةِ وَهَذَا الَّذِي فَعَلَهُ هُوَ سُنَّةٌ

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۲۳۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب صحابہؓ کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کی بابت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو اور اسی کو ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ آنجنابؓ نے ڈاڑھوں کا ذکر اسی لئے کیا کہ ڈاڑھوں کی گرفت مضبوط ہوتی ہے۔ الغرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام عین سنت ہے

(۲۰۹) عہد عثمانیؓ: خلیفہ راشد حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں بھی بیس تراویح کا معمول رہا۔

عَنْ سَائِبِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ
عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً
وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْمَعِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّلُونَ عَلَى عَصِيهِمْ

فِي عَهْدِ عُثْمَانَ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ - (رَجَالُهُ ثِقَاتٌ: أَنَا السُّنَنِ)

(بیہقی: عَدَدُ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي رَمَضَانَ)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرات صحابہ رمضان میں بیس رکعات پڑھتے تھے۔ اور ایک سو سے زائد آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں تو بعض لوگ شدت قیام کی وجہ سے لاکھٹیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

(۲۱۰) عہد علیؑ: خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے مبارک دور خلافت میں بیس تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ دَعَا الْمُرَاءَةَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانَ عَلَى يُوتِرُ بِهِمْ -

(بیہقی: عَدَدُ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ فِي رَمَضَانَ)

حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قسراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے عبدالرحمن کہتے ہیں کہ وتر حضرت علیؑ پڑھاتے تھے۔

عَنْ شَيْتِيرِ بْنِ شَكْلٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَوْمُهُمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ -

(قَالَ الْبَيْهَقِيُّ وَفِي ذَلِكَ قَوْلُهُ) (بَيْهَقِيُّ: عَدَدُ رَكَعَاتِ الْقِيَامِ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے حضرت شتیر بن شکل رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(۲۱۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے ساتھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیس تراویح پڑھا کرتے تھے۔

قَالَ الْأَعْمَشُ كَانَ (ابْنُ مَسْعُودٍ) يُصَلِّي عِشْرِينَ رُكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ۔ مروزی: قِيَامُ اللَّيْلِ ۱۵۷
حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھنے کا تھا۔

(۲۱۲) جمہور صحابہؓ اور اہل مکہ کا عمل: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى مَا رَوَى عَنْ عَلِيٍّ وَعُمَرُ وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِينَ رُكْعَةً، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَهَكَذَا أَذْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِهَكَّةَ يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رُكْعَةً۔

(ترمذی: مَا جَاءَ فِي قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ)

کہ جمہور اہل علم کا مسلک وہی ہے جو حضرت علیؓ و عمرؓ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ حضرت سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل مکہ کو بیس رکعات پڑھتے دیکھا۔

واضح رہے کہ جمہور کے علاوہ بعض حضرات مدینہ منورہ میں اکتالیس رکعات تراویح پڑھتے تھے جیسا کہ ترمذی نے بھی نقل کیا ہے جس کا پس منظر حضرت داؤد بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت کے حاشیہ میں ملاحظہ ہو کہ وہ بھی بنیادی طور پر بیس رکعات

ہی پڑھتے تھے۔ بہر حال امام ترمذی نے کبھی اہل مکہ و اہل مدینہ میں سے آٹھ تراویح پر کسی کا عمل نقل نہیں کیا۔

۲۱۳) اجماع اسلاف امت

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم و فقہاء امت رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ رمضان میں بیس تراویح سنت ہے۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں۔
وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ أَحْمَدَ فِيهَا عِشْرُونَ رَكْعَةً وَبِهَذَا
قَالَ الثَّوْرِيُّ وَاسْتَدَلَّ بِأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا
جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً
وَرِوَايَةُ مَالِكٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُوْمَانَ (كَمَا مَرَّ)
وَرِوَايَةُ عَلِيٍّ (كَمَا مَرَّ) وَيَقُولُ، وَهَذَا كَالْإِجْمَاعِ،
وَمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْعَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَوْ فِي وَاحِقٍ أَنْ يَتَّبِعَ.

(ملخص: المغنی، ج ۲ ط ۱۳ ص ۱۳۰ صلوٰۃ التراويح)

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پسندیدہ عمل بیس رکعات کا ہے اور حضرت ثوری بھی یہی کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا تو وہ بیس رکعات پڑھتے تھے نیز حضرت امام احمد کا استدلال حضرت یزید و علی رضی اللہ عنہ کی روایات سے ہے ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ جس چیز پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ عمل پیرا رہے ہوں۔ وہی اتباع کے لائق ہے۔

رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ عَنْ طَرِيقِ عَطَاءٍ قَالَ أَذْرَكْتُهُمْ
فِي رَمَضَانَ يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوُسْثُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ
(مروزی: قیام اللیل ص ۱۵)

محمد بن نصر لھل کرتے ہیں کہ حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرات صحابہ کو
رمضان میں بیس تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے ہوئے پایا۔

علامہ نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:-

وَالْمُرَادُ بِقِيَامِ رَمَضَانَ صَلَوةُ التَّارَوِيحِ، وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ
عَلَى اسْتِحْبَابِهَا وَاخْتَلَفُوا أَنَّ الْأَفْضَلَ صَلَوتُهَا مُنْفَرِدًا
فِي بَيْتِهِ أَمْ فِي جَمَاعَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْبُخَارِيُّ
حَنِيفَةً وَأَحْمَدُ وَبَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ «وَعَيْرُهُمْ» الْأَفْضَلُ
صَلَوتُهَا جَمَاعَةً كَمَا فَعَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَالصَّعْبَانَةُ
وَاسْتَبْرَأَ عَمَلُ الْمُسْلِمِينَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ مِنَ الشَّعَائِرِ
الظَّاهِرَةِ.

(شرح مسلم للنووی، ملخص: التَّغْيِيبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ)

کہ قیام رمضان سے مراد تراویح ہے اور تمام علماء متفق ہیں کہ یہ نماز اللہ
تعالیٰ کو محبوب ہے البتہ اس میں کچھ اختلاف ہے کہ گھر میں اکیلا پڑھنا بہتر ہے یا
مسجد میں باجماعت؟ تو امام شافعیؒ والبخاریؒ و احمدؒ بعض مالکیہ اور دیگر حضرات فرماتے
ہیں کہ باجماعت پڑھنا بہتر ہے چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرات صحابہ رضی اللہ
عنہم نے ایسا ہی کیا اور اس پر مسلمانوں کا مسلسل عمل جاری ہے۔ حتیٰ کہ یہ مسلمانوں کی
ظاہری علامات میں سے ایک علامت ہے۔

نیز علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:-

إِعْلَمُوا أَنَّ صَلَوةَ التَّارَوِيحِ سُنَّةٌ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ وَهِيَ
عِشْرُونَ رُكْعَةً يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رُكْعَتَيْنِ. (الذَّكَارِيُّ)

جان لو کہ نماز تراویح کے سنت ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے اور یہ بیس

رکعات ہیں جن میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ أَنَّهُ سَمِعَ الْأَعْرَجَ يَمْسُورُ
مَا أَذْرَكْتُ النَّاسَ إِلَّا وَهُمْ يَلْعَنُونَ الْكُفْرَةَ فِي رَمَضَانَ
قَالَ وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ سُورَةَ الْبَقَرَةِ فِي ثَمَانِ رَكَعَاتٍ
فَإِذَا قَامَ بِهَا فِي اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكَعَاتٍ رَأَى النَّاسَ أَنَّهُ
تَدَخَّفَ. (قَالَ الْبَاجِي أَذْرَكْتُ النَّاسَ أَيُّ الصَّعَابَةِ)
قَدْ رَأَيْتُ الرَّاعِيَةَ فِي رَمَضَانَ.

حضرت داؤد اعرج سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے تمام صحابہؓ کو اس کیفیت میں دیکھا کہ وہ رمضان میں کفار کے لیے بدعا کرتے تھے، نیز یہ کہ امام سورۃ بقرہ تراویح کی آٹھ رکعات میں مکمل کرتا تھا اور اگر کبھی بارہ رکعت میں مکمل کرتا، تو حضرت صحابہؓ سمجھتے کہ آج اس نے ہلکی نماز پڑھائی۔

اس روایت سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز تراویح آٹھ رکعت سے زائد ہوتی تھی جب کہ دوسری روایت میں تصریح ہو چکی ہے کہ سب بیس رکعت ہی پڑھتے تھے، لہذا ہمیں بھی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی روشنی میں سچے متبعین حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے مستقل اور متفقہ عمل کے مطابق بیس رکعات تراویح پڑھنی چاہیے۔ اسلاف تابعین و اسلاف فقہاء امت نے بھی ایسا ہی کیا۔

لے حضرات تابعین کے دور میں بعض اہل مدینہ کا یہ عمل منقول ہے کہ وہ چھتیس یا چالیس رکعات پڑھا کرتے تھے۔

(۱) اس عمل کی تفصیلات سے واقف ہونے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی بنیادی

نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ

(۲۱۲) حرم مکی شریف: مکہ مکرمہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے آج تک مسلسل بیس تراویح کا معمول چلا آرہا ہے اور کسی بھی دور میں بیس سے کم یا زیادہ تراویح باجماعت پڑھنا تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے۔ اسی لیے آج کل بھی حرم مکی شریف میں بیس تراویح ہی پڑھی جاتی ہیں۔

امام شافعی اہل مکہ کا معمول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

وَأَحَبُّ إِلَيَّ عَشْرُونَ، لِأَنَّهُ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
وَكَذَلِكَ يَقُومُونَ بِهَكَذَا وَيُوتِرُونَ بِثَلَاثٍ: (الام ج ۱۲۲)
مجھے بیس تراویح پڑھنا اس لیے پسند ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی
منقول ہے اور اہل مکہ کا یہی عمل ہے نیز وہ بھی تین وتر پڑھتے ہیں۔

تراویح بیس رکعت کے ہی قائل تھے اور باقی زائد رکعات پڑھنے کا قصہ ابن قدامہ نقل کرتے ہیں کہ:-

إِنَّمَا فَعَلَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لِأَنَّهُمْ أَرَادُوا مَسَاوَاةَ أَهْلِ مَكَّةَ
فَإِنْ أَهْلَ مَكَّةَ كَانُوا يُطَوِّفُونَ سَبْعًا بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيحَتَيْنِ
فَجَعَلَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مَكَانَ كُلِّ سَبْعٍ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَمَا كَانَ
عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَى وَالْحَقُّ
أَنْ يَتَّبَعَ. (المغنی، ج ۲ ص ۱۳۹ صلوٰۃ التراویح)

بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے اہل مکہ کے ساتھ ثواب میں برابری کے لیے ایسا کیا؛
چونکہ اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد ایک طواف کر لیا کرتے تھے تو اہل مدینہ نے طواف کی بجائے چار رکعت پڑھنا
شروع کیں۔ اس سب کے باوجود جس چیز پر سلف صحابہ کا عمل ہو وہ اتباع کے زیادہ قابل ہے۔

امام ترمذی اہل مدینہ کا عمل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ۔

”وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى مَا رَوَى عَنْ عَلِيٍّ وَعُمَرَ وَغَيْرِهِمَا
مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِينَ
رُكْعَةً، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ،
وَالشَّافِعِيِّ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَهَكَذَا أَذْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِرُكْعَةٍ
يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رُكْعَةً۔ (ترمذی: مَا جَاءَ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ)

اکثر اہل علم کا وہی مسلک ہے جو حضرت عمرؓ و علیؓ اور دوسرے صحابہ کرام
سے منقول ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں، حضرت سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور
امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ اہل
مکہ بیس رکعات پڑھتے ہیں۔

الغرض معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ان کے بعد جمہور اہل علم
اور اہل مکہ کا مسلسل عمل بیس رکعات تراویح پڑھنے کا ہے۔

(۲۱۵) حرم مدنی شریف

چودہ سو سالہ تاریخی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ بھی بیس تراویح
پڑھتے تھے البتہ بعض اوقات میں چھتیس رکعات اور تین و تیر پڑھنے کا قصہ
یوں ہے کہ اہل مکہ ہر چار رکعات تراویح کے بعد والے وقفہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے
ایک طواف کر لیا کرتے تھے تو اہل مدینہ اس فضیلت و ثواب کو حاصل کرنے کے لیے
طواف کی بجائے اس وقفہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے چار رکعت پڑھ لیتے تھے، مگر ابن
قدامہؒ فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود جس چیز پر حضرات صحابہ کرامؓ کا عمل تھا وہ زیادہ
اتباع کے قابل ہے۔ ملاحظہ ہو:۔ (المغنی، ج ۱ ص ۱۶۷)

سعودی عرب کے نامور عالم مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے موجودہ

قاضی شیخ عطیہ سالم نے مسجد نبوی میں نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں تراویح ہو رہی ہوتی ہیں تو بعض لوگ آٹھ رکعات پڑھ کر ہی رک جاتے ہیں۔ ان کا یہ گمان ہے کہ آٹھ تراویح پڑھنا بہتر ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں ہیں۔ اس طرح یہ لوگ مسجد نبوی میں بقیہ تراویح کے ثواب سے محروم رہتے ہیں ان کی اس محرومی کو دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے۔ لہذا میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں تاکہ ان لوگوں کے شکوک و شبہات ختم ہوں اور ان کو بیس تراویح پڑھنے کی توفیق ہو جائے۔ البتہ جو مقصد لوگ نماز عشاء کے بعد ہی مسجد نبوی سے اس لئے نکل جاتے ہیں کہ دور دراز کی کسی مسجد میں جا کر آٹھ تراویح پڑھیں گے تو ان کو بس اتنا کہ دینا کافی ہے کہ مسجد سے نکل کر نہ تو تم نے اس حدیث پر عمل کیا جس میں گھر جا کر نو افل پڑھنے کو افضل کہا گیا ہے اور نہ ہی تمہیں مسجد نبوی شریف میں نماز تراویح کا ثواب ملا۔ جہاں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۲۱۶) پہلی صدی میں نماز تراویح

گذشتہ صفحات میں خلافت راشدہ اور بعد کے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تفصیلاً مذکور ہوا کہ آپ سب حضرات مسجد نبوی میں بیس تراویح ہی پڑھتے تھے

(۲۱۷) دوسری، تیسری صدی

شیخ عطیہ سالم فرماتے ہیں:-

مَضَتْ الْمِائَةُ الثَّانِيَّةُ وَالتَّرَاوِيحُ سِتُّ وَثَلَاثُونَ
وَبَلَاحُ وَشَرِدَ وَدَخَلَتِ الْمِائَةُ الثَّالِثَةُ. وَكَانَ
الظُّنُّ أَنْ تَظَلَ عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ تِسْعٌ وَثَلَاثُونَ مِائَةً

فِيهِ الْوَيْسُ (التَّارُويحُ الْكُثْرُ مِنْ أَلْفِ عَامٍ ص ۴۱)

دوسری صدی میں چھتیس رکعت تراویح اور تین و تر پڑھے جاتے تھے اور تیسری صدی میں بھی و تر و سمیت انتالیس رکعات ادا کی جاتی تھیں۔

(۲۱۸) چوتھی پانچویں اور چھٹی صدی

عَادَتِ التَّارُويحُ فِي تِلْكَ الْمَنَازِلِ كُلِّهَا إِلَى عِشْرِينَ رَكْعَةً فَقَطْ بَدَلًا مِنْ سِتِّ وَثَلَاثِينَ فِي السَّابِقِ۔

(التَّارُويحُ ص ۴۲)

ان تین صدیوں میں چھتیس کی بجائے پھر سے بیس رکعت تراویح پڑھی جانے لگیں۔

(۲۱۹) آٹھویں صدی سے تیرھویں صدی تک

فَكَانَ يُصَلِّي التَّارُويحَ أَوَّلَ اللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً عَلَى الْمُعْتَادِ ثُمَّ يَمُتُّمْ آخِرَ اللَّيْلِ فِي الْمَسْجِدِ بِسِتِّ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔

(التَّارُويحُ ص ۴۴)

آخری صدی میں حسب دستور بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھیں اور پھر رات کے آخری حصہ میں سولہ رکعتیں مزید پڑھی جاتی تھیں۔

نویں صدی میں بھی یہی معمول رہا (التَّارُويحُ ص ۴۹)

دسویں صدی میں بھی یہی معمول رہا (" ... ص ۵۰)

گیارہویں بارہویں اور تیرہویں صدی میں بھی یہی معمول رہا۔

(التَّارُويحُ: ... ص ۵۲، ۵۳، ۵۴)

(۲۲۰) چودھویں صدی

دَخَلَ الْمَرْءُ الرَّابِعَ عَشَرَ وَالتَّارُويحُ فِي الْمَسْجِدِ النَّبَوِيِّ

عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ مِنْ قَبْلِ وَظَلَّتْ إِلَى تَرَابَةٍ مُنْتَصِفِهِ.

(التراویح ۵۸۰۰۰ ص ۵۸)

چودہویں صدی کے پہلے پچاس سال کے دوران مسجد نبوی میں تراویح کا معمول حسب سابق رہا کہ بیس تراویح شروع رات میں پڑھی جاتی تھیں۔ پھر رات کے آخر میں مزید سولہ رکعات پڑھی جاتی تھیں۔ چودہویں صدی کے آخری پچاس سالوں کے دوران مسجد نبوی میں تراویح کے معمول کی بابت کہتے ہیں۔

ثُمَّ جَاءَ الْعَهْدُ السُّعُودِيُّ فَتَوَحَّدَتْ فِيهِ الْجَمَاعَةُ

فِي الْمَسْجِدِ النَّبَوِيِّ وَفِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لِلصَّلَاةِ

الْخَمْسِ وَلِلتَّارَويحِ وَعَادَتْ حَالَهُ إِلَّا مَا مَلَ إِلَى أَصْلِهَا

مَوْجِدَةً مُنْتَظِمَةً أَمَّا عِدَّةُ التَّرْكَعَاتِ وَكَيْفِيَّةُ الصَّلَاةِ

فَكَانَتْ عِشْرِينَ رُكْعَةً بَعْدَ الْعِشَاءِ وَثَلَاثَ وَتُرَا

وَذَلِكَ طِيلَةَ الشَّهْرِ... وَعَلَيْهِ فَتَكُونُ التَّارَويحُ قَدْ

اسْتَقَرَّ عَلَى عِشْرِينَ رُكْعَةً عَلَى مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْعَمَلُ

فِي جَمِيعِ الْبِلَادِ۔ (التراویح ۶۵۰۰۰ ص ۶۵)

دوسری نصف صدی میں سعودی حکومت قائم ہو گئی تو حرم مکی شریف و حرم مدنی شریف میں پانچوں نمازوں اور تراویح کو منظم کر دیا گیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ پورا رمضان عشاء کے بعد بیس تراویح اور تین و تر پڑھے جاتے ہیں۔ اس طرح تراویح کا بیس رکعت پڑھنا بالکل پختہ اور مضبوط ہو گیا اور دوسرے تمام علاقوں میں بھی یہی عمل جاری ہے۔

②۲۱ نماز تراویح کا حنفی امام

وَكَانَ الشَّيْخُ أَسْعَدُ تَوْفِيقٍ مِّنْ أَيْمَةِ الْأَخْبَابِ قَبْلَ

العهد السعدي فأسندت إليه صلاة العشاء
..... والشيخ أسعد هو الذي تولى صلاة التراويح.

(التراويح، ص ۱۰۰، ص ۶۹)

سعودی حکومت قائم ہونے سے پہلے شیخ اسعد توفیق رحمۃ اللہ علیہ حنفی
امام تھے۔ سعودی حکومت نے بھی ان کے ذمہ عشاء کی نماز لگائی اور یہی شیخ
اسعد توفیق تراویح کی نماز پڑھاتے تھے۔

(۲۲۲) تراویح پڑھانے کی کیفیت

يَبْدُوَهَا فَضِيلَةُ الشَّيْخِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَيُصَلِّي عَشْرَ
رَكَعَاتٍ فِي خَمْسٍ تَسْلِيَمَاتٍ وَتَسْتَهْرِ إِلَى السَّاعَةِ
الثَّالِثَةِ الْاِخْمَسَ دَقَائِقَ أَيْ تَسْتَغْرِقُ نِصْفَ سَاعَةٍ
تَمَامًا ثُمَّ يَبْدُوَهَا فَضِيلَةُ الشَّيْخِ عَبْدِ الْمَجِيدِ
فِي الْعَشْرِ رَكَعَاتِ الْاِخْرَى مُبَاشَرَةً يُصَلِّيُهَا بِخَمْسٍ
تَسْلِيمَاتٍ.... فَيَكُونُ الْعِشْرُونَ رَكْعَةً كَامِلَةً بِجُزْءٍ

کامل۔ (التراويح ص ۷۹ ص ۷۸)

پہلے شیخ عبدالعزیز پانچ سلاموں کے ساتھ دس تراویح پڑھاتے ہیں اور
عربی وقت کے مطابق پانچ منٹ کم تین بجے تک نصف گھنٹہ میں مکمل کر لیتے ہیں
پھر شیخ عبدالمجید فوراً ہی مزید دس تراویح پڑھاتے ہیں اس طرح روزانہ بیس
تراویح میں ایک پارہ مکمل ہو جاتا ہے۔

پندرہویں صدی

(۲۲۳) بندہ ناچیز فیصل عرض کرتا ہے کہ ۲۲ صفر ۱۲۰۵ھ تک شیخ عبدالعزیز اور
شیخ عبدالمجید مدظلہما بقید حیات ہیں اور اس صدی کے گذشتہ چار سالوں میں

بھی دونوں حضرات کے سب سب میں تراویح ہی پڑھائی گئیں اس طرح تمام
مکی شریف میں بھی بیس تراویح ہی پڑھی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ تمام
مسلمان بھی حرمین شریفین کی طرح رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھنے لگ
جائیں۔ آمین۔

دوسوال (۲۲۲)

اس پوری تحقیق کے بعد شیخ عطیہ سالم لکھتے ہیں۔

وَفِي نَهَايَةِ هَذَا الْعَرْضِ التَّارِيخِي نَسْتَوْفُّ الْقَارِئِ
الْكَرِيمَ لِنِسْتَاءَلُ مَعَهُ هَلْ وَجَدَ التَّارَوِيحَ عَبْرَ
التَّارِيخِ الطَّوِيلِ أَكْثَرُ مِنَ أَلْفٍ عَامٍ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ مُنْذُ نَشَأَتِهَا إِلَى الْيَوْمِ قَدْ اقْتَصَرْتُ
عَلَى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ أَوْ قُلْتُ عَنِ الْعِشْرِينَ رَكَعَةً، أَمْ
أَنَّهَا أَرْبَعَةٌ عَشْرَ فَرَنَّا وَهِيَ عَلَى هَذَا الْحَالِ
مَا بَيْنَ الْعِشْرِينَ وَالْأَرْبَعِينَ، وَهَلْ سَمِعَ قَوْلًا مِمَّنْ
تَبَوَّأُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَوَ الَّذِينَ سَبَقُونَا
بِالْإِيمَانِ وَلَوْ مِنْ شَخْصٍ وَاحِدٍ يَقُولُ لَا تَجُوزُ الزِّيَادَةُ
عَلَى الثَّمَانِ رَكَعَاتٍ أَخَذَ بِحَدِيثِ عَائِشَةَ.....
وَإِذَا لَمْ يُوجَدْ طِيلَةٌ تِلْكَ الْمُدَّةَ مَنْ يَقُولُ لَا تَجُوزُ
الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّمَانِ رَكَعَاتٍ وَلَا وَجَدْ طِيلَةَ هَذَا
الْمُدَّةَ مَنْ يَقْتَصِرُ عَلَى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ فِي مَسْجِدِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَاعَةً، فَإِنَّ
أَقْلَ مَا يُقَالُ لَهُؤُلَاءِ الَّذِينَ لَا يَرَوْنَ جَوَازَ الزِّيَادَةِ

عَلَى الثَّانِ رَكَعَاتٍ وَلَا يَقْتَصِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ فِيمَا
ارْتَأَوْا بَلْ يَدْعُونَ عَيْرَهُمْ إِلَيْهِ فَيُقَالُ لَهُمْ إِنَّ اتِّبَاعَ
الْأُمَّةِ مِنْ عَهْدِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ إِلَى الْيَوْمِ وَمُوَافَقَةُ
الْجَمَاعَةِ مِنَ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ إِلَى هَذَا الْعَهْدِ خَيْرٌ مِنَ
الْمُخَالَفَةِ وَخُصُوصًا مَنْ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَ الْإِمَامِ
(التراویح ص ۱۸، ۱۹)

اس تفصیلی تجزیہ کے بعد ہم اپنے قرار سے اولاً تو یہ پوچھنا چاہیں گے کہ
کیا ایک ہزار سال سے زائد اس طویل عرصہ میں کسی موقع پر بھی یہ ثابت ہے کہ مسجد
نبویؐ میں مستقل آٹھ تراویح پڑھی جاتی تھیں؟ یا چلیس بیس سے کم تراویح پڑھنا
ہی ثابت ہو؟ بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ پورے چودہ سو سالہ دور میں بیس یا بیس سے
زائد تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کسی صحابی یا ماضی کے کسی ایک عالم نے بھی یہ فتویٰ
دیا کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں ہیں اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کی حدیث کو اس فتوے کی بنیاد بنایا ہو؟

الغرض جب پورے چودہ سو سالہ دور میں ایک قابل ذکر شخص بھی ایسا
نہیں ملتا جس نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ آٹھ سے زائد تراویح جائز نہیں اور نہ ہی ثابت
ہوا ہے کہ مسجد نبویؐ میں باجماعت صرف آٹھ تراویح ادا کی گئی ہوں تو پھر بھی جو
لوگ آٹھ تراویح پڑھنے پر مصر ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں
ہم ان سے صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے
سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کے طرز پر تراویح پڑھنا ان کی مخالفت
سے بہت بہتر ہے خصوصاً اس شخص کے لیے جو مسجد میں باجماعت تراویح پڑھے

(۲۲۵) ایک مخلصانہ نصیحت

رمضان جیسے بابرکت و مقدس مہینہ میں رحمت الہی کا لامتناہی سمندر جوش میں ہوتا ہے جس میں ایک رکعت کا ثواب کم از کم ستر گنا اور ہر ایک کے اخلاص و خشوع کی مناسبت سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے اور اس سے بھی زائد جتنا اللہ تعالیٰ چاہیں۔ لہذا اس نادر فرصت میں زیادہ موتی جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، ورنہ یقیناً گھاٹے میں رہے گا وہ شخص جو اس وقت بھی سستی کرے، یا پھر کسی گروہی تعصب میں مبتلا ہو کر اس سعادت سے محروم رہے اور کم عدد پر اکتفا کر کے اللہ تعالیٰ کی اس کرم نوازی سے استغناء کا ثبوت دے۔ جب کہ قیامت کے دن ایک ایک نیکی کی اہمیت ہوگی۔ اب بیس رکعت اور آٹھ تراویح کا کم از کم ثواب دیکھیں اور فیصلہ کریں۔

$$۳۲۰۰۰ = ۴۰ \times ۶۰۰ = ۳۰ \times ۲۰$$

$$۱۶۰۸۰۰ = ۴۰ \times ۲۴۰ = ۳۰ \times ۸$$

تو بیس تراویح پڑھنے والے کو صرف ایک ماہ میں کم از کم بیس ہزار رکعت کا ثواب ملتا ہے (بلکہ اس سے بھی زیادہ) جب کہ آٹھ رکعت کا ثواب صرف سولہ ہزار آٹھ سو تک ہے، لہذا ہمیں زیادہ ثواب والی راہ اختیار کرنی چاہیے۔

(۲۲۶) بعض شبہات کا ازالہ

گذشتہ سطور میں گذرا کہ تراویح کے معاملے میں حضرات صحابہؓ پورے رمضان میں بیس تراویح بعد از عشاء مسجد میں باجماعت پڑھتے تھے، بعض لوگ ان سب تفصیل سے متفق ہیں لیکن تعداد تراویح کے معاملہ میں وہ حضرات صحابہؓ پر اعتماد کرنے کی بجائے اپنے ذاتی فہم پر اعتماد کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ

اپنے عمل کو سنت کے تابع بنائیں وہ سنت کو اپنے ہم و عمل پر منطبق کرنے کی
کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً

شبه ۱- عَنْ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَوةُ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُنِي فِي رَمَضَانَ
وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا
فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا
فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقَالَتْ
عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَنَامُ
قَبْلَ أَنْ تُؤْتِيَ رَفْعًا. يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنِي تَنَامُ
وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. (مسلم: صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالْوُتْرِ)

حضرت ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیا ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعات
سے زائد تہجد نہ پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعات پڑھتے جن کے حسن و طول کا کیا
کہنا پھر چار رکعات پڑھتے جن کے حسن و طول کا کیا کہنا پھر آپ تین رکعات وتر
پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کیا آپ وٹروں سے پہلے نیند کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: عائشہ میری
آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔

جائزہ: اس روایت کو اٹھ تراویح کے لیے بنیاد بنانے کی کوشش

کی جاتی ہے، لیکن یہ حدیث تراویح پر منطبق نہیں ہوتی، چونکہ

۱۔ تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے اور اس روایت میں ایسی نماز کا ذکر ہے۔ جو رمضان کے علاوہ بھی پڑھی جاتی ہے۔ الفاظ حدیث ”فی رمضان ولا فی غیرہ“ سے واضح ہوتا ہے اور وہ تہجد ہے۔

اور چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے اس لیے حضرت ابوسلمہؓ نے پوچھ لیا کہ شاید رکعات تہجد میں بھی اضافہ فرمادیا ہو تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب سے واضح ہوا کہ تہجد میں آپ کا رمضان وغیرہ رمضان کا عمل یکساں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رمضان میں اہتمام کے لیے ملاحظہ ہو۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ۔ (مسلم بالإجتہاد فی العشر الاواخر)

حضرت عائشہ رضی اللہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اتنی محنت کرتے کہ اس کے علاوہ اتنی محنت نہ کرتے۔

۲۔ یہ بڑی واضح حقیقت ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات سے خوب واقف تھے اور آپ کی حدیث کا صحیح فہم رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی اس حدیث کو تہجد پر ہی محمول کیا، چونکہ اگر اس سے مراد تراویح ہوتی تو حضرات صحابہ بھی یقیناً آٹھ تراویح پڑھتے، حالانکہ وہ تو بیس رکعات ادا فرماتے تھے۔

۳۔ اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی کہ تراویح اور تہجد دو علیحدہ چیزیں ہیں، چونکہ حضرات صحابہؓ نے آٹھ رکعات والی تہجد کی اس حدیث کے

باوجود بیس تراویح پڑھیں اگر رمضان میں تہجد تراویح ایک ہی چیز ہوتی تو حضرات صحابہ اس حدیث کی وجہ سے آٹھ تراویح پڑھتے، چونکہ وہ تو ایک ذرہ سی چیز میں کبھی آپ کی مخالفت کرتے تھے۔

لہ واضح رہے کہ حضرات غیر مقلدین کے ذمہ دار علماء بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ تہجد اور تراویح دو علیحدہ نمازیں ہیں۔ چونکہ جب منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی نے یہ دعویٰ کیا کہ نماز تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہے تو مشہور غیر مقلد عالم مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱) ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (چکڑالوی) نے قبول نہیں

کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے جس ساری کوشش کا خلاصہ یہی ہے کہ پہلے وقت کی

نماز اور پچھلے وقت کی ایک ہی ہے دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہے۔ تہجد

کی نماز ہے اور کوئی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے

خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کے معنی ہیں نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا، قاموس میں ہے، تہجد

استيقظ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ایہا کی حدیث سے جو ذیل میں درج ہے: "وَمَا كَانَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُنِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى

إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک

ہی ہے، بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں پڑھتے

تھے۔ ثناء اللہ امرتسریؒ: اہل حدیث کا مذہب ص ۹۲، ص ۹۳

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ منکرین حدیث چکڑالویوں کا مذہب ہے کہ تراویح اور

تہجد ایک ہی نماز ہے۔ جب کہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ تراویح اور تہجد

ایک نماز نہیں ہے نیز یہ کہ حدیث عائشہؓ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تراویح اور تہجد ایک چیز ہے لہذا

ہمیں تو وہ طریقہ پسند ہے جو بقول مولانا موصوف دلائل سے ثابت ہے اور

الغرض اس حدیث کا اصل مفہوم وہ ہے جو حضرات صحابہ نے سمجھا "تہجد" اور دوسرا مفہوم وہ ہے جو بعض لوگوں نے نکالا اور ہمیں تو بہر حال حضرات صحابہ والا مفہوم پسند ہے۔

«وَلِلنَّاسِ فِيهَا يَعْشَوْنَ مَذَاهِبَ»

یہی اہل حدیث کا مذہب ہے، اگر کچھ لوگوں کو منکرین حدیث چکڑالیوں والا نظریہ پسند ہے جو بقول مولانا موصوف دلائل سے ثابت نہیں تو پھر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ہر شخص کا اپنا اپنا ذوق انتخاب!!

وَلِلنَّاسِ فِيهَا يَعْشَوْنَ مَذَاهِبَ۔

(ب) دوسرا غور طلب امر یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح کے بعد تہجد کی نماز بھی پڑھی جائے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فتاویٰ ثنائیہ کے دو سوال و جواب ملاحظہ ہوں:-

سوال۔ جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب تہجد نہیں ہوتی۔

سوال۔ رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا تہجد کے بدل تراویح؟

جواب۔ اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے۔ پچھلے وقت پڑھے تو

تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ (ثناء اللہ امر لتسری: فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۸۲ تا ۲۸۴)

اس سے معلوم ہوا کہ

• جو شخص شروع رات میں تراویح پڑھ لے وہ آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے اور چونکہ

آج کل تو سمجھی لوگ رات کے شروع میں تراویح پڑھ لیتے ہیں۔ لہذا انھیں آخر رات میں تہجد پڑھ لینا چاہیے۔

- ۴۔ اس حدیث میں ایسی نماز کا ذکر ہے جو نہ ہوا ہوئی تھی اور وہ تہجد ہے، تراویح تو باجماعت ہوتی ہیں، لہذا اس حدیث کو تراویح پر منطبق کرنا صحیح نہیں۔
- ۵۔ اس روایت میں چار چار رکعت نماز کا ذکر ہے اور تراویح کو بالاتفاق دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں، لہذا اس حدیث کو تراویح پر منطبق کرنا صحیح نہیں۔
- ۶۔ اس حدیث میں تین وتروں کا بھی ذکر ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح حضرات صحابہ کے عمل سے اور سب کچھ تولے لیا مگر بیس کی تعداد کو چھوڑا اور آٹھ میں اپنا آرام سمجھا، اس طرح خود اس حدیث میں سے آٹھ کے عدد کو تولے لیا اور اسی روایت میں مذکور تین وتروں کو چھوڑا اور ایک وتر کو اختیار کیا چونکہ بیس تراویح اور تین وتر بھاری ہیں۔ » وَلَئِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ « اور بے شک نماز گراں ہے مگر خشوع رکھنے والوں پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خاشعین میں

- تہجد کا وقت رات کا آخری حصہ ہے۔
- شروع رات کی عبادت کو تہجد کے قائم مقام نہیں کہہ سکتے۔
- بالفرض اگر کہیں کوئی شخص رات کے آخری حصہ میں تراویح پڑھے تو صرف وہ تہجد کے قائم مقام ہو جائے گی، لیکن مولانا ام تسریؒ اپنی کتاب » اہل حدیث کا مذہب ص ۹۳ « پر قائم مقام ہونے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس آخری صورت میں تراویح تہجد کے قائم مقام ہونے سے دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا جیسے کہ جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے لیکن دونوں ایک نہیں۔
- واضح رہے کہ یہ تفصیل ذکر کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ بعض لوگ رمضان جیسے مقدس و بابرکت مہینہ میں بھی حتی الوسع عبادت سے جی چراتے ہیں۔ مثلاً بیس تراویح کی بجائے آٹھ پراکتفا کر لیا۔ تین وتروں کی بجائے ایک وتر پڑھ لیا اور تراویح کے بعد تہجد کو ہضم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو رمضان کی قدر دانی کی توفیق سے نوازیں۔ آمین۔

۷۔ آرام پرستی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں سے آٹھ کی تعداد کو تو نکال لیا، مگر ان آٹھ کی کیفیت کو چھوڑ دیا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اتنا طویل ہوتا تھا کہ قدم مبارک سوچ جاتے۔ بالفرض اگر اسی حدیث کو بنیاد بنانا تھا تو پھر طویل قیام کی اس کیفیت کو کیونکر چھوڑ دیا، حالانکہ یہ کیفیت بھی تو اسی سنت کا حصہ ہے۔

افسوس ہے کہ مالی معاملات میں تو محنت و ترقی کا رجحان ہوتا ہے اور دین و آخرت کے معاملہ میں آرام پرستی و انحطاط کا اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین
(۲۲۷) شبہ ۲۔ آٹھ رکعات تراویح کے قائلین کا سہارا بالآخر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جو کہ علماء حدیث کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ۔

(ابن خزيمة ابن حبان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں آٹھ رکعات پڑھیں۔

جائزہ

۱۔ یہ روایت اس قدر ضعیف و منکر ہے کہ اس سے استدلال کیا ہی نہیں جاسکتا چونکہ اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے جس کی بابت ابن حجر نے قتل کیا ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ، عِنْدَهُ مِنْ كِبَرَةٍ۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کے پاس منکر روایتیں ہیں

ذَكَرَهُ السَّاجِي وَالْعُقَيْلِي فِي الضُّعْمَاءِ -
ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔

قَالَ بَنُ عَدِيٍّ أَحَادِيثُهُ غَيْرُ مُحْفُوظَةٍ -
ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں۔

(تہذیب التہذیب، حرف العین)

لہذا اس طرح کی روایت منکرۃ موضوعہ کو دلیل بنانا صحیح نہیں۔

شب قدر

(۲۲۸) رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات ”شب قدر“ کہلاتی ہے، چونکہ اس ایک رات کی عبادت، ایک ہزار مہینہ کی مقبول عبادت سے بہتر ہے۔ لہذا، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، کی پانچ راتوں میں جاگنے والے نے یقیناً شب قدر کو پایا۔ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو قدر دانی کی توفیق سے نوازیں۔ آمین ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ
وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى
مَطْلَعِ الْفَجْرِ - (القدر)

بے شک ہم نے یہ قرآن شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو خبر ہے کہ شب قدر ہے کیا؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اس رات فرشتے خصوصاً جبریلؑ اترتے ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے۔ وہ طلوع فجر تک رہتی ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَفِيهِ.....
 خُطِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي
 أَرَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي أَنْسَيْتُهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ
 مِنْ كُلِّ وَتْنٍ (مسلم: فَضْلُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ مجھے شب قدر بتائی گئی اور پھر اس کی تعیین مجھے بھلا دی گئی ہے البتہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرو۔

نماز تہجد

(۲۲۹) تہجد یہ ہے کہ بعد نماز عشاء کچھ دیر نیند کر کے رات کے آخری تہائی حصہ میں بارگاہ الہی میں پیش ہونا اور آٹھ رکعات یا جتنا بھی ممکن ہو نماز پڑھنا، قرآن و سنت میں اس کا بڑا ثواب ہے۔ ارشاد ربّانی ہے:-

عِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا
 خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا، وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ
 لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا۔ (الفرقان ۶۳-۶۴)

اور خدائے رحمن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں خیر۔ اور راتوں کو اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ و قیام میں لگے رہتے ہیں۔

عَنْ أَبِي أَمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ

دَابُّ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قَرِيبٌ لَّكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ
وَمُكَفَّرَةٌ لِلْسَّيِّئَاتِ وَمِنْهَاةٌ لِلْإِثْمِ-

(بیہقی: التَّغْيِيبُ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ”تہجد کا اہتمام کیا کرو یہ سلف صالحین کا شیوہ ہے کہ قرب الہی کا سبب
ہے اور خطاؤں کو مٹانے والی ہے، گناہ سے روکنے کا سبب ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ كَانَ يَقُومُ
مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرُ قَدَمَاهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَمْ
تَصْنَعْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ
غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقْدِمُ وَمَا تَأْخُرُ قَالَ أَفَلَا أُحِبُّ
أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا- (بخاری: تَفْسِيرُ سُورَةِ الْفَتْحِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبی رات کو نماز میں کھڑے
ہوتے تا آنکہ آپ کے قدم سوج جاتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخش دیا
جو ہو چکا اور جو ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ بننے کو پسند نہ کروں۔

تہجد کا وقت (۲۳۰)

نماز تہجد و دعا کا بہترین وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ
لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ

يَقُولُ مَنْ يَدْعُوَنِي فَاسْتَجِبْ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأَعْطِهِ
مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرْ لَهُ (وزاد الترمذی) وَلَا يَزَالُ
كَذَلِكَ حَتَّى يُصَيِّئَ الْمُعْبَرُ

(بخاری الدُّعَاءُ وَالصَّلَاةُ مِنْ أَخْرِ اللَّيْلِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا پر
جلوہ افروز ہوتا ہے اور فرماتا ہے کہ
”کیا ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں کون ہے مانگنے
والا کہ میں اس کو عطا کروں کون ہے طالب بخشش کہ میں اس کو بخش دوں اور
طلوع فجر تک یہی کیفیت باقی رہتی ہے۔

(۲۳۱) رکعات تہجد

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُنِي رَمَضَانَ وَلَا فِي
غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةِ رَكْعَةٍ يُصَلِّيَ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ
عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيَ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ
حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيَ ثَلَاثًا

(مسلم: صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالْوُتْرِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان
اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نہ پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعتیں پڑھتے
جن کے حسن و طول کا کیا کہنا؟ پھر آپ چار رکعات پڑھتے جن کے حسن و طول کا کیا
کہنا؟ (تہجد کی آٹھ رکعات کے بعد) پھر آپ تین رکعات وتر ادا فرماتے۔

تہجد کی رکعات چار سے لے کر بارہ تک ہیں، جتنا ہو سکے پڑھے اور اگر کسی کو صبح تہجد کے لیے اٹھنے کا یقین ہو تو بہتر یہ ہے کہ وتروں کو بھی صبح ہی پڑھے ورنہ نماز عشرہ کے بعد پڑھ کر سوئے۔

نماز اشراق

(۲۳۲) طلوع آفتاب سے تقریباً ۲۰ منٹ بعد، دو چار، چھ، آٹھ یا بارہ رکعت نفل پڑھنا نماز اشراق یا ضحی کہلاتا ہے جس کا بہت اجر و ثواب منقول ہے۔

عَنْ النَّبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حُجَّةٍ وَعُمْرَةٍ - (حسن غریب) ترمذی: مَا يَسْتَحِبُّ مِنَ الْجُلُوسِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز فجر باجماعت پڑھی اور اشراق تک مسجد ہی میں رہا پھر دو رکعات نفل نماز پڑھی تو اس کو ایک حج و عمرہ کا ثواب ملے گا۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَاكٍ مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرٌ بِالْبِعْرِوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْبُكَرِ صَدَقَةٌ وَيَجْزِي مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكُعهُمَا مِنَ الضُّحَى -

(مسلم: اسْتِحْبَابُ صَلَاةِ الضُّحَى)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح تمہارے ہر جوڑ و عضو پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے اور سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے۔ لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے بھلائی کی ترغیب دینا بھی صدقہ ہے اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور اشراق کی دو رکعتیں ان سب کی طرف سے کافی ہیں۔

عَنْ مَعَاذَةَ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ الصُّحْرِ قَالَتْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيدُ مَا شَاءَ.

مسلم: اسْتَحْبَابُ صَلَاةِ الصُّحْرِ

حضرت معاذہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشراق کی نفلی نماز کتنی رکعت پڑھتے تھے انھوں نے بتایا کہ عموماً چار رکعات پڑھتے تھے اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ، ابْنُ آدَمَ أَزْكَعَ لِي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفَلَكَ أَجْرَةً.

(حسن غریب) (ترمذی صلاۃ الصُّحْرِ)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ابن آدم دن کے شروع میں چار رکعات پڑھ لیا کر میں دن کے آخر تک تیرا ذمہ دار ہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تُصَلِّي الصُّحْرَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ تَقُولُ لَوْ شِئْتُ لَأَبْوَايَ مَا تَرَكْتُهُنَّ (موطا مالک: صلاۃ الصُّحْرِ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اشراق کی آٹھ رکعات پڑھا کرتی تھیں۔ پھر فرماتیں کہ اگر میرے والدین کو آرسے سے چیر بھی دیا جائے تو میں یہ نہیں چھوڑوں گی۔ نماز اشراق کی بابت مختلف روایات وارد ہیں، نتیجتاً اس کی تعیین و تشریح میں کچھ اختلاف ہے خود نواب صدیق حسن خانؒ ان تفصیلات کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

وارنج اقوال آنت کہ سنت مستحب است

نواب صدیق حسن: مسک الختام ج ۱ ص ۵۵۶

کہ رائج ترین قول یہ ہے کہ نماز اشراق مستحب ہے۔

(۲۳۳) مغرب و عشاء کے درمیان نوافل

مغرب و عشاء کا درمیانی وقت بہت قیمتی شمار کیا گیا ہے اس وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس میں کچھ نوافل پڑھ لینا باعثِ اجر و ثواب ہے۔ قرآن پاک میں ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ... (الذیۃ) (السجدہ ۱۶)

ان کے پہلو سونے کی جگہ سے جدا رہتے ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ نَافِسٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَا بَيْنَ

الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔ (ابن الجوزی: زاد المسیر ج ۶ ص ۲۳۹)

یہ آیت ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف میں نازل ہوئی جو مغرب و عشاء کے درمیان نفلی نماز پڑھتے تھے۔

محمد بن نصر المروزی المتوفی ۲۹۴ھ نے قیام اللیل ص ۵۶ پر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل نقل کیا ہے کہ وہ اس وقت میں نوافل پڑھتے تھے۔

(۲۳۴) نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھنے کا جواز

نماز تہجد و اشراق اور دیگر نوافل کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہیں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے مگر اس کا نصف اجر ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَالَ حَدَّثْتُ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «صَلَاةُ
الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ»

(مسلم: جَوَازُ النَّافِلَةِ قَائِمًا وَقَاعِدًا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا نصف نماز کے برابر ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا وَلَيْلًا
طَوِيلًا قَاعِدًا، وَكَانَ إِذَا قَرَأَ قَائِمًا رَكَعَ قَائِمًا وَإِذَا
قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ قَاعِدًا۔

(مسلم: جَوَازُ النَّافِلَةِ قَائِمًا وَقَاعِدًا)

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کیسی ہوتی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپ رات کا ایک طویل حصہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور دوسرا طویل حصہ بیٹھ کر اور اگر کھڑے ہو کر (فاتحہ و سورۃ کی) قرات کی ہوتی تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے اور بیٹھ کر قرات کی ہوتی تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے۔

۲۳۵ عید الفطر، عید الاضحیٰ

(۱) رمضان کے بعد عید الفطر اور ۱۰ ذوالحجہ کو عید الاضحیٰ مسلمانوں کی دو عیدیں ہیں یہ دونوں عیدیں مسلمانوں کے لیے مسرت و شادمانی کا پیغام لاتی ہیں جنہیں مسلمان بڑے جوش و خروش عقیدت و احترام سے مناتے ہیں۔ عید کی اصل روح دو رکعت نماز ہے جس میں بندہ اپنے مولیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کے احسانات و انعامات کا شکریہ ادا کرتا ہے اور اس عہد کو تازہ کرتا ہے کہ زندگی بھر شادی و غمی کے لمحات میں یاد خدا اور خوف خدا سے غافل نہ ہوگا اور اپنے سدا مرکز اور مرجع یعنی اسلام کی تعلیمات سے ایک قدم ادھر ادھر نہ ہٹے گا۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ تَدَّعَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فَقَالَ مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا كُنَّا نَلْعَبُ فِيهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَذَابَّدَ كَلِمًا بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ۔ (ابوداؤد: صَلَاةُ الْعِيدَيْنِ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور اہل مدینہ نے دو دن کھیل تماشاکے لیے خاص کر رکھے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ دونوں کی حقیقت کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت سے ہم نے ان دنوں کو کھیل تماشے کے لیے مختص کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دنوں کی بجائے دو بہتر دن عطا فرمائے ہیں۔ عید الاضحیٰ اور عید الفطر۔

۲۳۶ طریقہ نماز عیدین: طلوع آفتاب سے کچھ بعد اور زوال سے پہلے

بغیر اذان و اقامت کے چھ زائد تکبیروں کے ساتھ دو رکعات نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں شمار کے بعد تین تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں اور ہر تکبیر میں کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیے جاتے ہیں اور امام جہراً قرأت کرتا ہے۔ پھر رکوع و سجدہ کے بعد دوسری رکعت کا آغاز قرأت سے ہوگا۔ قرأت کے بعد رکوع سے پہلے تین زائد تکبیروں میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ چوتھی تکبیر کے بعد رکوع اور باقی نماز مکمل کی جاتی ہے۔

گویا پہلی رکعت میں تکبیر افتتاح اور تکبیرات زائدہ کا چار تکبیریں ہوں، اس طرح دوسری رکعت میں تین تکبیرات زائدہ اور تکبیر رکوع، کل چار تکبیریں ہوں۔

چار تکبیریں (۲۳۷)

رَوَى أَبُو دَاوُدَ بِسَنَدِهِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ سَأَلَ
أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، كَيْفَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحَى
وَالْفِطْرِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيرَةً عَلَى
الْجَنَازَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى كَذَلِكَ
كُنْتُ أَكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ.

(سنن ابی داؤد، التَّكْبِيرُ فِي الْعِيدَيْنِ)

عمل نبوی ابو داؤد نے نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعریٰ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی کتنی تکبیریں کہتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ نے بتایا کہ آپ چار تکبیریں کہتے تھے۔ جنازہ کی چار تکبیروں کی طرح۔ حضرت حذیفہ نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ ابو موسیٰ نے بتایا

کہ میں خود بھی جب بمرہ کا گورنر تھا تو ایسے ہی کرتا تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (بْنِ مَسْعُودٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ التَّكْبِيرُ
فِي الْعِيدَيْنِ أَرْبَعٌ كَالصَّلَاةِ عَلَى الْبَيْتِ وَفِي رِوَايَةٍ التَّكْبِيرُ
عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعٌ كَالْتَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ -

(طحاوی: التَّكْبِيرُ عَلَى الْجَنَائِزِ كَمَا هُوَ؟)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عیدین کی چار تکبیریں ہیں
نماز جنازہ کی طرح اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نماز جنازہ کی چار تکبیریں ہیں
نماز عیدین کی طرح۔

(۲۳۸) اجماع امت

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
تکبیرات جنازہ کی تعداد میں اختلاف ہوا کہ چار پانچ ہیں یا سات؟ حضرت عمر رضی اللہ
عنه نے اپنے دور خلافت میں حضرات صحابہؓ کو جمع کر کے فرمایا کہ:-

«إِنَّكُمْ مَعَاشِرَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَتَى تَخْتَلِفُونَ عَلَى النَّاسِ يَخْتَلِفُونَ مِنْ بَعْدِكُمْ
وَمَتَى تَجْتَمِعُونَ عَلَى أَمْرٍ تَجْتَمِعُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَكَأَنَّمَا
أَيُّقُظُهُمْ فَقَالُوا نَعَمْ مَا رَأَيْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
فَأَشْرَعْنَا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، بَلْ أَشِيرُوا
فَأَنْتُمْ عَلَى فِائِمَا أَنَا بِشَرِّكُمْ فَتَرَجَعُوا إِلَى أَمْرٍ بَيْنَهُمْ
فَاجْمَعُوا أَمْرَهُمْ عَلَى أَنْ يَجْعَلُوا التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَائِزِ مِثْلَ التَّكْبِيرِ فِي الْأَضْحَى
وَالْفِطْرِ أَرْبَعٌ تَكْبِيرَاتٍ فَاجْتَمَعَ أَمْرُهُمْ عَلَى ذَلِكَ.

(طحاوی: التَّكْبِيرُ عَلَى الْجَنَائِزِ كَمَا هُوَ؟)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ تمہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے اور کسی مسئلہ میں تمہارے اختلاف یا اتفاق پر بعد میں آنے والوں کا اتفاق یا اختلاف مرتب ہوگا۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس طرف متوجہ کیا۔ حضرات صحابہؓ نے فرمایا کہ ائیر المؤمنین آپ کی یہ رائے بڑی اچھی ہے۔ اس مسئلہ پر آپ اپنی رائے دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بلکہ تم اپنی رائے بتلاؤ یقیناً میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں، تو حضرات صحابہؓ نے باہمی غور و خوض کے بعد اس امر پر اتفاق کیا کہ جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں نماز عید الاضحیٰ و عید الفطر کی چار تکبیروں کی طرح اور اس پر سب کا اتفاق ہوا۔

گذشتہ سطور سے معلوم ہوا کہ ایک اختلافی چیز ”تکبیرات جنازہ کو ایک طے شدہ چیز تکبیرات عیدین کے مشابہ قرار دے کر تعیین کر دی گئی ہے۔

محل تکبیرات (۲۳۹)

طریقہ نماز کے ذیل میں گذرا کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد شمار پڑھ کر فاتحہ سے پہلے تین تکبیریں زائد ہیں اور پھر رکوع کی تکبیر سمیت پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں ہوئیں دوسری رکعت میں فاتحہ و سورۃ کے بعد تین تکبیریں زائد کہیں اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کریں۔ ملاحظہ ہو:

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيرِ
فِي الْعِيدَيْنِ تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى خَمْسًا
قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ يَبْدَأُ بِالْقِرَاءَةِ
ثُمَّ يَكْبُرُ أَرْبَعًا مَعَ تَكْبِيرَةِ الرُّكُوعِ وَتَدْرِي عَنْ
غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَحْوُ هَذَا. (ترمذی: التَّكْبِيرُ فِي الْعِيدَيْنِ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز میں نو تکبیریں لیں۔ پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں قرات سے پہلے اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں قرات کے بعد رکوع کی تکبیر سمیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے دیگر صحابہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۲۴۰) خطبہ عیدین

نماز کے بعد دو خطبہ پڑھنا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خطبہ میں وعظ و نصیحت فرماتے اور دو خطبوں کے درمیان ذرا بیٹھ جاتے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ فَيُعِظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعَثَ أَقْطَعَهُ أَوْ يَأْمُرُ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ.

(بخاری: الْخُرُوجُ إِلَى الْمُصَلَّى)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو مصلیٰ کی طرف نکلتے سب سے پہلے نماز پڑھاتے پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھ رہتے۔ آپ انھیں وعظ و نصیحت کرتے احکامات جاری کرتے اور اگر کسی لشکر کو روانہ کرنا ہو تو اسی وقت روانہ کرتے اور حکم صادر کرنا ہوتا تو حکم صادر کرتے اور پھر تشریف لے جاتے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَخْطُبُ الْخُطْبَتَيْنِ وَهُوَ قَائِمٌ وَكَانَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا
بِجُلُوسٍ. (إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ مِّنْ طَرِيقٍ بَشَرٍ)

(ابن خزيمة عدد الخطب في العيدين)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے
ہو کر دو خطبہ دیا کرتے تھے اور دونوں کے درمیان فرق کے لیے ذرا بیٹھ جاتے۔

مسافر کی نماز

جب کسی شخص کا ارادہ اپنے علاقے سے اڑتالیس میل دور ہو جانے کا ہو
اور وہاں پہنچ کر تقریباً پندرہ دن قیام کا ارادہ ہو تو اپنی آبادی سے نکلنے ہی نماز
میں قصر شروع کر دے تا آنکہ واپسی پر آبادی کی حدود میں داخل ہو۔ قصر کہتے ہیں چار رکعت
والی نماز کو دو رکعت پڑھنا، جیسے ظہر، عصر، عشاء کی نماز ہے، البتہ دو یا تین رکعت
والی فرض نماز میں قصر نہیں ہے جیسے فجر اور مغرب کی نماز۔ اس طرح وتر، ارشاد
ربانی ہے۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا
مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ
كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا. (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر اس باب میں کوئی مضائقہ نہیں کہ نماز
میں کمی کر دیا کرو۔ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔ بیشک کافر تمہارے
کھلے دشمن ہیں۔

عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمِيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ كَيْسَ عَلَيْكُمْ
أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا

فَقَدْ آمَنَ النَّاسُ فَقَالَ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتُ مِنْهُ
فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ
فَقَالَ صَدَقَهُ تَصَدَّقَ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَأَقْبِلُوا صَدَقَتَهُ
(مسلم: صَلَاةُ الْمُسَافِرِينَ)

حضرت یعلیٰ بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا
کہ اگر تمہیں کفار کا خطرہ ہو تو نماز میں کمی کرنے سے تم پر کوئی حرج نہیں اور اب
تو لوگ کفار سے محفوظ ہیں (لہذا قصر کا حکم باقی ہے یا نہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ مجھے بھی اس چیز سے تعجب ہوا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے اس بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سہولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے
صدقہ ہے، اللہ تعالیٰ کے صدقہ کو قبول کرو۔

مسافت قصر

کم از کم کتنے لمبے سفر میں قصر کی اجازت ہے اس سلسلہ کی اکثر روایات
کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ”اگر اڑتالیس میل یا اس سے
زیادہ سفر ہو تو قصر کرے ورنہ نہیں، چونکہ اکثر روایات میں چار برد کا لفظ آتا ہے
اور ایک برد بارہ میل کا ہوتا ہے۔ (مختار الصحاح للرازی)

۱۲ × ۴ = ۴۸۔ اور واضح رہے کہ ۴۸ میل کی مسافت تقریباً ۷۷ کیلومیٹر
کے برابر ہے۔

عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَ
يَقْصُرُ الصَّلَاةَ فِي مِثْلِ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالطَّائِفِ وَفِي مِثْلِ
مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَعُسْفَانَ وَفِي مِثْلِ مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَجَدَّةَ قَالَ
مَالِكٌ وَذَلِكَ أَرْبَعَةٌ بَرْدٌ قَالَ مَالِكٌ وَذَلِكَ أَحَبُّ مَا تَقْصُرُ فِيهِ الصَّلَاةُ
قَالَ مَالِكٌ

لَا يَقْصُرُ الَّذِي يُرِيدُ السَّفَرَ الصَّلَاةَ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ
بُيُوتِ الْقَرْيَةِ وَلَا يَتِمُّ حَتَّى يَدْخُلَ أَوَّلَ بُيُوتِ
الْقَرْيَةِ۔ (موطأ مالک: مَا يَجِبُ فِيهِ قَصْرُ الصَّلَاةِ)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ عمل معلوم ہوا
ہے کہ آپ مکہ اور طائف، مکہ اور عسفان، مکہ اور جدہ جیسے سفر میں قصر کرتے تھے
امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ مسافت چار برد کی ہے اور سب سے پسندیدہ مسافت
قصر ہی ہے۔ نیز فرمایا کہ بستی کی آبادی سے نکل کر قصر شروع کرے اور واپسی
پر بستی میں داخل ہونے پر نماز مکمل پڑھے۔

مکہ مکرمہ سے جدہ کا فاصلہ ۲۷ کیلومیٹر ہے اور مکہ سے طائف کا فاصلہ
تقریباً ۸۸ کیلومیٹر جب کہ مکہ اور عسفان کی درمیانی مسافت ۸۰ کیلومیٹر ہے۔

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقْصِرَانِ
وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرْدٍ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا۔

(بخاری: فِي كَيْفِ يَقْصِرُ الصَّلَاةَ)

حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم چار برد کے لمبے سفر
میں نماز قصر پڑھتے اور روزہ افطار کرتے اور چار برد سولہ فرسخ کے برابر ہوتے
ہیں۔

(اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے ۴ برد = ۱۶ فرسخ = ۳ میل = ۴۸ میل)

عَنْ بَنِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ أَنْ يَقْصِرَ
الصَّلَاةَ إِلَى عَرْفَةَ قَالِ لَا وَلَكِنْ إِلَى عَسْفَانَ وَإِلَى جَدَّةَ
وَإِلَى الطَّائِفِ۔ (صحیح ابن حجر)

(تلخیص الحبی، ج ۲ ص ۲۶۷ صلاۃ المسافرین)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ مکہ مکرمہ سے عرفات تک جاتے ہوئے نماز میں قصر کر لیں؟ آپ نے فرمایا، ”نہیں“ البتہ مکہ سے عسقلان، جدہ طائف جیسے سفر میں قصر کر سکتے ہو۔

جمہور سلف و محدثین کا مسلک

حضرات غیر مقلدین کے معروف مفتی مولانا ابوسعید شرف الدین مسافت قصر کی بابت مختلف روایات کے ذکر و تجزیہ کے بعد فتاویٰ ثنائیہ میں لکھتے ہیں۔
 ”خلاصہ یہ ہے کہ مسافت قصر اڑتالیس میل ہی صحیح ہے نو میل غلط ہے۔
 هَذَا وَاللَّهِ اَعْلَمُ..... قَالَ النَّوَوِيُّ قَالَ الْحَبَّهَوْرِيُّ لَا يَجُوزُ الْقَصْرُ إِلَّا فِي سَفَرٍ تَبْلُغُ مَرَحَلَتَيْنِ، انتہی ص ۲۴۲ یعنی جمہور سلف و محدثین کا مسلک اڑتالیس میل کے سفر پر قصر ہے اس سے کم پر نہیں۔“

ثناء اللہ امر تسری؟ فتاویٰ ثنائیہ، ج ۱ ص ۲۶۲

ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ ۲۸ میل یا اس سے زائد سفر میں نماز قصر پڑھ سکتے ہیں۔ اس سے کم مسافت میں نہیں، نیز یہ کہ بستی کی آبادی سے نکل کر قصر شروع ہو جاتا ہے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ مکہ کے لیے رخت سفر باندھتے تو مدینہ سے باہر ذوالحلیفہ پہنچ کر قصر نماز پڑھتے۔

(۲۴۱) مدت قصر

دوران سفر اگر کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی تو نماز مکمل پڑھے اور اگر پندرہ دن سے کم کی نیت کی ہے تو قصر کرتا رہے اور اگر حتمی پروگرام نہ بن سکے بلکہ آج اور کل کے چکر میں پندرہ دن کی بجائے انیس دن یا مہینہ بھی قیام ہو جائے تو قصر کرتا رہے، اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف مدتیں منقول ہیں، لیکن حضرات صحابہ چونکہ اس کے اسباب و عوامل سے واقف تھے

اور ان کے سامنے اپنی زندگی کا سارا عمل تھا اور خصوصاً روزہ کی آخری رات اس لیے اکھولنے ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے ایک اوسط مقدار "پندرہ دن" متعین فرمادی۔ ملاحظہ ہو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا
قَالَا إِذَا قَدِمْتَ وَفِي نَفْسِكَ أَنْ تُقِيمَ بِهَا خُبْسَ عَشْرٍ
لَيْلَةٍ فَأَكْبِلُ الصَّلَاةَ. (المغنی، ج ۲ ص ۲۸۸ صَلَاةُ الْهَاسَفِ)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب کسی جگہ تمہارا پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو نماز مکمل پڑھو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَا مَنْ أَقَامَ خُبْسَةَ
عَشْرٍ يَوْمًا ابْتِغَاءَ الصَّلَاةِ. (ترمذی: فِي كَيْفِ كَيْفِ تَقْصُرُ الصَّلَاةَ)
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لے وہ پوری نماز پڑھے۔

(۲۴۲) جمع بین الصلأتین

یعنی دو نمازوں کو اکٹھا کر کے جیسے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا اس کی دو صورتیں ہیں

اول۔ جمع تہتدیم یا جمع تاحین یعنی دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے نماز پڑھنا جیسے ظہر و عصر کو ظہر کے وقت میں ایک ساتھ پڑھنا یا پہلی نماز کو مؤخر کر کے دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا جیسے مغرب و عشاء کو عشاء کے وقت میں اکٹھا پڑھنا۔

دوم۔ جمع ظاہری یعنی پہلی نماز کو وقت کے آخری حصہ میں اور دوسری نماز کو وقت کے پہلے حصہ میں پڑھ لینا اس میں بظاہر دو نمازیں اکٹھی پڑھی گئیں

لیکن دونوں اپنے اپنے مقررہ اوقات میں پڑھی گئیں جیسے ظہر کا وقت ایک بجے سے چار بجے تک ہو اور عصر کا وقت چار بجے سے غروب آفتاب تک تو ظہر کو پونے چار بجے اور عصر کو چار بجے پڑھنا۔

(۲۴۳) جمع بین الصلّاتین کا کیا حکم ہے؟

(۱) اللہ تعالیٰ نے ہر ہر نماز کا وقت متعین فرمایا ہے۔ اس لیے قبل از وقت نماز نہیں ہوتی اور بعد از وقت قضا شمار ہوتی ہے۔

حتیٰ کہ میدان جنگ میں عین لڑائی کے وقت نماز خوف پڑھنے کا حکم ہے نہ یہ کہ نمازوں کو باہم جمع کر کے پڑھا جائے اور اگر لڑائی سخت ہو اور نماز میں اتنی تاخیر ہو جائے کہ اس کا وقت ہی جاتا رہے تو وہ نماز قضا شمار ہوگی اس کو جمع تاخیر کا عنوان نہیں دیا جاسکتا۔ اسی لیے جنگ خندق کے موقع پر جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کی بعض نمازوں میں تاخیر ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر افسوس کا اظہار فرمایا، اگر اس کو جمع تاخیر کا عنوان دینا ممکن ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت نہ ہوتی۔

ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا. (النساء: ۱۰۳)

بے شک نماز تو ایمان والوں پر پابندی کا وقت کے ساتھ فرض ہے۔

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ وَفِيهِ..... ثُمَّ قَالَ إِمَّا أَنَّهُ لَيْسَ فِي السَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ عَلَى مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ حَتَّى يَجِيئَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْآخَرَى. (مسلم: قضاء الفائتة)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیند میں گناہ نہیں، گناہ تو یہ ہے کہ کوئی شخص نماز نہ پڑھے تا آنکہ دوسری

واضح رہے کہ جمع بین الصلوات کی جتنی روایات منقول ہیں وہ جمع ظاہری کی ہیں تمام روایات کے تفصیلی تجزیہ کے بعد یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ البتہ دورانِ حج صرف عرفات میں جمع تقدیم (ظہر کے وقت میں ظہر و عصر) اور مزدلفہ میں جمع تاخیر (عشاء کے وقت میں مغرب و عشاء) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لہذا ان مقامات کے علاوہ اپنے قیاس سے نمازوں کے اوقات میں تقدیم و تاخیر کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس سلسلہ میں بڑی واضح ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلَاةَ لَوْ قُتِلَ إِلَّا بِجَمْعٍ مُزْدَلِفَةَ وَعَرَفَاتَ - (نسائی)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ ہر وقت نماز پڑھنے کی تھی مگر مزدلفہ اور عرفات میں جمع کر کے پڑھتے تھے۔

كُتِبَ عُمَرُ إِلَى عَامِلٍ لَهُ «ثَلَاثٌ مِنَ الْكِبَائِرِ، الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاةَيْنِ إِلَّا فِي عُذْرٍ، وَالْفَرَارُ مِنَ الرَّخْفِ وَالْتِهْيُ (بیہقی: ذکر الاثر فی ان الجمع من غیر عذر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر کو لکھا کہ تین گناہ بہت بڑے ہیں۔ بلا عذر دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا میدانِ جنگ سے بھاگنا اور کسی کی چیز کو چھیننا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَا رَأَيْتُ السَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً بَعْدَ مِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ

(بخاری: کتاب الحج: من یصلی المغرب جمع)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے نماز کے اصلی وقت کے بغیر کوئی نماز پڑھی ہو، ہاں دو نمازیں کہ موسم حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب و عشاء کو جمع فرماتے اور فجر کو معمول کے وقت سے کچھ پہلے ادا فرماتے۔

(۲۴۴) جمع ظاہری

اگر سفر کی حالت میں یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے جمع ظاہری کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔ چونکہ اس میں پابندی وقت کا لحاظ رہتا ہے۔ عرفات و مزدلفہ کے علاوہ جمع بین الصلواتین کی جو روایات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہ جمع ظاہری کی ہیں اور اس کا واضح قرینہ یہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا کہ جمع ظاہری کے لحاظ سے یہ ممکن تھا۔ جب کہ آپ نے کبھی بھی فجر و ظہر کو جمع نہیں کیا۔ چونکہ یہاں اوقات کی رعایت نہیں رہتی۔ ملاحظہ ہو:-

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجَلَ عَلَيْهِ السَّفَرُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى أَوَّلِ وَقْتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ

حِينَ يَغِيبُ الشَّمْسُ - (مسلم، جواز الجمع بین الصلواتین فی السفر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کی جلدی ہوتی تو آپ ظہر کو عصر کے ابتدائی وقت تک مؤخر کرتے اور دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے۔ اس طرح غروب شفق تک مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ جمع کر کے پڑھتے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف و سفر کے عذر کے

بغیر بھی جمع ظاہری پر عمل کر لیا کہ ایک نماز کو آخری وقت میں اور دوسری کو ابترائی وقت میں پڑھ لیا تاکہ امت کو اگر ضرورت پڑے تو وہ مشقت میں مبتلا نہ ہو۔

عَنْ بَنِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرُ وَالْعَصْرُ جَمْعًا بِالْمَدِينَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ، قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ سَأَلْتُ سَعِيدًا لِمَ فَعَلَ ذَلِكَ؟ فَقَالَ سَأَلْتُ بَنَ عَبَّاسٍ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يَخْرُجَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِهِ.

(مسلم: الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي الْعَصْرِ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا، حالانکہ یہ کسی خطرہ یا سفر کی حالت

میں مشہور غیر مقلد محقق علامہ مبارک پوریؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کی بابت فتاویٰ نذیریہ میں لکھتے ہیں:-

۱۰ اس حدیث میں جمع بین الصلأتین سے مراد جمع صوری ہے یعنی ظہر کو اس کے آخر وقت میں اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا دلیٰ ہذا القیاس مغرب و عشاء کو پڑھا۔ اس جواب کو علامہ قرطبیؒ نے پسند کیا ہے اور امام الحرمینؒ نے اس کو ترجیح دی ہے اور قدامت میں سے ابن الماجنون اور طحاوی نے اس کے ساتھ جزم کیا ہے اور ابن سید الناس نے اس کو قوی بتایا ہے اس وجہ سے کہ اس حدیث کے راوی ابو الشعثاء (جنہوں نے اس کو حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے) کا بھی یہی خیال ہے کہ اس حدیث میں جمع سے جمع صوری مراد ہے۔۔۔۔۔ علامہ شوکانیؒ نیل میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں جمع سے جمع صوری مراد ہونا متیقن ہے۔

نہ تھی۔ ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت سعید نے جواب دیا کہ: میں نے بھی یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھی تھی تو انھوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا کہ لوگ تنگی میں مبتلا نہ ہوں۔

(۲۴۵) چاند و سورج گہن کی نماز

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس قبل بتایا تھا کہ نظامِ فلکیات اللہ تعالیٰ کے منظم اصولوں کے تابع ہے اور سورج و چاند کا گہن لگنا عجائباتِ قدرت اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے سورج یا چاند کو مکمل یا جزوی طور پر تھوڑے وقت کے لیے بے نور کیا ہے جب چاہے گا مکمل بے نور کر دے گا۔ اور جس طرح یہ گہن لگانے یا ہٹانے میں کسی کا دخل نہیں اس طرح باقی کائنات میں بھی کسی کا کچھ اختیار نہیں ہے، اس لیے اللہ ہی سے مانگو اسی کے سامنے جھکو اسی سے ڈرو، نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو خصوصاً اور انسانیت کو عموماً تو ہم پرستی جاہلانہ افکار کی ظلمتوں سے نکال کر ایک کائناتی حقیقت سے روشناس کرایا کہ کسی کی موت و حیات کے افسوس یا خوشی میں یہ گہن نہیں لگتا۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ہر ذرہ کو اپنے منظم نظام سے منسلک کر رکھا ہے اور جب وہ خود اس نظام کے تسلسل میں ذرہ سا فرق بھی ڈالتے ہیں تو موجودات پر اس کا اثر ایک منطقی عمل ہے کہ کسی کی بینائی ضائع ہو گئی، کسی کا حمل ساقط ہو گیا، کسی پر عجیب و غریب مرض کا حملہ ہوا اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں محفوظ رکھیں جس کو چاہیں مبتلا کر دیں۔

اسی لئے محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نہی سورج و چاند گہن

لگے تو خالق کائنات کی طرف متوجہ ہو جاؤ، دو رکعت نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں امن و سلامتی کی دعا مانگو تا آنکہ سورج و چاند اپنی طبعی حالت پر آجائیں۔

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ
لِمَوْتِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِّنْ آيَاتِ اللَّهِ
تَعَالَى فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَتَمُورُوا فَصَلُّوا»

(مسلم: السَّيِّدَاءُ الصَّلَاةُ الْكُصُوفِ)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سورج و چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے البتہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جب تم یہ کیفیت دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر نماز پڑھو۔

عَنْ قَبِيصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ وَنَجْنُ
إِذْ ذَٰلِكَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ
فَخَرَجَ فِرْعَاوْنُ يُجْرُؤُوبَهُ فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ أَطَالَهُمَا

(نسائی: صَلَاةُ الْكُصُوفِ)

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ میں تھے کہ سورج گرہن ہو گیا۔ آپ گھبرا کر جلدی سے باہر نکلے اپنے کپڑے کو کھینچتے ہوئے اور دو رکعتیں خوب لمبی پڑھیں۔

عَنِ الثَّعْبَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِذَا خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ فَصَلُّوا كَأَحَدِ صَلَاةِ صَلَاةِ

صَلَّيْتُهَا۔ (نسائی: صلوٰۃ الکسوف)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج و چاند گرہن ہو جائے تو اس کیفیت پر نماز پڑھو جس طرح تم نے یہ آخری نماز پڑھی ہو (نماز فجر کی طرح)

نماز استسفار (۲۳۶)

استسفار کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے بارش مانگنا۔

بارش اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جب لوگ زیادہ گناہ کرنے لگتے ہیں تو کبھی کبھی تنبیہ کے لیے اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے، یا کم کر دیتا ہے جس کا براہ راست اثر اس علاقہ کی زراعت، معیشت، صحت و صفائی پر پڑتا ہے یہ صرف اسی لیے کہ معاشرہ اپنا احتساب کرے اور اپنے مولیٰ کے حضور پیش ہو کر اپنے قصور کی معافی مانگ لے اور آئندہ کے لیے ارتکاب گناہ سے باز رہنے کا عہد کر کے بارش کی دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ ضرور باران رحمت نازل فرمائیں گے۔ استسفار کے مختلف طریقہ منقول ہیں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ:

استسفار کا پہلا طریقہ (۲۳۷)

دو رکعت نماز استسفار باجماعت پڑھے اور جماعت میں سب سے نیک و صالح شخص امامت کرے نماز کے بعد خوب عاجزی و زاری سے گڑ گڑا کر دعا مانگے اور نیک فال کے طور پر اپنی اوڑھنے والی چادر کا رخ بدل لے دائیں جانب کو بائیں اور بائیں جانب کو دائیں جانب کر لیں کہ اے اللہ تعالیٰ تو اپنے رحمت والے بادلوں کا رخ ہماری طرف کر دے۔

عَنْ عُبَادِ بْنِ تَيْمٍ عَنْ أُمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْفَى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَّبَ

رَدَّاءَةً وَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ - (مسلم: صَلَوةُ الْاِسْتِسْقَاءِ)
حضرت عباد اپنے چپا سے نکل کر تے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلی
کی طرف تشریف لائے (یہ مسجد سے ایک ہزار فٹ دور کھلی جگہ تھی۔ فتح الباری)
اور بارش کی دعا مانگی، قبلہ رخ ہوئے اپنی چادر کا رخ بدلا اور رکعت
نماز پڑھی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا نَبِيُّ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَا يَسْتَسْقِي وَصَلَّى بِنَا رُكْعَتَيْنِ
بِلَا أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ، ثُمَّ خَطَبَنَا وَدَعَا اللَّهَ وَحَوَّلَ
وَجْهَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ ثُمَّ قَلَّبَ رَدَّاءَةً، فَجَعَلَ
الْأَيْمَنَ عَلَى الْاَيْسَرِ وَالْاَيْسَرَ عَلَى الْاَيْمَنِ -

(ابن ماجہ، مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ الْاِسْتِسْقَاءِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
استسقاء کے لیے نکلے اور اذان و اقامت کے بغیر دو رکعت نماز باجماعت پڑھائی۔
پھر ہمیں نصیحت کی اور دعا کی۔ پھر قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، پھر اپنی چادر
کا رخ بدلا، دائیں طرف کو بائیں کندھے پر اور بائیں جانب کو دائیں کندھے پر کیا۔

②۲۸ استسقاء کا دوسرا طریقہ

خطبہ جمعہ کے دوران بارش کے لیے دعا کرنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ثابت ہے کہ ایک دفعہ دوران خطبہ ایک دیہاتی شخص نے آکر بارش نہ ہونے
کی شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا کی، فوراً بارش شروع
ہو گئی۔ دوسرے جمعہ پھر وہی دیہاتی دوران خطبہ آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بارش ہو گئی۔ اب رکنے کی دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پڑھا کرو، ورنہ سال میں ایک مرتبہ ورنہ کم از کم عمر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔
(ابوداؤد۔ صلاة التبیح)

جزء القراءۃ للبخاری: رواة مختصراً

نماز استخارہ

(۲۵۱) جب بھی کوئی اہم کام درپیش ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر دعائے استخارہ کرتا رہے ان شاء اللہ اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کی بابت شرح صدر ہو جائے گا یہ نماز اور دعا کسی بھی مناسب وقت میں پڑھی جاسکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اہتمام سے یہ عمل حضرات صحابہ کرام رض کو بتایا کرتے تھے۔ بعض بزرگان دین کے تجربہ میں یہ بات بھی آئی ہے کہ اگر رات کو سونے سے پہلے سات دن تک یہ عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ اس دوران متعلقہ کام کی بابت خواب میں کچھ اشارہ ہو جائے گا یا پھر طبیعت کا میلان و رجحان کسی ایک طرف ہو جائے گا۔ بس وہی کام کرے ان شاء اللہ اسی میں خیر و بھلائی ہوگی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر کام میں استخارہ کر لینا سکھاتے تھے۔ جیسے کہ قرآن کی سورۃ سکھاتے ہوں۔ آپ فرماتے کہ تم میں سے جب کوئی کسی اہم کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِمَقْدَرِكَ
وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ
وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ

هَذَا الْأَمْرُ خَيْرٌ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي
(أَوْ قَالَ عَاجِلَ أَمْرِي وَآجِلُهُ) فَاصْدِرْ لِّي وَلِيَّزَكَاةً
ثُمَّ بَارِكْ لِّي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ
شَرٌّ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي (أَوْ قَالَ
عَاجِلَ أَمْرِي وَآجِلُهُ) فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْهُ عَنَّهُ
وَاصْدِرْ لِّي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ ارْضِنِي بِهِ۔

(بخاری: مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنً)

اے اللہ میں تیرے علم کی مدد سے بہتری کا طالب ہوں اور تیری قدرت کے
سہارے (یہ کام کرنے کی) طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا سوالی ہوں کہ
قدرت تیری صفت ہے میری نہیں اور صرف تو ہی علم حقیقی رکھتا ہے میں نہیں اور
تو ہی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے اے اللہ اگر تو اس کام کو (جو میں کرنا چاہتا
ہوں) میرے لیے بہتر جانتا ہے میرے دین، میری زندگی اور دنیا و آخرت میں تو
اس کام کو میرے مقدر میں کر اور اسے آسان بنا دے اور میرے لیے باعث
برکت بنا اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، میری زندگی، میری دنیا و آخرت
میں میرے لیے نقصان دہ ہے تو اس کام کو کرنے سے اور مجھے اس کام سے پھیر دے
اور جس میں میری بھلائی ہے مجھے اس کی توفیق دے اور میرے دل کو اس سے
مطمئن کر۔

(دوران دعا ہذا الْأَمْرُ کی جگہ اپنے کام کا ذکر کرے یا دل میں اس کا

خیال کرے)

نماز توبہ

(۲۵۲) اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی و بدی دونوں کی صلاحیتیں دی ہیں اور

بھلائی و برائی کا راستہ دکھایا ہے تاکہ عملی تمیز ہو جائے کہ کون شخص صدق دل سے رضا ربانی اور حصول جنت کا خواہاں ہے اور اس کے لیے عملی جدوجہد کرتا ہے اور کون شخص نفس پرستی کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی سے اعراض کرتا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص سے چھوٹی بڑی غلطیاں ہو جاتی ہیں مسلمان کی شان یہ ہے کہ جب بھی کوئی غلطی یا غلطیاں ہو جائیں تو اپنے مستقبل سے ناامید نہ ہو، بلکہ توبہ کر کے پاک صاف ہو جائے کہ ماضی پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے سیدھی راہ پر قائم رہنے کا عہد کرے۔ ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا
مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (الزمر: ۵۳)

آپ کہہ دیجیے میرے ان بندوں سے جو اپنے آپ پر زیادتی کر چکے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دے گا۔ کہ وہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

وَ اِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى۔ (طہ: ۸۲)
میں ایسے لوگوں کو بخشنے والا ہوں جو توبہ کرتے ہیں ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔

الغرض اسلام میں توبہ کا بڑا سیدھا اور آسان رستہ ہے جس کے لیے کسی واسطہ، سہارے یا سفارش کی ضرورت نہیں (یہاں ایسا کوئی تصور نہیں کہ جب تک پادری کے سامنے گناہوں کا اعتراف نہ کیا جائے اور مغفرت چیک پر دستخط نہ کرائے جائیں توبہ قبول نہ ہوگی اور جنت میں داخلہ نہ ہوگا)
بہتر ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگے۔ ملاحظہ ہو۔

عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَذْنِبُ
ذَنْبًا فَيُحْسِنُ الظُّهُورَ ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّي ثُمَّ
يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْاَغْفَرَ اللَّهُ لَهُ ثُمَّ تَرَى هَذَا الْاَيَةَ
وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا
اللَّهَ فَاسْتَغْفِرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ اللَّهُ لَهُ
وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔

(ابوداؤد: بَابُ الْاِسْتِغْفَارِ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس سے گناہ سرزد ہو جائے اور وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

(ترجمہ) اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی بے جا حرکت کر بیٹھتے یا اپنے ہی حق میں کوئی ظلم کر ڈالتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور یہ لوگ اپنے کیے ہوئے پر اصرار نہیں کرتے۔ درآنحالانکہ وہ جان رہے ہوں۔

نماز جنازہ

(۲۵۳) دنیا میں ہر انسان کی زندگی طے شدہ ہے۔ مقررہ وقت پر اسے دنیا سے قبر والے گھر کی طرف منتقل ہونا ہے اس کا انتقال کا طبعی صدمہ میت کے احباب و اقربا کو ہوگا۔ اس پر لیشانی کے عالم میں ضرورت ہے کہ ہر کام شریعت کی ہدایات

کے مطابق ہو اور مبتدعانہ رسوم و قباہی رواج سے مکمل اجتناب کیا جائے، ورنہ سب محنت اکارت جائے گی اور بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔

(۲۵۴) آخری لمحات کا مسنون عمل

جب حالات سے ظاہر ہو کہ موت قریب ہے تو گھر کے ذمہ دار حضرات کو چاہیے کہ مریض کے قریب آہستہ آواز سے کلمہ دوہرائیں تاکہ بتلائے موت کو بھی خیال آجائے اور وہ بھی پڑھ لے، واضح رہے کہ اس تکلیف دہ وقت میں اس کو پڑھنے کا حکم نہ دیں کہ شیطن اس وقت میں گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش میں ہوتا ہے۔ نیز تکلیف اور ہوش و حواس قائم نہ رہنے کے سبب کہیں وہ انکار نہ کر دے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

(مسلم: تلقین الموتی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ آخِرَ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(ابوداؤد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔

(۲۵۵) موت کے بعد مسنون عمل

مرنے کے بعد اگر میت کی آنکھیں کھلی ہوں تو بند کر دیں۔ ٹھوڑی کو پیٹ سے باندھ دیں، اعضاء کو سیدھا کر دیا جائے اور چونکہ اس وقت اللہ کے خاص

فرشتے موجود ہوتے ہیں اور دعا کرنے والوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ لہذا ان کو یا کسی کو بددعا نہ دی جائے۔ نیز باواز بلند اور مختلف لمحوں کے ساتھ رونے سے گریز کیا جائے کہ اس سے میت کو تکلیف ہوتی ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ
شَقَّ بَصَرُهُ فَأَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ
تَبِعَهُ الْبَصَرُ، فَضَبَحَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالَ لَا تَدْعُوا
عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّ الْهَلَائِكَهَ يُؤْمِنُونَ عَلَى
مَا تَقُولُونَ ثُمَّ قَالَ «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ
دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ وَاحْطِمْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ
وَاعْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ
وَوَرِّ لَهُ فِيهِ» (مسلم: بَابُ فِي إِغْمَاضِ الْمَيِّتِ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابو سلمہ کی وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ابو سلمہ کی کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کر وائی پھر فرمایا کہ روح لے جائی جاتی ہے تو آنکھ اس کو دیکھتی رہتی ہے۔ پھر جب اہل و عیال کے جذبات قابو سے باہر ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف اچھی دعائیں کرو چونکہ اس وقت فرشتے بھی تمہاری دعا پر آمین کہہ رہے ہیں پھر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی «اے اللہ ابو سلمہ کی مغفرت فرما مہدیین میں اس کے درجات بلند فرما۔ اس کے بعد اس کے اہل و عیال کو اچھا جانشین عطا فرما۔ اے جہانوں کے رب ہماری اور اس کی مغفرت فرما، اس کی قبر کشادہ اور روشن کر دے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «الْبَيْتُ يُعَذَّبُ فِي تَبْرِكِهِ بِمَا نَحَّحَ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ تَالِ إِنَّ الْبَيْتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ»
(مسلم: الْبَيْتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لو نہ گری کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور دوسری روایت میں ہے
کہ گھر والوں کی روپیٹ کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

جنازہ کی نماز

(۲۵۶) جتنی جلدی ہو سکے میت کو غسل، کفن کے بعد چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ
کا اہتمام کیا جائے۔ پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر شتار (سبحانک اللہم...) یا بطور
حمد و شتار سورۃ فاتحہ پڑھے۔ دوسری تکبیر کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر درود شریف
پڑھے اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائے مانگے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام
پھیر دے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِي ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفَّوْا
خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا. (بخاری: الصُّفُوفُ عَلَى الْجَنَازَةِ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
صحابہ کو نجاشی کی وفات کی خبر دی، پھر آگے بڑھے۔ حضرات صحابہؓ نے آپ کے پیچھے
صف بندی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں۔

(۲۵۷) پہلی تکبیر کے بعد حمد و شتار

نماز جنازہ دراصل میت کے لیے دعا ہے، اس دعا کی تمہید کے طور پر پہلے

حمد و ثنا و درود پڑھ کر مدعی پیش کیا جاتا ہے اس لیے پہلی تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لے اور ثنا (سبحانک اللہم) پڑھے یا پھر حمد و ثنا کے طور پر سورۃ فاتحہ پڑھ لے (جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھا) چونکہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے (جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے) یہی وجہ ہے کہ ثنا آہستہ پڑھی جاتی ہے۔ چونکہ پوری دعا کا آہستہ کرنا ہی پسندیدہ ہے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْبَغْدَادِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ
أَبَاهُ رِيَّةً كَيْفَ تُصَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ
أَنَا لَعَمْرُ اللَّهِ أَخْبَرْتُكَ أَتَّبِعُهَا مِنْ أَهْلِهَا فَإِذَا وَضَعْتَ
كَبَّرْتَ وَحَبَّذْتُ اللَّهُ وَصَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ ثُمَّ أَحْوَلُ:
اللَّهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ ۱۲

(موطأ مالک: مَا يَقُولُ الْمُصَلِّيُّ عَلَى الْجَنَازَةِ)

حضرت سعید کے والد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں اس کے گھر سے اس کے ساتھ چلوں گا۔ جب جنازہ رکھ دیا جائے تو میں تکبیر کہہ کر حمد و ثنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھوں گا۔ "اللَّهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ، قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُوقَفْ فِيهَا قَوْلًا وَلَا قِرَاءَةً."

(المغنی الجنائز)

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں کوئی خاص کلام یا خاص قراءۃ مستعین نہیں فرمائی۔
(۲۵۸) دوسری تکبیر کے بعد درود شریف: ثنا کے بعد دوسری تکبیر کہے

امام و مقتدی سب ہاتھ باندھے رہیں بار بار کانوں تک نہ اٹھائیں اور تکبیر کے بعد درود شریف پڑھیں۔

(۲۵۹) تیسری تکبیر کے بعد دعا

حمد و ثنا و صلوة کے بعد اب تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا پڑھے۔
ابو ابراہیم اشہلی کے والد کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پر یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا
وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا
فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى
الْإِيْمَانِ۔ (مصنف عبدالرزاق۔ القراءۃ والدعاء)

(ترمذی: مَا يَقُولُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْبَيْتِ)

اے اللہ تعالیٰ ہمارے زندوں اور مردوں کو بخش دے۔ ہمارے حاضر و غائب کو بخش دے۔ ہمارے چھوٹوں بڑوں کو بخش دے، ہمارے مردوں عورتوں کو بخش دے، اے اللہ تو ہم میں سے جس کو بھی زندہ رکھے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو موت دے تو ایمان کی حالت میں موت دے۔

(۲۶۰) نابالغ میت کی دعا

اگر میت نابالغ بچہ کی ہو تو دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے آخرت میں اجر و ثواب کا سبب بنا دے۔ (بخاری: قراءۃ فاتحۃ الكتاب علی جنازۃ)
اور چونکہ نابالغ بچہ احکام کا مکلف نہیں ہوتا لہذا دعا و مغفرت کی ضرورت نہیں بس یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرْحًا وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ

لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا۔

اور اگر وہ میت نابالغ بچی کی ہو تو یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرْطًا وَاجْعَلْهَا لَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا
وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً۔

اے اللہ اس بچہ کو ہمارا پیش رو بنادے اور اسے ہمارے لیے باعثِ اجر و ذخیرہ بنا اور اسے ہماری سفارش کرنے والا بنا اور اس کی سفارش کو قبول فرما۔

(۲۶۱) چوتھی تکبیر کے بعد سلام

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا عَلَيَّ النَّجَاشِيُّ
سَمَاءَهَا صَلَوةٌ لَيْسَ فِيهَا رُكُوعٌ وَلَا سُجُودٌ وَلَا يُتَكَلَّمُ
فِيهَا تَكْبِيرٌ وَتَسْلِيمٌ۔ (بخاری: سُنَّةُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نجاشی پر نماز پڑھو، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز کہا ہے جس میں رکوع سجدہ نہیں ہے اور اس میں گفتگو کی اجازت بھی نہیں بس اس میں تکبیرات ہیں اور سلام پھیرنا ہے۔

(۲۶۲) رفع یدین

پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔

رَوَى أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرْفَعُ
يَدَيْهِ فِي تَكْبِيرَةِ الْأُولَى ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدَ وَكَانَ يُكَبِّرُ
أَرْبَعًا۔ وَرَوَى ذَلِكَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا۔

(مصنف عبد الرزاق: رَفَعَ يَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرِ...)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

عہما سے منقول ہے وہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں اور کل چار تکبیریں کہتے تھے۔

خود علامہ وحید الزمان بھی یہی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔
وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى۔

(نزول الابران ج ۱ ص ۱۴۲)

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھائے بعد میں نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَهُوتُ أَحَدُكُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَمُصَلِّيٍّ عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُونَ أَنْ يَكُونُوا مِائَةً فَيَسْتَفْعُوا لَهُ إِلَّا شَفَعُوهُ فِيهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان فوت ہوا اور اس پر ایک سو کے قریب مسلمان جنازہ پڑھیں اور اس کی مغفرت کی سفارش کریں۔ تو ان کی یہ سفارش قبول ہوگی۔

(۲۶۳) غائبانہ نماز جنازہ

اگر کوئی مسلمان ایسے علاقہ میں فوت ہو جائے جہاں اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی، تو ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے۔ چونکہ شاہ حبشہ نجاشی فوت ہوئے تو وہاں کوئی اور مسلمان نہ تھا لہذا خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، خَرَجَ إِلَى الْمُصَلِّيِّ فَصَفَّ بِرِجْلَيْهِ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا۔ (بخاری: الرَّجُلُ يَنْحَى)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو نجاشی کے فوت ہو جانے کی خبر دی پھر باہر نکل کر صف بندی کی اور چار تکبیریں کہہ کر نماز پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کا جنازہ نہ ہوا ہو اس کی غائبانہ نماز پڑھی جائے گی۔ البتہ جس کا جنازہ ہو چکا اس کی غائبانہ نماز نہیں پڑھی جائے گی چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ سے یہ عمل ثابت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے بہت سے جان نثار صحابہ رضہ دور دراز علاقوں میں فوت ہوئے لیکن آپؐ نے کسی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا۔

(۲۶۲) ابن تیمیہؒ کا تجزیہ

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

لے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس واضح سنت اور طریقہ کے باوجود پھر بھی بعض لوگ ہر موقع پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور نجاشی کے واقعہ کو بنیاد بناتے ہیں۔

تجزیہ (۱) نجاشی کی غائبانہ نماز اسی لیے ادا کی گئی کہ ان کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا۔ لہذا اس واقعہ سے ایسے شخص کے غائبانہ جنازہ کا استدلال نہیں کیا جاسکتا جس کا جنازہ ہو چکا ہو، چونکہ ایک دوسرے کی حالت و کیفیت باہم مختلف و برعکس ہے۔

(۲) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس موقع پر جو کچھ کیا ہے وہاں وہی کچھ کرنا سنت ہے اور یہ تو ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے علاوہ کسی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا لہذا عام حالات میں غائبانہ جنازہ حدیث سے ثابت نہیں، واضح رہے کہ اس سلسلہ میں معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی بابت بخور وایت بیان کی جاتی ہے وہ بالکل صحیح نہیں، ابن القیمؒ نے یہی لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ زاد المعاد، ج ۱ ص ۵۲

الصَّوَابُ أَنَّ الْغَائِبَ إِذَا مَاتَ بِبَلَدٍ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ
فِيهِ صَلَّى عَلَيْهِ صَلَوةُ الْغَائِبِ كَبَا صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّجَاشِيِّ لِأَنَّهُ مَاتَ بَيْنَ
الْكُفَّارِ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَأَنَّ مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ حَيْثُ
مَاتَ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ صَلَاةُ الْغَائِبِ، لِأَنَّ الْخَرَضَ
تَدَسَّقَ بِصَلَاةِ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ صَلَاةً عَلَى الْغَائِبِ وَتَرَكَهُ، وَفَعَلَهُ سُنَّةُ هَذَا
مَوْضِعٌ وَهَذَا مَوْضِعٌ. (زاد المعاد، ج ۵ ص ۵۲)

صحیح بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے شہر میں فوت ہو جہاں اس کا
جنازہ نہیں پڑھا گیا تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ چونکہ نجاشی کفار
کے علاقہ میں فوت ہوئے جہاں ان کا جنازہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔ لہذا بنی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی البتہ جس شخص کا جنازہ پڑھا
جا چکا ہو اس کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ چونکہ ایک نماز سے فرض پورا
ہو گیا۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے شخص کی غائبانہ نماز نہیں پڑھی۔
جب کہ ایک اور موقع پر آپ کا غائبانہ جنازہ پڑھنا ثابت ہے۔ لہذا یہ دونوں عمل
اپنی اپنی جگہ سنت ہیں۔ اور موقع محل کے مطابق ہر سنت پر عمل ہوگا۔

خاتمة الكتاب :

(۲۶۵) آج یہ دل تشکر و امتنان کے جذبات سے لبریز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز
پیمبر لکھنے کی توفیق سے نوازا، جس کا علمی مواد مدینہ منورہ میں جمع کیا ترتیب و تدوین
کا آغاز بیت اللہ کے سایہ میں مقام ابراہیم کے قریب ہوا۔ کچھ ابتدائی حصہ اور آخری

مباحث مسجد نبوی ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر لکھی گئیں جس کی تکمیل آج بیت اللہ کے سایہ میں ہو رہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔
گزشتہ صفحات سے واضح ہے کہ اس کتاب کا مرکز و محور قرآن کریم، احادیث صحیحہ، اور آثار صحابہ ہیں۔ اس سے یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ یہ نماز سنت کے عین مطابق ہے اور اس نمونے سے یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ فقہ حنفی کا مبداء مآخذ و مرکز قرآن و سنت و آثار صحابہ ہیں نیز بعض سطحی نظر رکھنے والوں کا یہ شبہ اور بعض علماء کا یہ مغالطہ بھی ختم ہوا کہ "فقہ حنفی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی آراء کا مجموعہ ہے" دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن و سنت، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و اسلاف امت رحمہم اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فہم سلیم عطا فرمائے اور اسلاف کی مخالفت و عداوت ان کے ساتھ بغض و کینہ رکھنے سے اور نفس پرستی سے بچائے۔ آمین۔ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

Website: <http://www.allimagestool.com>

